مردِ درویش

یعنی

سوانح حیات

زبدۃ العارفین حکیم الامت مجاہد افریقہ

حضور پر نور الحاج حضرت مولانا سید عبید اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

غزنوی، افریقی ثم المدنی قدس سرہٗ

مصنفہ

حاجی حکیم محمد عبد العزیز چشتی صابری القادری

نام کتاب
مصنف
مطبع
خطاطی
طابع و کاتب

شبیہ الحاج محمد عبد العزیزؒ چشتی صابری القادریؒ

دیباچہ
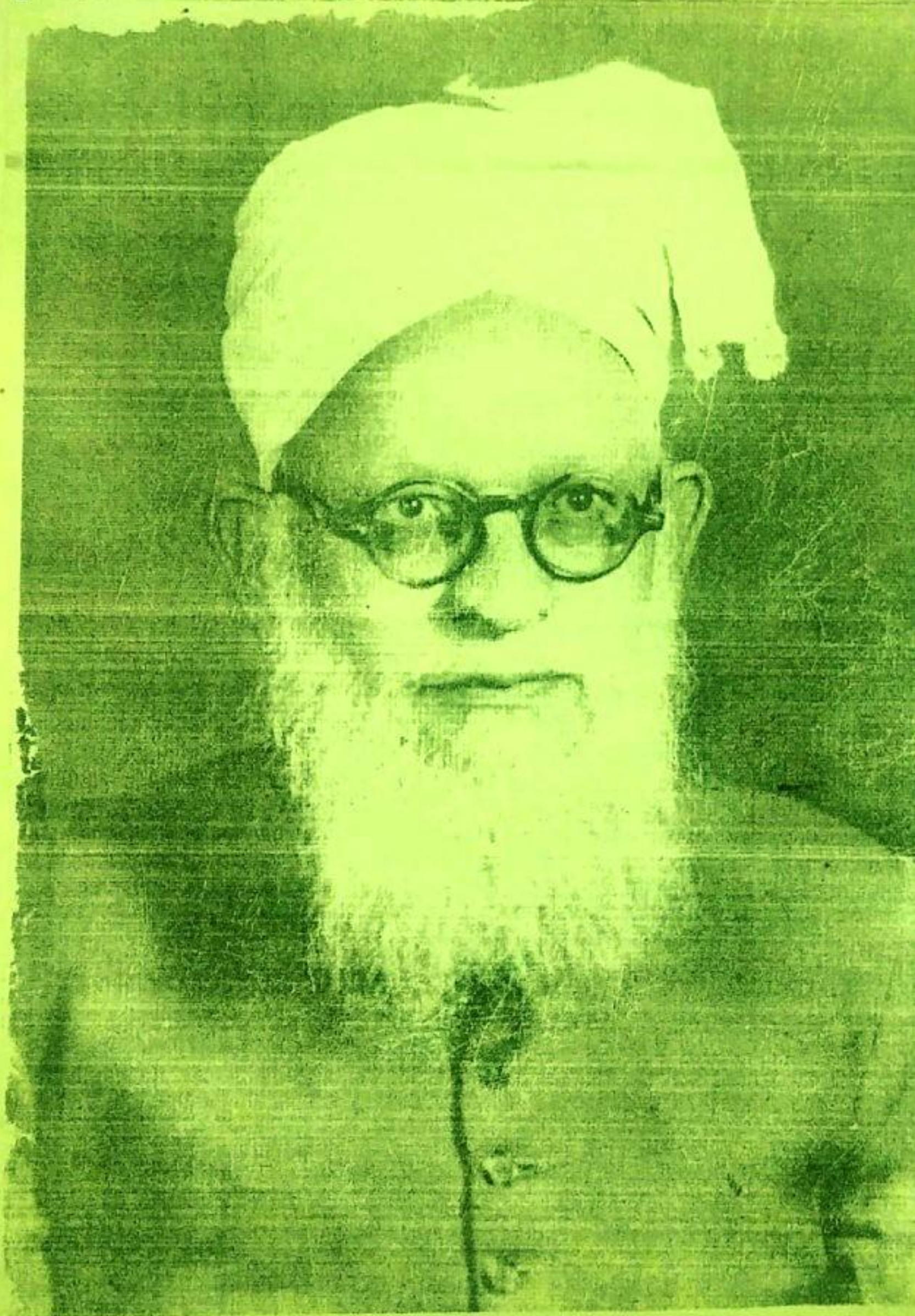
مردِ درویش ــــ یا مجاہدِ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم خاتم النبیین

الحمد للہ العلی العزیز الحمید والغنی المجید الحکیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ طبیب القلوب مصباح المنیر بالمؤمنین رؤف رحیم و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین؛

امابعد! یہ کتاب اس بزرگ ہستی کی سوانح حیات کا ایک پرتو ہے جس نے اس شبِ تاریک میں جسے روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اپنے ظاہر و باطن کو اسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح نمونہ کے مطابق پیش کیا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر خدمتِ دینِ مبین میں زندگی کے ہر لمحہ کو صرف کیا۔ باطل کی قوتوں کو پاش پاش کر کے نورِ توحید سے اہالیانِ مشرقی افریقہ کے دل و دماغ کو منور فرمایا۔

پروردگارِ عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس کے فضل و کرم سے آج شدید انتظار کی گھڑیاں ختم ہو رہی ہیں اور حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے عقیدتمندوں کی دیرینہ آرزوئیں پوری ہو رہی ہیں کہ اس مجاہدِ افریقہ کی زندگی کو قلمبند کر دیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دے۔

اس بزرگ ہستی کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک عالم اور ادیب کی ضرورت تھی اور مجھے اپنی علمی بے مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق اپنی پوری کوشش کی ہے۔ کہ واقعات صحیح ہوں جس کے لئے میں ضلع ڈھینڈہ ضلع ہزارہ (جو آپ کی ابتدائی تربیت گاہ ہے) پر بھی پہنچا۔ آپ کے خاندان کے موجودہ جید علماء حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب اور مولانا اسمٰعیل صاحب غزنوی کی خدمت میں حاضر

پروردگارِ عالم مالکِ ارض و سما کی مرضی و منشا کو سمجھ کر اپنے وجود کی علمی و عملی قوتوں سے صحیح کام لے.

لیکن انسان کے لیے یہ بڑا مشکل کام تھا کہ وہ اپنے مالک کی مرضی و منشا کو پہچانے اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر اُس کی خوشنودی حاصل کرے. پروردگارِ عالم کی رحمت نے جوش مارا اور اُس نے اپنے بندوں پر خاص کرم نوازی کرتے ہوئے اپنی اشرف المخلوق میں سے انتخاب کر کے اپنے خاص بندوں کو فرائضِ رسالت انجام دہی کے لیے مامور کر دیا. تاکہ وہ ان تعلیماتِ الٰہی کو جو ان پر (بذریعہ وحی) نازل ہوں. اُسکے بندوں تک پہنچا دیں اور اس کی تعلیمات کے مطابق خود عملی طور پر نمونہ بن کر دکھا دیں.

اس قانونِ قدرت کے مطابق دُنیا میں لاکھوں نبی آئے جو اپنے اپنے زمانہ کے مطابق احکامِ خداوندی لوگوں تک پہنچاتے رہے. سب سے آخر میں ہمارے آقا و مولا جنابِ مُحمّد مُصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم، سیّدالانبیاء و المرسلین بنا کر بھیجے گئے اور منصبِ نبوت آپ پر ختم کر دیا گیا.

ابتدائے زمانہ میں انسان کا علم محدود تھا. اِس لیے انسانی بساط کے مطابق ہی اسے تعلیمات دی جاتی رہیں. پھر جُوں جُوں انسان کا علم بڑھتا گیا اور دُنیا ترقی کرتی گئی، اِسی طرح تعلیماتِ الٰہی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا گیا. آخر وہ وقت آگیا کہ انسانی عقل و علم نے تمام کمی کو پورا کر لیا. اُس وقت پروردگارِ عالم مکمل مذہبِ اسلام قرآنِ مجید منضبط کر کے اپنے حبیب سیّدالمرسلین، خاتم النبیین صَلَّی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اپنے بندوں تک پہنچا دیئے. تاکہ اُس کے بندے اِس مکمل قانون پر مسلسل عمل درآمد کرتے ہوئے اُس کی خوشنودی کو حاصل کرتے رہیں.

لہٰذا جب قوانین و ضوابط مکمل ہو چکے تو اُس کے بعد یہ ضرورت باقی نہ رہی کہ کوئی پیغمبر یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آکر اُس کے بندوں کو ازسرِ نو تعلیم دے. یعنی اب نبوت ہمیشہ کے لیے مسدود ہو.

اب رہا یہ سوال کہ کیا نسلِ انسانی اب بھی لغزش نہ کھائیگی جس کا مختصر جواب یہی ہے کہ نسل

انسانی کا لغزش کھانا ایک فطرتی بات ہے۔ اُسے ضرور لغزش آئے گی مگر اس کو راہِ راست پر رکھنے کے لیے اب نبیوں کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیوں کہ نبیوں کی ضرورت اس وقت تک تھی جبکہ ضابطہ، قانون کی تکمیل نہ ہوئی تھی لیکن جب پروردگارِ عالم نے جملہ احکام (جو اسے اپنے بندوں تک پہنچانے تھے) آخری شکل میں بطریقِ تمام و کمال پہنچا دیئے تو اب کسی نبی کی ضرورت ہی نہ رہی —— رہا بندوں کے لغزش کھانے کا سوال —— تو بندوں کو لغزش سے بچانے، راہِ راست پر لانے اور سیدھی راہ دکھانے کا کام (نبیوں کے اختتام کے بعد) علماء و صلحائے اُمت کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ بھی انتظام الٰہی کی ایک اہم شق تھی جو ہر زمانے میں پوری ہوتی رہی۔ چنانچہ ہر دور میں ایسے علماء و صلحاء پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق تبلیغِ حق کا فریضہ سرانجام دیا۔ دیا۔ اب بھی بقدرِ امکان دنیا کے گوشے گوشے میں دعوتِ حق کو عام کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں ایسے [illegible] اور مصلح حضرات کو مراتبِ اصلاح و تبلیغ کے اعتبار سے تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ محدثینِ کرام: پہلا طبقہ محدثینِ کرام کا ہے جنہوں نے لاکھوں حدیثیں زبانی یاد کیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) کے اقوال و افعال کو سینوں میں محفوظ کیا اور اپنی زندگیوں کو سیرتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سانچے میں ڈھال لیا۔

۲۔ فقہائے کرام: یہ طبقہ محدثینِ کرام کے ایک ممتاز گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی وہ حضرات جو احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر و عامل ہونے کے علاوہ ان میں غور و خوض کرنے کی قدرتی صلاحیت رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں، پیش آمدہ حالات کو پہچان کر نئے نئے مسائل حل کرتے ہیں۔ اس طبقہ کا مرتبہ، قدرتی طور پر پہلے طبقہ کے مقابلے میں زیادہ بلند ہے اس لیے کہ یہ محدثینِ کرام سے ایک وصفِ زائد کے مالک ہیں۔

۳۔ صوفیائے کرام و فقرائے اسلام: تیسرا طبقہ صوفیائے کرام اور فقرائے اسلام کا ہے۔ اس طبقہ کے افراد محدث و فقیہہ ہونے کے بعد نفس کشی، عبادت و ریاضت اور اصلاحِ باطن کے قابلِ تقلید نمونے بن جاتے ہیں۔ انکے دلوں میں خدا کی محبت بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کے سوا اور کوئی جذبہ نہیں ہوتا انکے سینوں میں خدا کے سوا کسی دوسرے کی محبت یا نفرت کے لیے جگہ ہی نہیں ہوتی۔ اس مقدس گروہ کے بعض افراد کے دلوں

ہیں جب محبتِ الٰہی کا غلبہ زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ مجذوب ہو جاتے ہیں اس کیفیت میں عشقِ حقیقی میں غرق ہو کر

خدا کے ہو جاتے ہیں بعض افراد کے دلوں میں فی الفور انسان کی ضرورت کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ

سالک کہلاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو چھوٹے بڑے انسانوں کو خدا سے جوڑتے

ہیں۔ ان کا مرتبہ مجذوبوں سے بلند ہوتا ہے کیونکہ یہ خصوصیت اور ضرورتِ تبلیغ کو پورا کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا تشریح کے اعتبار سے صوفیائے کرام اور فقرائے اسلام کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے جو صوفی

تمام اوصاف و کمال کا مجموعہ ہوتا ہے۔ وہ محبت بھی ہوتا ہے اور تقریب میں مجاہد بھی ہوتا ہے اور حقوق

بھی حقوق اللہ کی ادائیگی میں یکتا و یگانہ بھی ہوتا ہے اور عاشقِ مولا بھی اسی طرح حقوق العباد کی ادائیگی

میں پابندِ شریعت بھی ہوتا ہے اور ہمدردِ انسانیت بھی ——— وہ ان تعلقات کو اس خوبصورتی کے

ساتھ نباہتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے الگ بھی رہتا ہے اور یادِ الٰہی میں ہر وقت مشغول بھی۔

اب آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ اسلام میں فقرائے اسلام کا کیا مرتبہ و مقام ہے؟

ہاں میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ختمِ نبوت کے بعد اصلاحِ اُمت کا کام علماء و صلحائے اُمت

کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ تقسیمِ عمل کے اُصول پر عمل کرتے ہوئے اسلام کے ظاہری اُصول و

قوانین کا تحفظ علمائے کرام نے اپنے ذمے لیا اور صوفیائے کرام فقرائے اسلام اپنی

رُوحانی قوتوں کے ساتھ اسلامی قوانین کے اجراء و حفاظت و نفاذ کا کام سرانجام دینے لگے

اِس مقدس گروہ کے سالاروں کو کبھی قطب اور کبھی غوث کے لقب سے یاد

کیا گیا اور کبھی ان کے وقت کے سالارِ اعظم کو مجدد کے خطاب سے یاد کیا گیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے، عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل

یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے یعنی جو کام بنی اسرائیل کے

نبیوں نے کئے۔ ان کاموں کو میری اُمت کے علماء سرانجام دیں گے۔

اسی اُصول کے تحت جب بھی کسی علاقہ میں دینِ حنیف و احکامِ الٰہی کی ترویج کی ضرورت

پڑی، پروردگارِ عالم نے اس علاقہ کے لئے کسی نہ کسی بزرگ و جلیل ہستی کو مامور کر دیا۔ اور ہمیشہ اس طرح

ترویجِ ایمان و اصلاحِ اعمال کا کام سرانجام پاتا رہا۔ تمام علمائے کرام و اولیائے عظام اس پر متفق رہے

ہیں، کہ دنیا کسی وقت بھی ایسے نیک بندوں سے خالی نہیں ہوتی۔ ہر علاقہ کے لئے کوئی نہ کوئی

ہستی قرنِ دینِ کے لئے مامور رہی جس کے ظاہری و باطنی تصرفات کے ذریعہ دینِ حنیف کی خدمت ہوتی رہی انہی برگزیدہ ہستیوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے افریقہ کے تاریک براعظم کے مشرقی حصوں کے لئے زبدۃ العارفین وقدوۃ السالکین حکیم الاُمّت حضرت الحاج مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کا انتخاب فرماکر اس سرزمین پر بسنے والوں کے لئے اپنے فضل وکرم سے گم گشتگانِ راہ کے لئے رُشد وہدایت کا ایک بڑا وسیلہ فرما دیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کی طفیل سرزمینِ افریقہ میں نورِ توحید کی شمع جلوہ گر رہی۔ اور ہزارہا انسان آپؒ کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہیے۔ آپؒ کے فیض نے مشرقی افریقہ کے مسلمانوں کی قومی زندگی کے ہر شعبہ (سیاسی، مذہبی، اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی، سماجی شعبوں) کو سیراب کیا۔ اور حقیقت میں آپؒ کی مقدس ہستی، سرزمینِ افریقہ کے لئے رحمتِ الٰہی اور اشاعتِ اسلام کا ایک ایسا دَور تھا۔ جو شاید کبھی واپس نہیں آسکے گا۔ آپ کے دل میں اسلامیت اور للّٰہیت کی ایک تڑپ تھی۔ کلامِ الٰہی اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا جنون تھا۔ اُن کے وجود پر اُن کے زمانہ پر، اور اُن کی بے لوث خدمات پر جس قدر بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

حضرتِ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے وہ ابتدائی حالات (جن سے احباب بہت کم واقف ہیں۔ اور جو مجھے آپؒ کے کاغذات سے اور آپ کے وطنِ مالوف سے حاصل ہوئے ہیں۔) نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

وَبِاللہِ التَّوفِیق۔!

عاصی

الحاج محمد عبدُالعزیز چشتی صابری النظامی القادری

غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

عاشق ربانی شیر یزدانی زبدۃ العارفین

حضرت مولانا الحاج سید عبداللہ شاہ صاحب غزنوی افریقی ثم المدنی

رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

مرد درویش

جس نے طوفانِ حوادث میں جلائے ہیں چراغ

جس سے تاریک فضاؤں نے ضیاء پائی ہے

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی پیدائش غزنی میں ابتدائی تعلیم وتربیت، ضلع ہزارہ سے شروع ہو کر لاہور، امرتسر سے گزر کر تکمیل دہلی میں ہوئی اور خاندانِ غزنویہ کا یہ درخشندہ ستارہ ۴۰ سال تک سرزمینِ افریقہ پر چمکا۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں چھبیس حج کئے۔ نیروبی (مشرقی افریقہ) میں وصال پایا۔

اور حسبِ وصیت آپ کے جسدِ مبارک کو بذریعہ ہوائی جہاز مدینہ منورہ لے جایا گیا۔ اور جنت البقیع میں سادات کے ٹکڑے میں مدفون ہوئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حالاتِ زندگی

مردِ درویش

ولادتِ باسعادت

حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی ولادتِ باسعادت ۱۲۷۰ھ میں افغانستان کے شہر غزنی میں ہوئی۔ آپ ایک ایسے باوقار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جو علم و فضل اور نور و عرفان کے لحاظ سے سارے افغانستان میں یکتائے زمانہ تھا۔

خاندانی شرافت

آپ نسب کے لحاظ سے سید حسینی ہیں۔ آپ کے والدِ بزرگوار کا اسم گرامی حضرتِ مولانا سید محمد شاہ صاحبؒ تھا۔ جو صاحبِ عرفان، باکرامت اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ پتھر پر لکیر ثابت ہوتے تھے۔ آپؒ کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ آپؒ عشاء کی نماز بیت اللہ میں اور فجر کی نماز اپنے گاؤں میں پڑھتے ہیں۔ کئی برس آپؒ پر مجذوبی حالت طاری رہی۔ آپؒ شیخِ وقت اور وارثِ حقیقت تھے۔ اور ذکر و فکر و انواع علوم میں کامل و اکمل بزرگ تھے۔

نقلِ وطن

چونکہ آپؒ کا خاندان، ایک حق گو خاندان تھا۔ اس لیے افرادِ خاندان حکومتِ وقت کے بھی اظہارِ حق میں کوئی رورعایت نہ کرتے تھے، وہ امراء و وزراء کی خوشامد کو ایک عیب تصور کرتے تھے۔ اس حق گوئی دیباکی کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا یعنی اس خاندان پر حکومت کی نظرِ عتاب شروع ہوئی۔ ابتداء میں تو حکومت کی ہر سختی کو نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا گیا لیکن جب پانی سر سے گزرنے لگا تو خاندان کے اعلیٰ افراد نے مجبوراً نقلِ وطن کی ٹھانی اور ہجرت کو ترجیح دی چنانچہ یہ خاندان کے تمام افراد نے افغانستان سے ہندوستان کا رُخ کر لیا۔

یہ قافلہ منزل بمنزل چلتا ہوا جب ضلع ہزارہ کے ایک گاؤں ڈھینڈہ میں پہنچا تو وہاں سادات کے ایک خاندان نے اسے وہیں روکنا چاہا۔ وہ خاندان مدت سے ڈھینڈہ میں سکونت پذیر تھا۔ نقل ہے کہ اُس خاندان کے مورثِ اعلیٰ نے کسی صاحبِ حال بزرگ کی بے حد خدمت کی تھی۔

اور اس بزرگ نے خوش ہو کر اس خاندان کے حق میں یہ دُعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس خاندان میں علم و عرفان کو کبھی ختم نہ کرے۔ اُس بزرگ کی دُعا قبول ہوئی اور اس خاندان میں بڑے بڑے جیّد عالم پیدا ہوئے۔ اور آج تک وہ خاندان علم و عرفان کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ ناطقِ حقائق، واعظِ خلائق حضرت مولانا سیّد محمود شاہ صاحب، مشہور واعظ و سیف زبان بزرگ اسی خاندان کے درخشندہ ستارے تھے۔ آپ کی مجلسِ وعظ کے تاثرات کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مجلس میں بے شمار غیر مُسلم مشرف بہ اسلام ہو جاتے تھے۔ آپؒ کے وعظ کی یہ تاثیر دیکھ کر غیر مسلموں نے بڑا شور اُٹھایا تھا۔ چناں چہ اس کے بعد حکومتِ وقت نے آپؒ کی زبان بندی کر دی تھی اس خاندان کے کُتب خانے میں ہزار ہا قلمی و طبع شدہ کتابوں کا بیش قیمت ذخیرہ آج بھی مَوجود ہے۔ ان میں سے بعض کتابیں ایسی نادر و نایاب ہیں۔ کہ شاید ہی ان کا دُوسرا نسخہ کہیں سے دستیاب ہو سکے۔

اس سادات خاندان اور ساکنان ڈھینڈہ نے اس قافلہ کو موضع ڈھینڈہ ہی میں روکنے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم سید محمد شاہ صاحبؒ کو انھوں نے روک لیا۔

سالارِ قافلہ (یعنی پنجاب کے مشہور خاندانِ غزنویہ کے مورثِ اعلیٰ) حضرت صاحبزادہ سید عبد اللہ شاہ صاحبؒ غزنوی مع بقایا خاندان کے وہاں سے روانہ ہو کر پنجاب کے مشہور شہر اَمرتسر میں پہنچے۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔ اور آج تک یہ خاندان علوم و فنون کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت سید محمد شاہ صاحبؒ (جو موضع ڈھینڈہ میں رُک گئے تھے) حنفی مسلک کے پابند رہے، لیکن بقایا خاندان جو اَمرتسر پہنچا اس نے آگے چل کر مسلک اہلِ حدیث اختیار کر لیا۔ لیکن رُوحانی طور پر سارا خاندان سلسلۂ نقش بندیہ سے منسلک رہا۔ چنانچہ حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحبؒ اور حضرت مولانا اسماعیل غزنوی صاحبؒ جو اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آج بھی سلسلۂ نقش بندیہ مجددیہ سے تعلّق پر فخریہ اظہار فرماتے ہیں۔

امرتسر میں اس خاندان کا ذخیرۂ کُتب بہت بڑا تھا۔ جو ہزار ہا نادر و قلمی کتب پر مشتمل تھا۔ لیکن

انقلاب ہند میں یہ عظیم الشان کتب خانہ بھی نذرِ آتش کر دیا گیا۔ اِس قومی نقصان کی تلافی ناممکنات میں سے ہے۔ قیام پاکستان کے بعد یہ خاندان، پاکستان کے مختلف شہروں میں بکھر گیا۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا الحاج سید عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز خاندانی روایات کے مطابق مادر زاد ولی تھے۔ خدا شناسی اور معرفت آگاہی کا بچپن ہی سے بے حد شوق تھا۔ لہو و لعب اور کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپؒ کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی۔ کہ آپؒ کے والدِ گرامی محترم حضرت سید محمد عبداللہ شاہ صاحب انتقال فرما گئے۔ اور ڈھینڈہ ہی میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ راقم الحروف، جب ۱۹۵۳ء میں تحقیق حال کے لئے ڈھینڈہ گیا۔ تب آپؒ کے مزارِ اقدس پر فاتحہ خوانی کے لئے بھی حاضر ہوا تھا۔

"بزرگانِ ڈھینڈہ نے مجھے بتایا۔ کہ حضور کے مزارِ اقدس کے قریب چار پانچ اور اولیاء اللہ کے مزار بھی ہیں اور حضرت صاحبزادہ عبداللہ غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات میں اکثر امرتسر سے چل کر ڈھینڈہ آتے رہے۔ اِن مزارات پر وہ فاتحہ خوانی کے لئے ضرور حاضر ہوتے اور اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے۔ یہ اولیاء اللہ کی نگری ہے۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ایک عبادت گذار اور عابدہ خاتون تھیں۔ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد آپؒ کی پرورش اور تربیت کی ساری ذمہ داری آپؒ کی والدہ محترمہ پر آ پڑی۔ حضرت شاہ صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ والدہ محترمہ کے فرمان کے مطابق، میں نے پانچ برس کی عمر ہی میں قرآن پاک ختم کر لیا تھا۔ آپؒ کی والدہ محترمہ نے آپؒ کی ذہانت اور شوق کو دیکھتے ہوئے دینیات کی ابتدائی تعلیم قرب و جوار میں پوری کرائی۔

آپؒ کے زمانۂ تعلیم کا
ایک مشہور واقعہ ہے

آپؒ اپنے اُستاد کے پاس بیٹھے سبق پڑھ رہے تھے کہ ایک طرف سے بادل اٹھا۔ آپؒ کے ابّا جان کا کھیت قریب ہی تھا۔ بادل کو دیکھتے ہی آپ اٹھے اور اپنے اُستاد کے گرد چکر کاٹا اور واپس آ کر استاد کے۔

پاس جیٹھ گئے اتنے میں بارش شروع ہوگئی اور بیشمار اولے پڑے مگر آپ کے اُستاد کے کھیت میں ایک اولا نہ گرا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چند سال پہلے ایک دن آپؒ کی مجلس میں اس واقعہ کا ذکر ہوا تو حضور نے فرمایا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے اس وقت سورۂ یٰسین پڑھ کر کھیت کے گرد چکر کاٹا تھا۔

زمانہ تعلیم ہی میں آپؒ کی والدہ ماجدہ بھی انتقال فرماگئیں اور تشنگی علم نے آپؒ کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ تعلیمی سلسلہ میں وزیر آباد میں حافظ عبدالمنان صاحب کے پاس کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد آپؒ موضع لکھو کے (ضلع فیروز پور) تشریف لے گئے۔ ان دنوں وہاں مولوی حافظ محمد صاحبؒ مؤلف تفسیر محمدی درس قران دیا کرتے تھے۔ آپؒ نے عربی میں صرف و نحو کی تکمیل وہاں فرمائی اس کے بعد آپؒ نے منطق پڑھنے کا ارادہ کیا۔ آپؒ کی ملاقات تطب وقت حضرت مولانا قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، آپؒ بڑے روشن ضمیر بزرگ تھے۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کے والد ماجد کے دوست بھی تھے۔ (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فخر سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے والد محترم کی بہت سی روحانی امانتیں، حضرت مولانا قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے پہنچی ہیں۔) ان کی صحبت میں رہ کر آپؒ نے بہت سی منزلیں طے کیں۔ انہوں نے ہی آپؒ کو منطق پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قطب الدین صاحب قدس سرہ العزیز کا اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ منجملہ دیگر واقعات کے دو واقعے تو بہت ہی مشہور ہیں:۔

۱۔ حضرت شاہ صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت مولانا قطب الدین قدس سرہ العزیز کی معیت میں جا رہا تھا آپؒ نے ایک گاؤں میں قیام فرمایا وہاں کا نمبردار دودھ لے آیا جب دودھ کا گلاس آپؒ کے سامنے آیا تو آپؒ نے پینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا: "یہ دودھ مشکوک ہے۔ میں نہیں پیتا۔ نمبردار کو بھری مجلس میں یہ بات بہت بری لگی۔ وہ مجھ پر برہم ہوا اور کہنے لگا:۔ یا حضرت! یہ بھینس میں نے اپنی حلال کمائی سے خود خریدی ہے۔ اور یہ اسی کا دودھ ہے۔"

آپؒ نے فرمایا: "میاں خفا مت ہو۔ ذرا قریب آؤ۔"

جب وہ قریب آیا تو آپؒ نے اس سے کہا: ذرا گلاس میں نظر ڈالو۔"

اُس نے گلاس میں نظر ڈالی، تو حیرانگی سے پکار اُٹھا: "حضور! اس میں تو سُور کے بچے پھرتے نظر آتے ہیں"۔ اور اسی حیرانگی میں وُہ اُٹھ کر مجلس سے چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب وُہ پھر واپس آیا۔ تو کہنے لگا۔ کہ حضورؒ نے سچ فرمایا تھا۔ یہ دُودھ واقعی مشکوک ہے۔ دریافتِ حال کے بعد مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ اس بھینس کی ماں چوری کر کے لائی گئی تھی۔ یہ اُسی کی بیٹی ہے

۲۔ دوسرا واقعہ آپؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ کا دِل ہر وقت بیداری میں رہتا تھا۔ ایک جگہ رات کو قیام فرمایا۔ تو مجھے فرمانے لگے:۔ یہ گدھا تمہارے پاس بندھا ہے اس کا خیال رکھنا، یہاں چور بہت پڑتے ہیں

شاہ صاحبؒ نے ذکر کیا کہ شروع رات میں تو مَیں بیدار اور خبردار رہا۔ لیکن آدھی رات گزرنے پر نیند کا غلبہ شروع ہوا اور مَیں سو گیا۔ مَیں صحن میں تھا۔ اور آپؒ دوسرے کمرے میں سو رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؒ تشریف لائے۔ اور مجھ سے پُوچھا: "میاں گدھا کہاں ہے؟" مَیں نے دیکھا تو واقعی گدھا غائب تھا۔ مولانا قطب الدین صاحب گھر سے باہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ گھر کے قریب ہی ایک چور گدھے کو پکڑے کھڑا ہے اور اُسے راستہ دِکھائی نہیں دے رہا۔ آپؒ اس کے پاس گئے۔ اور فرمایا۔ بھائی! مسافروں سے تو زیادتی نہ کیا کرو۔ اُس نے معذرت کی، آپؒ نے گدھا پکڑ لیا۔ اور اُس کی نظر ٹھیک ہو گئی۔ آپؒ نے اسے نصیحت کی اور کہا: "بس تم کو اتنی ہی سزا کافی ہے۔ کہ آج کے بعد تم کبھی چوری کرو گے تو تمہاری نظر بند ہو جائے گی۔

حضرتِ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ تک مولانا قطب الدین صاحب کے ساتھ رہنے کے بعد، پھر امرت سر تشریف لے گئے، جہاں آپؒ نے عربی زبان کی دَرسی کتابیں اور قرآنِ پاک کا ترجمہ اپنے خاندانی بزرگوں حضرت مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی اور حافظ مولوی عبدالمنان صاحب وزیر آبادی۔ مولوی عبدالرحیم صاحب غزنوی اور مولانا احمد اللہ صاحب امرت سری سے پڑھا۔ اور حدیث کا دَور بھی آپؒ نے مدرسہ غزنویہ میں پُورا کیا۔ پنجاب کی دو مشہور ہستیاں مولوی ابراہیم صاحب میر (سیالکوٹ) اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری آپؒ کے ہم سبق تھے۔ اس کے بعد آپؒ نے لاہور آ کر مدرسہ انجمن نعمانیہ

میں مولوی غلام محمد صاحب اور مولوی عبدالجمیل صاحب لشپادری سے درس پڑھا۔ اور فقہ کی تکمیل کی اور مسجد نیلا گنبد لاہور میں مولوی محمد اسماعیل صاحب سے بھی اسباق پڑھتے رہے۔

اسی دوران میں آپ نے لاہور میں حکیم مفتی سلیم اللہ خان صاحب اور حکیم محمد علی صاحب محکہ کابلی (جو مہاراجہ جموں و کشمیر کے طبیبِ خاص تھے) کے پاس رہ کر طب کی ابتدائی منازل طے فرمائیں اور بالآخر تحصیلِ علمِ دینی کی تکمیل کا شوق آپ کو دہلی لے گیا۔ دہلی علم و عرفان کا گہوارہ تھا دہلی پہنچ کر آپ نے حضرتِ مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی، ابن ماجہ، دارمی دار قطنی، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، مشکوٰۃ المصابیح کے علاوہ تفسیر جلالین، شرح نخبۃ الفکر مکمل اور بیضاوی کا نصف حصہ اور ھدایہ میں کتاب البیوع اول سے آخر تک پڑھ کر تکمیل کی سند حاصل کی۔ یعنی آپ کو حدیث کی سند حضرت مولانا محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے ان کو حضرتِ شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے اور ان کو حضرتِ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے اور ان کو مجددِ وقت حضرتِ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ سے حاصل تھی۔

۱۳۱۲ھ میں تکمیلِ دینیات کے سلسلہ میں آپ کی دستار بندی ہوئی اور حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی آپ کو سند ملی۔

پہلا حج

تکمیلِ دینیات کے سلسلہ، آپ کو عشق و محبت کا جوش کشاں کشاں دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لے گیا زیارتِ حرمین الشریفین کے ساتھ فریضۂ حج ادا کر کے مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور دہلی پہنچ کر تین برس قیام فرمایا اور طب کی تکمیل کی۔ آپ کے طبی اساتذہ میں قابلِ قدر ہستیاں حکیم قاسم علی صاحب حوضِ قاضی (دہلی)، زبدۃ المتقدمین، عمدۃ المتاخرین الفاضل الکامل حکیم امام الدین خان صاحب ابن عمدۃ الملک الحکیم محمود خان صاحب۔ زبدۃ الحکماء ابو سعید حکیم محمد عبد المجید خان صاحب ابن الحکیم مسیح زماں حکیم محمود خان صاحب ہیں۔

تکمیلِ طب کی سند آپ کو زبدۃ الحکماء کے اعزاز کے ساتھ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ کو عطا ہوئی۔

(نوٹ: یہ تمام سندیں راقم الحروف کے پاس بحفاظت موجود ہیں)

تمام تعلیم سے فراغت کے بعد وطن کی محبت نے دل میں جوش مارا۔ اور آپ دہلی سے روانہ ہو کر اپنے وطن مالوف موضع ڈھینڈہ ضلع ہزارہ پہنچے۔ والدہ تو پہلے ہی سفرِ آخرت فرما چکی تھیں، اس غیر حاضری کے زمانہ میں ایک ہی ہمشیرہ تھیں، جن کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ بھی انتقال فرما چکی ہیں، یہ سُن کر طبیعت بہت آزردہ ہو گئی، آپ مسجد میں تشریف لے گئے، نفل پڑھے، وہیں چند احباب سے ملاقات ہو گئی، پھر قبرستان کا رُخ کیا۔

موضع ڈھینڈہ میں اس وقت بھی حضرت سید محمود شاہ صاحب کی اولاد میں سے ایک معمر ترین ہستی موجود ہے۔ جو آپ کے حالات سے آشنا ہے، انھوں نے راقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب جب مسجد سے ہو کر قبرستان کو تشریف لے گئے تو ان کی آمد کی خبر آناً فاناً تمام موضع میں پھیل گئی۔ احباب ان سے ملاقات کے لئے جمع ہو گئے۔ حضرت محمود شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے گھر آئے۔ اور جب انہیں یہ علم ہوا کہ آپ قبرستان کو چلے گئے ہیں، تو وہ آپ کے پیچھے قبرستان میں جا پہنچے جاکر دیکھا کہ آپ اپنے والدِ ماجد کے مزارِ اقدس کے ساتھ چمٹ کر سو رہے ہیں۔ یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے جاکر انھیں جگا دیا۔ اس پر آپ نے نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا: قبلہ! مجھے تھوڑی دیر اور سو لینے دیتے، کیوں کہ حضرت والد صاحب کے ساتھ ابھی ملاقات کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ آپ نے آکر جگا دیا۔

اس کے بعد آپ گاؤں میں واپس آئے۔ جہاں تمام احباب آپ کے منتظر تھے، خاندان کے تمام افراد نے بڑی گرم جوشی سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ احباب سے ملے، بڑی خوشی ہوئی، مگر آپ نے صرف دو دن ٹھہرنے کے بعد روانگی کا ارادہ کر لیا۔ تمام گاؤں والوں کا اصرار تھا کہ اب آپ اسی جگہ ٹھہریں، اور کسی دُوسری جگہ تشریف نہ لیجائیں، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو جو نعمتیں دی ہیں، ان سے اس علاقہ کو مستفید فرمائیں۔ لیکن آپؒ کا ایک ہی انکار رہا اور آپؒ یہی فرماتے رہے کہ میرے لئے یہ ٹھکانہ نہیں ہے۔

وہ بزرگ فرماتے تھے۔ کہ باوجود انتہائی کوشش کے ہم شاہ صاحب کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور آپ وہاں سے رخصت ہو گئے ؎

غم براہی نشاط آمیز تر کن | فغانش را جنوں انگیز تر کن
بگیر اے ساربان راہ درازے | مرا سوزِ جدائی تیز تر کن

(۲)

نصیب خطہ ہو یارب وہ بندۂ درویش
کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ

شاہ صاحبؒ نے موضع ڈھینڈہ سے روانہ ہونے کے بعد یوپی اور سی پی کی سیاحت فرمائی، بیشمار اولیاء اللہ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ یاغستان کے آزاد علاقہ میں بھی پہنچے اور کچھ عرصہ مجاہدین کے ساتھ گزارا۔ اس دوران میں اور اس کے بعد روانگی افریقہ تک آپؒ کے حالات کا تسلسل معلوم نہیں ہو سکا۔

مجاہدین کے حالات کا ذکر آپؒ اپنی مجالس میں اکثر فرمایا کرتے تھے اور مجاہدین کا ذکر کرتے وقت آپؒ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی ؎

تقدیر اُمم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجاہدین جب میدانِ جہاد میں ہوتے تھے تو اس جوش و خروش سے لڑتے تھے کہ ان کو اپنے آپ کا ہوش نہ رہتا تھا۔ اور کئی مجاہدین نے قسم کھا کھا کر بتایا، کہا، جب ہم جہاد میں مصروف ہوتے ہیں تو خدا کی قسم ہم گولوں کے گانے سنتے ہیں۔ اور اس حالت میں ہمارا جوش اس قدر بڑھ جاتا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔

مجاہدین کی شہادت کے بعض چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے:

اکثر مجاہدین کو دیکھا کہ جب وہ جامِ شہادت نوش فرماتے تو ان کے جسم پر سینکڑوں زخم ہوتے

لیکن اس کے باوجود ان کے چہرے سے کرب و اضطراب کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوتی۔ بلکہ وہ نہایت خوشی و مسرت کے ساتھ اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کرتے تھے اور بعض اوقات یہ منظر بھی دیکھنے میں آتا تھا کہ جامِ شہادت نوش کرنے والوں کے دونوں ہاتھ آخری وقت میں اس طرح اوپر اٹھ جاتے تھے۔ جیسے وہ کسی محبوب سے بغل گیر ہونے کے لئے بیقرار ہوں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان کی حلاوت کا جو مزہ مجاہدین کے ساتھ رہ کر نصیب ہوتا تھا۔ وہ اس کے بعد کسی دوسری جگہ نہیں دیکھا۔

(یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کس مقام پر مجاہدین کی جماعت سے الگ ہوئے اور پھر روانگی افریقہ تک آپ کن حالات سے گذرے ؟)

مسلماں گرچہ بے خیل و سپاہے است	ضمیرِ او ضمیرِ بادشاہے است
اگر او را مقامش باز بخشند !	جمالِ او جلالِ بے پناہے است

مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات
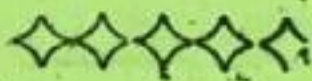
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانۂ تعلیم ہی میں مرزا غلام احمد قادیانی کا چرچا ہوا۔ اس نے پہلے اپنے آپ کو ایک مبلغِ اسلام کی حیثیت سے پیش کیا پھر محدث اور اس کے بعد مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔

اُن دنوں آریوں کی طرف سے اسلام کے خلاف شدید الزامات لگائے جا رہے تھے مسلمانوں میں سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، ماسٹر الٰہی بخش صاحب اور بابو پیر بخش صاحب جوابی کارروائی کے طور پر اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اس پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اس طرح انہیں شہرت حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا چونکہ یہ پارٹی مسلمانوں کی طرف سے مدافعانہ کارروائی کرتی تھی، اس لئے تمام مسلمانوں کی ہمدردیاں اس پارٹی کے ساتھ تھیں اور

مسلمانوں کی انہی ہمدردیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود کا دعویٰ کرنے میں مدد دی چنانچہ وہ بتدریج دعویٰ پر دعویٰ کرتے چلے گئے۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے والد ماجد کا احترام کرنے والے دوستوں میں سے تھے۔ اسی لئے وہ حکیم نور الدین صاحب (جو بعد میں مرزا صاحب کے پہلے جانشین قرار پائے) شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بڑی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ انہی دنوں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب سے ملنے گئے ہوئے تھے وہیں مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی ملاقات ہوگئی، دوران ملاقات زمانہ حاضرہ پر دیر تک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ اسی ملاقات میں مرزا صاحب نے جب مہدیت اور مسیحیت کا دعویٰ کیا تو شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے دعادی پر ذرا تفصیل سے گفتگو کی۔ میرے دلائل کے جواب سے مرزا صاحب عاجز آ گئے۔ اور آخر میں انہوں نے صرف یہ کہا: "میں کب کہتا ہوں کہ مسیح ابن مریم نہیں آئیں گے میرا دعویٰ تو صرف مثیل مسیح کا ہے"

لیکن اس کے بعد جلد ہی مرزا صاحب نے اپنے مستقل مسیح ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا۔ میں اس کے بعد حکیم نورالدین صاحب سے کئی بار ملا۔ اور ہر مرتبہ مرزا صاحب کے دعادی پر سیر حاصل بحث ہوتی رہی۔ مگر حکیم صاحب مرزا صاحب کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ایکدفعہ میں نے حکیم نورالدین کے سامنے صحیح بخاریؒ کی یہ حدیث پیش کی کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (الخ)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، البتہ بے شک قریب ہے کہ اترے تم میں بیٹا مریم کا۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے کہا: "اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ آنے والا مسیح ابن مریم ہوگا۔ اور مرزا صاحب ابن مریم نہیں ہیں۔ اگر اس کی تاویل کی جائے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کھانا بیکار ہوگا۔"

اس پر حکیم نور الدین نے جواب دیا کہ ؛ابھی تو اس مدعی کو مان لو، جب حدیث کے مطابق کوئی مسیح آئے گا تو پھر اسے مان لیں گے ۔" سبحان کیا استدلال ہے ۔ مرزائیوں کے استدلال ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں ۔)

حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مرزا صاحب نے عبد اللہ آتھم کے خلاف جو دُعا کی تھی وہ آپؒ کی موجودگی ہی میں کی تھی ۔ اس کے بعد آپؒ نے مولوی تاج دین صاحب مالیر کوٹلوی کے ہمراہ عبد اللہ آتھم سے خود بھی ملاقات کی تھی ۔

افریقہ کو روانگی

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ آپؒ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے وطن موضع ڈھینڈہ ضلع ہزارہ تشریف لے گئے تھے وہاں سے روانہ ہو کر آپ نے یو پی اور سی پی کی سیاحت فرمائی ۔ بے شمار اولیاء اللہ سے استفادہ کیا ۔ اور اس کے بعد آپؒ نے کچھ عرصہ جماعت مجاہدین کے ساتھ بھی گزارا ۔ آخر میں آپؒ کراچی پہنچے ۔ ان دنوں مشرقی افریقہ میں نو آبادکاری شروع کی تھی اور بہت سے لوگ ریلوے کی بھرتی میں مشرقی افریقہ جارہے تھے ۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؒ کے لئے بھی رشد و ہدایت کا علاقہ افریقہ مشرقی افریقہ ہی مختص فرما دیا تھا ۔ اس لئے آپؒ نے بھی مشرقی افریقہ کے لئے تیاری شروع کر دی ۔ اُن دنوں پاسپورٹ یا پرمٹ کی کوئی پابندی نہ تھی ۔ آپؒ نے ٹکٹ حاصل کیا اور جہاز میں سوار ہو کر مشرقی افریقہ روانہ ہو گئے ۔

ورودِ افریقہ

گیارہ اکتوبر ۱۸۹۶ء کو آپؒ مشرقی افریقہ کی مشہور بندرگاہ ممباسہ پر اُترے ۔ شہر میں قیام فرمایا ۔ اور ملکی حالات کا جائزہ لیا ۔

ان دنوں مشرقی افریقہ کی نوآبادکاری شروع تھی اور ممباسہ سے اندرونِ ملک کو جانے والی ریلوے لائن کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا ۔ آپؒ نے وہاں کے چند مانوس احباب سے مشورہ کیا اور ٹھیکہ داری کا کاروبار کرنے کا فیصلہ کیا ۔

آپؒ نے ریلوے لائن کے ٹھیکہ کے لئے درخواست دے دی ۔ حکام نے ضمانت طلب کی ، اس پر آپؒ متذبذب ہوئے ۔ کیوں کہ آپؒ اِس ملک میں بالکل نووارد تھے ۔ اور اتنا سرمایہ نہ تھا کہ آپؒ ضمانت جمع کرا سکتے ۔ آخر پروردگارِ عالم سے دُعا کی کہ ”اے مولا

اپنے فضل و کرم سے کوئی سبیل پیدا کر!

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لئے ہر جگہ وسائل مہیا کر ہی دیتا ہے۔ شاہ صاحبؒ کی دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اور وہ اس طرح کہ ممباسہ میں سیٹھ حاجی ابراہیم اور سیٹھ حاجی آدم وسیع پیمانے پر کاروبار کرتے تھے۔ ان کو شاہ صاحب قدس سرہٗ سے بے حد عقیدت ہوگئی۔ اور جب انہیں ضمانت کے متعلق معلوم ہوا تو وہ خود بخود حکام کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف سے ٹھیکہ کی ضمانت جمع کرادی۔ صرف یہاں تک ہی نہیں بلکہ اس کے بعد جب تک حاجی صاحب حیات رہے وہ شاہ صاحبؒ کے ساتھ نہایت ہی اخلاص اور عقیدت سے پیش آتے رہے۔

ع:۔ کارساز ما بہ فکر کار ما

ضمانت کی ادائیگی کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے ملا غلام محمد صاحب کی شراکت میں ٹھیکیداری شروع کردی اور کاروبار میں مشغول ہوگئے۔

ممباسہ میں حق و باطل کا پہلا معرکہ

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش

جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

دسمبر ۱۸۹۸ء میں اہل ممباسہ نے حق و باطل کا ایک زبردست معرکہ دیکھا جس کی حقیقت یوں بیان کی جاتی ہے کہ ممباسہ میں ایک ڈاکٹر رحمت علی نامی رہتا تھا جو مرزائی جماعت کا ایک سرگرم رکن تھا۔ ریلوے کے تمام ملازمین کو اسی ڈاکٹر سے واسطہ پڑتا تھا۔ اور وہ اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں بھی مرزائیت کی تبلیغ میں منہمک رہتا تھا۔ عوام کی حالت یہ تھی کہ وہ نہ تو اس چیز کو برداشت کرسکتے تھے اور نہ ہی انکے خلاف آواز بلند کرسکتے تھے مرزائی ڈاکٹر کیلئے گویا میدان صاف تھا ملازم پیشہ حضرات انکے سامنے دم بخود رہنے پر مجبور تھے۔ کیونکہ ہر ایک کو اسی سے واسطہ رہتا تھا۔ یہ تمام خبریں شاہ صاحب کو پہنچتیں تو انہیں اس سے از حد روحانی صدمہ پہنچتا۔ وہ کچھ عرصہ تو حالات کا جائزہ لیتے رہے پھر جب یہ دیکھا کہ اب پانی سر سے گزر جانے والا ہے اور مسلمانوں کے

ایمان کو ہر جائز و ناجائز طریقہ سے متزلزل کیا جارہا ہے۔ تو انہوں نے اس کے تدارک کیلئے کمر ہمت باندھ لی۔

ڈاکٹر رحمت علی مختلف مواقع پر تقریریں بھی کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے جلسہ عام میں وفات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر تقریر کی، وہی عجیب و غریب دلائل جو مرزائی جماعت ہمیشہ پیش کرتی رہتی ہے، اور وہی انداز تقریر جو مرزائیوں کے تمام مبلغوں کو سکھایا جاتا ہے۔ مرزائی ڈاکٹر یہ سمجھتا تھا کہ میدان خالی ہے۔ جو چاہوں کہوں، کسی سے کوئی جواب بن نہ پڑے گا۔ لہٰذا اس نے اپنی تقریر میں یہ چیلنج کیا کہ "یا تو وفات مسیح علیہ السلام کو تسلیم کیا جائے، یا جس میں ہمت ہو وہ سامنے آئے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعوے کی تردید کرے"۔

مرزائی ڈاکٹر کو یقین تھا کہ سامنے آنے والا کوئی نہیں —— کیوں کہ وہ جب سے یہاں آیا تھا اسے کسی اہل علم سے واسطہ ہی نہیں پڑا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا اور جس طرح چاہتا مرزائیت کی تبلیغ کرتا تھا۔ اسے روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ تھا، اپنی اس تقریر کے بعد اسے یقین تھا کہ وہ کئی مسلمانوں کو مرزائیت کے قریب لے آئے گا مگر اسے کیا پتہ تھا کہ ؎

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں ۔۔۔ توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

اسے یہ علم نہ تھا کہ پروردگار عالم نے ایک جگر گوشہ رسول ﷺ کو فتنہ مرزائیت کی سرکوبی کیلئے اس سرزمین پر بھیجدیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز اسی جلسہ میں تشریف فرما تھے وہ اس چیلنج کو سن کر کس طرح خاموش رہ سکتے تھے چنانچہ جب اس نے دوسری بار یہ پکارا کہ:

"کوئی ہے ہمت والا جو سامنے آکر حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت پیش کر سکے"۔

تو آپؒ کھڑے ہو گئے، حاضرین جلسہ کی نگاہیں آپؒ پر مرکوز ہو گئیں —— آپؒ نے اس کی تقریر پر چند اعتراضات کئے۔ کچھ دیر تک وہ جواب دیتا رہا لیکن جب آپؒ نے عقلی و نقلی دلائل و براہین کی بوچھاڑ کر دی تو وہ گھبرا گیا۔ تلملا اٹھا، اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ بغلیں جھانکنے لگا لیکن آخر حوصلہ کر کے بولا۔ "سوال و جواب تو کبھی ختم نہیں ہو سکتے، اس مسئلہ کے لئے تصفیہ کیلئے میں مباہلہ کا چیلنج دیتا ہوں، آئیے، اس معاملہ کو اللہ کے دربار میں پیش کر دیں کہ وہ حق و باطل کا فیصلہ کر دے"۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی وقت اس چیلنج کو قبول فرمالیا اور ارشاد فرمایا کہ "میں یہاں اکیلا ہوں، میرے عزیز و اقارب یہاں نہیں ہیں۔ لیکن تم بال بچوں سمیت یہاں موجود ہو، اس لئے مباہلہ کے وقت بال بچوں کو ہمراہ رکھنا ہوگا۔"

وہ راضی ہوگیا۔ اور چونکہ تقریر اسکے مکان کے سامنے ہی ہو رہی تھی اس لئے اس نے اپنے بال بچوں کو بلا کر اپنے قریب کھڑا کرلیا۔

مباہلہ کے طریق کار کے مطابق ڈاکٹر رحمت علی نے پھر ایک تقریر کرکے مرزا غلام احمد قادیانی کو بحیثیت مسیح موعود پیش کرنے کے بعد یہ دعا کی کہ:

"الٰہی! یہ شخص (یعنی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز) تیرے بھیجے ہوئے سچے مسیح موعود کا منکر ہے اور اسے جھوٹا سمجھتا ہے، الٰہی! تو اس پر دنیا میں عتاب نازل کر، اس پر عذاب اتار، اسے ذلیل و خوار کرکے دنیا سے نیست و نابود کر دے۔ اور دنیا پر حق کو آشکار کر دے۔"

اسکے بعد حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کہ سب آمین کہو۔ آپ نے دعا اس طرح شروع کی:

"الٰہی! تیرے حبیب اکرم احمد مصطفےٰ محمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ تم میں عیسیٰ، بیٹا مریم کا نازل ہوگا اور اس کی یہ صفات ہوں گی۔ پروردگارا! مرزا صاحب نہ تو مریم کے بیٹے ہیں نہ ہی وہ صفات ان میں پائی جاتی ہیں جو تیرے محبوب سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بیان فرمائی ہیں، اس لئے ہم مرزا صاحب کو ان کے تمام دعاوی میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ الٰہی! اگر ہم سچے ہیں تو جو کچھ ڈاکٹر رحمت علی نے مانگا ہے وہ سب کچھ تو اس پر نازل کر کے دنیا پر حق و باطل کو روشن کر دے۔"

تمام حاضرین نے آمین کہی اور اس طرح یہ مجلس، مباہلہ کے بعد ختم ہوگئی۔ حاضرینِ جلسہ مختلف قیاس آرائیاں کرتے ہوئے اور خدائی فیصلہ پر امیدیں لگائے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

مقامِ بندۂ مومن کا ہے قریب سپہر   زمیں سے تا بہ ثریا تمام لات و منات

حق کی شاندار فتح

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے

رمید از سینۂ اُو سوزِ آہے

دلش نالد؟ چرا نالد؟ ندانند

نگاہے یا رسول اللہ! نگاہے

خدا کی قدرت مباہلہ سے دو دن بعد ڈاکٹر رحمت علی کے گھر لڑکا پیدا ہوا اور مرزائیوں نے مرزائے قادیان کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس لڑکے کے نام کیلئے قادیاں میں مرزائے قادیان کو تار دیا گیا مگر کرنا خدا کا کہ پہلے تو لڑکے کی آنکھیں ہی کُھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ بند ہوتی ہی نہ تھیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی بچے کے تمام بدن پر سیاہ داغ نمودار ہونے شروع ہوئے۔ یہ داغ لحہ بہ لحہ بڑھتے ہی چلے گئے یہاں تک کہ دوسرے دن قادیان سے تار کا جواب آنے سے پیشتر وہ بچہ حق و باطل کا فیصلہ کرتے ہوئے اِس عالم فانی سے رخصت ہو گیا۔ ؎

سامنا ممکن نہیں اُس بندہ درویش کا

جس کو قدرت نے عطا کی ہو نگاہِ تیر زن

(عزیز چشتی)

اب شہر میں ہر کس و ناکس کی زبان پہ تھا کہ مباہلہ کا اثر نمودار ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اسی مہینے ڈاکٹر رحمت علی کی بڑی لڑکی اور داماد ہندوستان کو روانہ ہوئے داماد تو جہاز ہی میں راہی ملک عدم ہوا اور لڑکی بیوہ ہو کر جب گھر پہنچی تو ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر وہ بھی موت کا شکار ہو

گئی۔ جوں جوں حالات سامنے آرہے تھے، صداقتِ اسلام کے چرچے زدروں پر تھے۔
اس کے بعد ڈاکٹر کا تبادلہ بھی ایک جنگل میں ہوگیا اور ایک مہینہ کے اندر ہی اندر جنگل کے
حبشیوں نے ڈاکٹر صاحب کا بمعہ ان کے بقیہ اہل و عیال کے مکمل طور پر صفایا کر دیا۔ اس
طرح مباہلہ سے تین مہینے کے اندر اندر ڈاکٹر رحمت علی اور ان کے خاندان کے وہ تمام
افراد جو مباہلہ میں شریک ہوئے تھے لقمۂ اجل بن گئے۔ کما قولہٗ تعالیٰ۔

جاء الحق و زھق الباطل، ان الباطل کان زھوقا

حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا تھا اور مباہلہ کے اثرات کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر تھا مگر ؎

خرد بیگانۂ ذوقِ یقیں ہے
قمارِ علم و حکمت بدنشیں ہے
عزیز آئینہ ہے دردِ لشِ کا ہل
مگر پہچاننا آساں نہیں ہے

(عزیز چشتی)

مرزائیوں کے اخبار "الفضل" کا پہلا ایڈیٹر محمد افضل بھی ان دنوں ممباسہ میں تھا، اور
ٹھیکیداری کا کام کرتا تھا۔ ڈاکٹر رحمت علی کی وفات کے بعد، اس نے مرزائیت کی تبلیغ کا
پرچم سنبھالا اور شاہ صاحبؒ کے خلاف سرگرمیاں دکھانے لگا۔

شاہ صاحبؒ بھی چونکہ ٹھیکیداری کرتے تھے، اس لئے کاروباری سلسلے میں محمد افضل
کا شاہ صاحبؒ کی کمپنی سے بھی لین دین چلتا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں حضرتِ شاہ صاحبؒ کی کمپنی کا
وہ کچھ روپیہ دبا کر بیٹھ گیا۔ حضرتِ مولانا کے شریک کار ملا غلام محمد نے بیس جنوری ۱۹۰۲ء کو
دعویٰ دائر کر دیا۔ اور اس کے خلاف عدالت نے اٹھارہ سو روپے کی ڈگری دے دی۔
جس پر محمد افضل برقعہ پہن کر جہاز میں سوار ہو کر ہندوستان بھاگ گیا۔

محمد افضل تین سال بعد گھر گیا تھا، گھر پہنچ کر گھر کا جو نقشہ اس نے دیکھا ع
مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

آمدِ نیروبی اس دوران لائن نیروبی تک پہنچ چکی تھی اور آپ کا ٹھیکہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں ہی آپ ممباسہ سے نیروبی تشریف لے آئے۔ جہاں آکر کاروباری سلسلہ میں مشغول ہو گئے۔ حالات کا جائزہ لے کر ہوٹل شروع کر دیا۔

جامع مسجد لانڈیاں نیروبی نیروبی کی ابتدائی آبادی کا پُر رونق حصہ ریلوے لانڈیاں تھا۔ اس علاقہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے زمین حاصل کی گئی اور آپ ہی کے دستِ مبارک سے سنہ ۱۹۰۱ء میں ہی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

حق و باطل کا دُوسرا معرکہ

ممباسہ کا مباہلہ مرزائیوں کو بُری طرح کھٹک رہا تھا اور ان کی ہر ممکن کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح حضرت شاہ صاحب قبلہ کو ہزیمت دکھائی جائے۔ مختلف مواقع پر چوٹیں ہوتی رہیں۔ آخر سنہ ۱۹۰۵ء میں ایک دن پھر مناظرہ کا تعین ہو گیا۔ آپ کے بالمقابل نیروبی سے نبی بخش غلام قادر اور نور احمد نامی مرزائی تھے۔ مناظرہ کا موضوع تھا:

حضرت مسیح علیہ السلام کا رَفعَ اِلَی السَّمَاء

مرزائیوں کی طرف سے آیتِ پاک رَافِعُکَ اِلَیَّ کا ترجمہ رفعِ رُوح اور عزت کی موت پیش کیا گیا۔

شاہ صاحبؒ نے فرمایا: یہاں پر رَافِعُکَ اِلَیَّ سے رفعِ رُوح مراد لینا بے علمی پر دال ہے کیوں کہ یہاں پر رافع کا صلہ اِلیٰ مذکور ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو کسی کے نزدیک کر دینا۔ جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا لڑکا جب فوت ہوا تو مذکور ہے کہ:

فَرُفِعَ اِلیٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ

یعنی وہ لڑکا (نواسۂ رسولؐ) آپؐ کے پاس اُٹھا کر لایا گیا۔ یہاں پر رفعِ رُوح یا عزت کی موت کس طرح مُراد لیا جائے گا۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موت کے بعد اٹھا کر لایا گیا تھا۔ اس کے بعد آپؒ نے یکصد سے زائد احادیث نبوی صرف صحیح بخاری سے ایسی پیش کیں

جس میں رفع کا مسئلہ اٹھا اور ہر ایک کے معنی یہی لیے گئے تھے کہ مذکورہ اشیاء مجسم طور پر اٹھا کر دوسرے کے قریب کی گئی۔ چنانچہ یہ حضرات بھی حضور کے سامنے دلائل سے عاجز آگئے۔ تو جائے مباہلہ پر اتر آئے۔ کہنے لگے کہ آؤ مل کر دعا کریں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کرے۔ حضور نے ان کے اس چیلنج کو بھی قبول فرمایا۔ اور یہ مناظرہ اس دعا پر ختم ہوا کہ:

"یا الٰہ العالمین! تو حلیم و خبیر ہے، ہمارے درمیان جو متنازعہ فیہ مسئلہ ہے اس میں ہم دونوں میں سے جو بھی جھوٹا ہے۔ اسے روزِ روشن میں ذلیل و خوار کر کے دنیا پر حق و باطل واضح کر دے۔"

مجلسِ مناظرہ ختم ہوئی اور اس کے نتائج کے متعلق مختلف قیاس آرائیاں کرتے ہوئے تمام لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے

خدا کی حکمت کہ دو مہینے کے اندر اندر تینوں مرزائی نوکریوں سے برخاست کر دیئے گئے اور ان کی انتھک کوششوں کے باوجود ان کے کاروبار کا پھر کوئی سلسلہ نہ بن سکا اور وہ خراب و خستہ ہو کر نیروبی سے نَو دو گیارہ ہو گئے ؎

عزیز اک آفتابِ تاباں ہے مردِ درویش کا زمانہ
ہوئے ہیں نابود جس کی تابش سے برف کے بت پگھل پگھل کر

اِن دونوں معرکوں کے بعد قادیان سے حکیم نورالدین نے افریقہ کے مرزائیوں کو ایک خط میں یہ تنبیہہ کی کہ حضرت عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز ایک مقدس خاندان کے فرد ہیں لہٰذا ان سے اس قسم کے مقابلے ہرگز نہ کیے جائیں۔ جس سے مرزائی محتاط رہنے لگے۔

لہ افسوس کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کا یہ حدیثوں والا مسودہ محفوظ نہ رہ سکا ورنہ وہ بھی شریکِ اشاعت کیا جاتا۔ (چشتی)

جامع مسجد نیروبی کی تعمیر

عزیز یہ احساس ہوتا ہے کہ نیروبی کی مسجد میں
ہے جاری بندہ درویش کا درس خدادانی

اب مسلمانوں کی آبادی صرف لانڈیاں تک محدود نہ رہی تھی بلکہ نیروبی شہر کی آبادی کا درمیانی
بھی بہت حد تک آباد ہو چکا تھا۔ بہت سے مسلمان تاجرانہ حیثیت سے وسط شہر میں
رہ چکے تھے۔ اور اندرون شہر کی مسلمان آبادی تیزی سے بڑھ رہی تھی مسجد لانڈیاں
کافی دور پڑتی تھی۔ اس لئے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جاتا تھا کہ وسط شہر
جامع کی بنیاد رکھی جائے۔

مسٹر انیس ورتھ اس وقت ڈپٹی کمشنر تھے۔ چونکہ آبادکاری کی ابتدا تھی۔ اس لئے
کمشنر صاحب کو بہت سے حقوق حاصل تھے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب سے مل کر مسجد کے لئے
قطعہ زمین حاصل کر لیا گیا۔ اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے وہاں اپنے دست
مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی اور تعمیر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کاروباری سلسلہ میں اکثر نیروبی سے باہر رہتے تھے اس لئے
مسجد کی تکمیل میں زیادہ حصہ ملا اشرف الدین صاحب کا رہا۔ جو شاہ صاحب کے خاص عقیدت
مندوں میں سے تھے۔ موصوف اس مسجد کی امامت بھی کراتے رہے۔ مسجد کی تکمیل کے بعد یہ امر
سامنے آیا کہ مسجد کے لئے وقف کرانا ضروری ہے اور اسے جملہ قیود سے پاک کر دینا چاہیے
اس مقصد کے لئے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نہ ذاتی طور پر متعدد بار مسٹر انیس ورتھ صاحب
ڈپٹی کمشنر سے ملے اور انکے سامنے مسجد کے وقف ہونیکے سلسلہ میں اسلامی نقطہ نگاہ کی وضاحت کی وہ ابتدا
میں تو پس و پیش کرتے رہے آخر اس امر پر متفق ہو گئے کہ مسجد کیساتھ ایک اور پلاٹ حاصل کر لیا جائے۔ اور

جسقدر ٹیکس و پابندیاں مسجد کے پلاٹ پر عائد ہیں وہ بھی اس نئے پلاٹ پر ڈال کر مسجد کے پلاٹ کو فری ہولڈ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی بسیار کوشش کے بعد مسجد کے پلاٹ کو اسطرح فری ہولڈ کرا لیا گیا لیکن بعد میں آنے والے میونسپلٹی کے حکام نے اس امر کو نظر انداز کر دیا اور رجسٹروں کا اندراج پھر بدستور سابقہ بحال کر دیا۔

جامع مسجد نیروبی کی تعمیر کے بعد، مسجد لانڈیاں میں جمعہ کی نماز و خطبہ حضرت مولانا عبد المومن صاحب علیہ الرحمۃ پڑھانے لگے۔

حضرت مولانا عبد المومن صاحبؒ

زبدۃ العارفین حضرت مولانا عبد المومن صاحبؒ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے آپؒ بھی حضرت قبلہ شاہ صاحب قدس سرّہ العزیز کی معیت میں سرزمین افریقہ پر رونق افروز ہوئے تھے موصوف نے دینیات کی تعلیم دہلی میں تکمیل کی تھی اور مولوی فاضل کے اعزاز کے ساتھ آپؒ سند یافتہ تھے۔ آپؒ جلد سازی میں بھی ماہر تھے اس لئے نیروبی پہنچ کر آپؒ نے گورنمنٹ پریس میں نوکری کر لی۔ اور احسن طور پر میعادِ نوکری پوری کر کے پنشن لی۔ جو آخر وقت تک ملتی رہی۔

پنشن پانے کے بعد مولانا صاحبؒ نے اپنی عمر کا باقی سارا حصہ مسلمانانِ نیروبی کی اصلاح و تبلیغ اسلام میں صرف کیا۔ آپؒ کا حلقہ درس و تدریس بہت وسیع رہا۔ آپؒ کے شاگردوں میں خواجہ شمس الدین صاحب اور خان بہادر ایسی قابلِ فخر ہستیاں شامل تھیں۔

مولانا عبد المومن صاحبؒ جامع مسجد لانڈیاں میں تاحینِ حیات، بغیر کسی معاوضہ کے خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ نیز انجمن حمایتِ اسلام کے سرپرست کی حیثیت سے بھی آپؒ قومی کاموں میں سرگرم حصّہ لیتے رہے۔

آخر مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء میں بروز سہ شنبہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

شاہ صاحبؒ بطورِ خطیبِ ملّت

حضرت شاہ صاحبؒ شہر کی جامع مسجد میں خطبہ و نمازِ جمعہ کی ادائیگی

کے فرائض ادا کرنے لگے اور اپنے وسیع کاروباری سلسلہ کے باوجود وہ بڑے انہماک کے ساتھ ان فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھنے والے اس زمانہ کے اکثر حضرات سے راقم الحروف کو شرفِ نیاز حاصل ہوا ہے ان کی زبانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالات معلوم ہوئے ان کا ذکر یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔

شاہ صاحب بطورِ شب بیدار ولی

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ شروع ہی سے شب بیدار تھے۔ آپ کی عادتِ مبارک میں یہ بات ہمیشہ شامل رہی کہ آپ رات کے ڈیڑھ بجے بیدار ہو جاتے اور نمازِ تہجد ادا کر کے صبح کی نماز تک یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔

رات کو چاہے کتنی ہی سردی کیوں نہ ہوتی مگر آپ ہمیشہ مسجد کے صحن ہی میں یہ وقت گزارتے اُس وقت مسجد کے دونوں طرف وسیع میدان تھے اور آبادی کا دُور دُور تک نام و نشان نہ تھا اب تو یہ مسجد بالکل وسطِ شہر میں آ چکی ہے لیکن پہلے ایک جانب پہاڑی علاقہ تھا۔ اس پہاڑی کے نیچے پانی کا ایک چشمہ تھا جہاں تمام جنگلی جانور پانی پینے کے لئے رات کو آیا کرتے تھے نیز اس کے چاروں طرف گھنے جنگلات تھے جن میں شیروں کی کثرت تھی۔ یہ شیر بھی اسی چشمے سے پانی پینے نکلتے۔ اور رات کو شہر کی نواحی سڑکوں پر چکر لگاتے رہتے تھے بعض اوقات یہ شیر صحنِ مسجد میں بھی پہنچ جاتے اور کئی دفعہ یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ آپ مسجد کے صحن میں بیٹھے یادِ الٰہی میں مستغرق ہیں اور شیر آپؒ کے گرد اس طرح گھوم رہے ہیں جیسے پہرہ دے رہے ہوں۔

احباب نے بارہا عرض کیا کہ حضرتؒ! یہ شیر کسی وقت نقصان نہ پہنچا جائیں؟

یہ سن کر آپ ہنس کر فرمایا کرتے: "بھئی جو میرا خالق ہے وہی اُن کا بھی خالق ہے۔ وہ بھی اسی کے حکم کے پابند ہیں۔" ؎

درویشِ خدامست کو قندیلِ یقیں ہے
شیر اس کے نگہباں ہیں خطر اس کو نہیں ہے

(عزیزؔ)

چائے کا واقعہ

سید محمد عالم شاہ صاحب جو ایک طویل عرصہ افریقہ کی ریلوے میں ملازم رہے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صفِ اوّل کے عقیدت مندوں میں بھی ہیں۔ بلکہ مریدانِ خاص میں شامل ہیں اور جن پر حضرت شاہ صاحبؒ کی خاص نظرِ کرم رہی ہے۔ انہوں نے اسی مسجد کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۷ء میں اس طرح ظہور پذیر ہوا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز دورے سے تشریف لائے۔ تو ماسٹر کرم الٰہی صاحب ٹیلر ماسٹر نے آپؒ کے لئے چائے تیار کرنے کی اجازت چاہی اور آپؒ کے منظور فرمانے پر وہ ایک چائے دانی میں تین چار پیالیوں کے قریب چائے لے کر حاضرِ خدمت ہوا خدا کی حکمت کہ اس دوران میں شاہ صاحبؒ کے پاس آنے والوں کی تعداد پچاس سے اوپر ہو چکی تھی۔

کرم الٰہی صاحب ٹیلر ماسٹر نے چائے لا کر جب آپؒ کے سامنے پیش کی تو آپؒ نے مسجد کے امام صاحب سے فرمایا:

"مسجد میں جس قدر پیالیاں موجود ہیں وہ سب لے آیئے اور حاضرین کے سامنے رکھ دیجئے تاکہ تمام احباب اکٹھے مل کر گرم گرم چائے پی لیں"۔

اب ماسٹر کرم الٰہی صاحب بے حد حیران ہوئے کہ چائے تو صرف چند آدمیوں ہی کے لئے کافی ہے لیکن شاہ صاحبؒ تمام مجمع کے لئے پیالیاں منگوا رہے ہیں۔ انہوں نے محمد عالم شاہ صاحب سے اضطراب آمیز لہجے میں کہا: تین چار پیالیاں چائے پچاس آدمیوں کو کس طرح کفیل ہو سکتی ہے؟

محمد عالم شاہ صاحب نے جواب: آپؒ خاموشی سے دیکھتے رہیں۔

شاہ صاحبؒ قدس سرہ العزیز نے ماسٹر صاحب سے فرمایا: "بسم اللہ پڑھ کر پیالیوں میں چائے ڈالتے جایئے"۔

انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور سب سے پہلے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑی ہوئی پیالی میں چائے انڈیلی۔ شاہ صاحبؒ نے پی نہیں بلکہ سامنے پڑی رہی۔ تاوقتیکہ مجمع میں بیٹھے ہوئے ہر آدمی کے سامنے رکھی ہوئی پیالی چائے سے لبریز ہو گئی۔ اور ماسٹر صاحبؒ نے چائے دانی واپس لا کر شاہ صاحبؒ کے سامنے رکھ دی۔

اس کے بعد جب ماسٹر صاحب نے چائے دانی سے ڈھکنا اٹھایا تو اس میں اب بھی

یالیاں چائے موجود تھی۔
اس پر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ماسٹر صاحب! اگر آپ اس سے
تانہ اٹھاتے تو اللہ کے فضل و کرم سے آپ سارے شہر کو تقسیم کر دیتے۔ پھر بھی چائے دانی
، چائے ختم نہ ہوتی۔

جس قدر چاہے عطا فرمائے وہ
بندۂ درویش و مردِ حق شناس

(عابد عزیز چشتی)

یورپین خاتون کا قبولِ اسلام

تب و تابِ حقیقت، علم و عرفاں کی درخشانی
یہی تندیلِ درویشی، یہی تنویرِ ایمانی،

(عزیز)

۱۲ نومبر ۱۹۰۵ء (جمعۃ المبارک) ایک نوعمر (انگریز) دوشیزہ آپؒ کے دستِ حق پرست
شرف بہ اسلام ہوئی، آپؒ نے خاتون موصوفہ کا اسلامی نام سکینہ رکھا۔

تبدیلیِ مذہب کے بعد اس خاتون کا جان لیوا مصائب میں گرفتار ہونا، لیکن اسلام پر
ثابت قدمی سے قائم رہنا، آخر اس کا بندِ مصائب سے رہائی پانا — یہ سب کچھ ایک حقیقت
زیں افسانہ اور ایمان افروز داستان کی حیثیت رکھتا ہے اسلئے یہاں اس کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے؛

یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب کہ نیروبی ایک معمولی سا گمنام قصبہ تھا جو انسانی زندگی کے لوازمات
بالکل کفیل نہ تھا۔ یہاں آمد و رفت کے سہولت بخش ذرائع مفقود تھے۔ اکثر کاروبار بیل یا
گاڑیوں کے ذریعہ انجام پاتے تھے۔ تمام دفاتر گھاس پھوس کے چھپروں یا آہنی چادروں
کے جھونپڑوں میں ہوتے تھے (آج تو سرے سے کایا پلٹ ہو چکی ہے)

اُس زمانے میں برٹش گورنمنٹ کیطرف سے مسٹر ہوبلی نامی علاقہ کا کمشنر مقرر تھا جو تمام محکمہ جات کا افسر اعلیٰ اور صرف گورنر کے تحت تھا۔ اس کمشنر کے ہاں ایک نوعمر (انگریز) دوشیزہ بطور آیا مُلازم تھی جس کا نام "مس ڈیتام" تھا۔ یہ خاتون نہ صرف حُسنِ سیرت میں یکتا تھی بلکہ غیر مہذب سوسائٹی اور مغرب کی مسموم فضا سے بھی سخت مُتنفر تھی۔ گویا قصرِ فرعونی میں آسیہ کی مثل تھی۔

ایک روز (جمعہ سے تین چار یوم پہلے) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی کام کے لیے ڈاکخانہ تشریف لے گئے۔ ڈاک خانہ کے عین سامنے انہیں میاں غلام صاحب (جو ایک انگریز کے ہاں خانساماں کے فرائض انجام دیتے تھے) اور مذکورہ خاتون اکٹھے ملے۔ میاں غلام محمد صاحب نے خاتون کے کہنے پر شاہ صاحبؒ کو اپنے پاس بُلایا۔

جب شاہ صاحبؒ اُنکے قریب پہنچے تو خاتون نے آگے بڑھ کر اُنہیں مؤدبانہ سلام کیا اور یوں مخاطب ہوئی:

"شاہ صاحب! میں ممباسہ، زنجبار اور یہاں تمام لیڈروں سے تحریری طور پر یہ عرض کرچکی ہوں کہ میں برضا و رغبت خود مسلمان ہونا چاہتی ہوں، لیکن ہر ایک نے مجھے مسلمان کرنے سے انکار کردیا ہے۔ اب اپنی آرزوؤں کی آخری درخواست میں آپؒ کے سامنے پیش کر رہی ہوں"۔

آپؒ نے اُس سے دریافت فرمایا: "کہ یہ ایک ایسا فرض ہے: جس سے کسی مسلمان کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ آخر وہ کون سی وجوہ ہیں جن کی بنا پر تمہیں مسلمان کرنے سے انکار کیا گیا؟"

اس نے جواب دیا: "میں اپنے تمام حالات میاں غلام محمد صاحب کو بتا چکی ہوں۔ آپؒ ان سے دریافت فرما سکتے ہیں"۔

یہ سُن کر شاہ صاحبؒ نے اِس خاتون سے کہا کہ: "یہاں وقت بہت کم ہے، میں میاں غلام محمد سے حالات دریافت کروں گا۔ بہرحال تم جمعہ کے دن (نمازِ جمعہ کے وقت) جامع مسجد میں آجاؤ، انشاء اللہ تمہیں مسلمان کیا جائے گا"۔

وہ خاتون یہ سن کر بہت خوش ہوئی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میاں غلام کو اپنے ہمراہ لے کر واپس آگئے۔ میاں غلام محمد نے نہایت اختصار کیساتھ جو حالات بیان کئے وہ یہ تھے:

مس دینام ایک انگریز خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اِس کے ماں باپ لندن میں ہیں اور یہ کمشنر ہوبلی صاحب کے ہاں آیا کی خدمات انجام دیتی ہے۔ اِسے شروع ہی سے مختلف مذاہب کے مطالعہ کا بہت شوق رہا ہے چنانچہ اس نے عیسائیوں اور یہودیوں کی مذہبی کتب کے ساتھ ساتھ اسلامی کُتب کا بھی کثرت سے مطالعہ کیا ہے۔ اِس کا کہنا ہے کہ مجھے تمام مذاہب سے اِسلام میں سب سے زیادہ حقانیت نظر آئی ہے، خصوصاً اسلامی طہارت کا طریقہ تو مجھے اِس قدر پسند آیا ہے کہ میں ہمیشہ اسلام کے بتائے ہوئے طریقۂ طہارت کے مطابق عمل کرتی ہوں ـــــ میں ابھی اِسلام قبول کرنے کے متعلق کوئی آخری فیصلہ نہ کر پائی تھی کہ میری زندگی کی ایک بابرکت رات میں مجھے قندیلِ حقانیت دکھائی۔ اُس رات میں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک عظیم الشان دربار منعقد ہے۔ جس میں بہت سے بزرگانِ دین تشریف فرما ہیں۔ مجلس کی صدر نشین، آفتاب و ماہتاب کو شرما دینے والی ایک مقدس نورانی ہستی نظر آئی، جو سراپا نور تھی۔ اِس سے زیادہ حسین و خوبصورت چہرہ نہ زندگی بھر دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے بعد پھر کبھی نظر آیا ہے۔ میں نے عالمِ خواب ہی میں کسی سے اِس نورانی ہستی کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ "یہ سرکارِ دو عالم، فخرِ موجودات، آقا، نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے"۔ ـــــ یہ سُن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ کر عرض کیا۔ کہ:

حضورؐ! مجھے مسلمان کر لیجئے ـــ۔ فخرِ دو جہان، باعثِ کون و مکان ؐ نے ازراہِ کرم نوازی خواب ہی میں مجھے مسلمان کر دیا۔ لذّا حمد ہی ہے آنکھیں ایسی خیرہ ہوئیں کہ تن من دھن کی کوئی خبر نہ رہی مگر آنکھیں کھلتے ہی چاروں طرف یاس کا عالم تھا۔ بس اُسی دن سے کالی کملی والے ؐ کی موہنی صورت کو ترس رہی ہوں"۔

میاں غلام محمد نے مزید بتایا کہ "مس دینام نے لندن سے قرآنِ مجید کا انگریزی ترجمہ اور اسلامی کُتب (بزبانِ انگریزی) منگوائیں اور نہایت ذوق و شوق سے وہ ان کا مطالعہ کرتی رہی ہے اور اب اسلام لانے کی دِل و جان سے متمنی ہے مگر کوئی بھی دلی ناصر و معاون نہیں مل رہا ـــ عورت ذات ـــ پھر حکمران قوم کے اعلیٰ گھرانے سے تعلق رکھنے والی ایک نوعمر دوشیزہ ـــــ اس کا مددگار ہو تو کون ـــــ؟ محکوم قوم تو اس ضمن میں لب کشائی کو بھی ایک سنگین جرم تصور کرتی تھی۔

دُور تو چھپ نہیں سکتا۔" مس وینام نے نہایت غور و خوض کے بعد ایک خط سلطان صاحب والیٔ زنجبار کو تحریر کیا جس میں اُس نے اپنی رُوداد نہایت تفصیل کے ساتھ قلمبند کی اور ساتھ ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی تمنا کا اظہار بھی کیا۔ کیونکہ اسے خیال تھا کہ سلطان ایک اسلامی ریاست کے فرمانروا ہونے کی حیثیت سے ضرور میری دستگیری کریں گے۔ لیکن جب طویل انتظار کے باوجود کوئی جواب نہ ملا تو پھر سر علی لیوالیٔ ممباسہ کی خدمت میں بھی اسی قسم کی درخواست بھیجی اور نہایت دردمندانہ الفاظ میں لکھا کہ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیئے میری معاونت فرمائیں۔" مگر اقتدار کے حریص لیوالی نے مس وینام کے تمام کاغذات اپنی ایک وفادارانہ درخواست کے ہمراہ گورنر صاحب بہادر نیروبی کو ارسال کر دیئے ـــــ پھر کیا تھا ـــــ ایک آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا۔ گورنر صاحب یہ کاغذات دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئے، اور انہوں نے کمشنر صاحب کو طلب کر کے وہ کاغذات ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

کاغذات لے کر کمشنر صاحب جب اپنے بنگلے پر پہنچے تو غیظ و غضب کی تمازت سے ان کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ انہوں نے فوراً مس وینام کو طلب کیا اور کہا:

"تمہاری نسبت میں بہت بُری افواہیں سُن رہا ہوں اور خود تمہارے چہرے سے بھی یاس و مایوسی کی کیفیت عیاں ہے، حالانکہ تم کو یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم مذہب کے معاملہ میں خدا کے اکلوتے بیٹے سے بھی منحرف ہو رہی ہو، کیا یہ سب کچھ درست ہے؟"

مس وینام نے جواب دیا:

ملک سے دُوری، والدین کی جُدائی اور عزیز و اقارب کی یاد اکثر اوقات تردّد کا باعث بن جاتی ہے۔ باقی رہا مذہب کا معاملہ تو یہ انسان کا نجی حق ہے، اس پر کسی کا جبر نہیں ہے۔"

اس پر کمشنر صاحب بپھرے، اُنہوں نے وہ تمام کاغذات جو ممباسہ سے آئے تھے مس وینام کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا:

"تمہیں تبدیلی مذہب کا کوئی اختیار نہیں ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے کافی زجر و توبیخ کے بعد اسے یہ تنبیہہ کی کہ:

خبردار! آئندہ ایسی نامعقول حرکت سے تمہیں قطعاً باز رہنا ہوگا۔ ورنہ یاد رکھو کہ حکومت ہماری ہے قانون ہمارے ہاتھ میں ہے، خواہ مخواہ ذلیل ہونے کی کوشش نہ کرو، ورنہ سخت ذلت اٹھاؤ گی۔"

"مس دینام" کے جذبۂ توحید کو کمشنر صاحب کی تنبیہہ بھی متاثر نہ کر سکی۔ اگرچہ اب اس کی کڑی نگرانی شروع ہو چکی تھی۔ اور اس کے لئے کئی قسم کی پابندیاں عائد کی جا چکی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ بھیس بدل کر سومالیوں کے سرداروں سے بھی ملی۔ اور ان سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیا جائے۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ مسلمان ہونے کے بعد میں کسی مسلمان سے نکاح کرنے پر بھی آمادہ ہوں لیکن، حکومت کے خوف سے کسی نے اس کی حامی نہ بھری۔ ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ یہ نہایت کٹھن منزل ہے۔ انگریز ہمارے بال بچوں کو شکنجوں میں کس دے گا اور تمام مسلمانوں پر عتاب کے دروازے کھل جائیں گے۔"

اس کے باوجود مس دینام مایوس نہ ہوئی اور اس نے مسلمان لیڈروں تک رسائی کی کوشش جاری رکھی۔ آخر قادرِ مطلق نے اسے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رسائی کا موقعہ بہم پہنچا دیا اور میاں غلام محمدؐ کی وساطت سے اس نے اپنی درخواست شاہ صاحبؒ کے سامنے پیش کر سنا دی۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مس دینامؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے میاں غلام محمدؐ نے یہ بھی کہا کہ:

"میں نے مس دینامؒ سے یہ کہہ دیا تھا کہ یہاں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ تمہیں مسلمان بنا سکے۔ تمہاری پیاس صرف اس روحانی چشمۂ فیض ہی سے بجھ سکتی ہے۔" ——— لہٰذا اسی وقت سے وہ نہایت بے قراری کے عالم میں آپ سے ملاقات کی خواہش مند تھی اور آج اچانک ہی آپؒ سے ملاقات ہو گئی۔

شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے تمام حالات سننے کے بعد فرمایا:

"بے شک وہ بالکل نڈر ہو کر جمعۃ المبارک کے روز مسجد میں آ جائے بعد از فراغت نمازِ جمعہ اسے مسلمان کر دیا جائے گا۔" ———

چناں چہ میاں غلام محمد صاحب نے جا کر یہ مژدۂ جانفزا مس ڈینام کو سنا دیا۔
جمعہ کا مبارک دن آیا تو خاتون مذکور مسجد کو روانہ ہوئی۔ قریب آ کر دیکھا کہ مسلمان جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں اکٹھے ہو رہے تھے۔ بعد از نماز جمعہ مس ڈینام مسجد کے اندر آئی اور بلند آواز سے السلامُ علیکم کہا۔ مسلمان اسے دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میاں غلام محمد نے آگے بڑھ کر خاتون کی رہنمائی کی۔ اور اُسے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ اور کہا کہ مس صاحبہ مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔ اور مختصر سی حقیقت بیان کر دی۔

حاضرین کی اکثریت تذبذب میں تھی کہ حکومت کے سٹاف کے رکن ہونے کی وجہ ہے۔ اس کا مسلمان کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے مس ڈینام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"محترمہ! اس سے پیشتر کہ آپ اسلام کا اعلان کریں، آپ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ آپ وطن اور خاندان سے بہت دور ہیں۔ اور اسلام لانے کے بعد کسی یورپین کو آپ سے کوئی ہمدردی نہ رہے گی بلکہ حکومت کے سٹاف میں ہونے کی وجہ سے تکالیف کا بے پناہ طوفان اُمڈ آئیگا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہاں کی عیسائی مشنری بھڑک کر انتقام پر آمادہ ہو جائے گی۔ اسے ٹھنڈے دل سے سوچ لیں۔ اس کے علاوہ اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ گو یہ صحیح ہے کہ مسلمان ہر ممکن قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ مگر کینیا کے حالات مختلف ہیں۔ یہاں کے مسلمان یا تو بحیثیت ملازم یا بصورت کاروبار یہاں کی گورنمنٹ کے دست نگر ہیں۔ اگر گورنمنٹ کی مشینری حرکت میں آگئی تو ہو سکتا ہے کہ مسلمان آپ کی توقع کے مطابق مدد نہ کر سکیں۔ مس ڈینام نے واضح الفاظ میں اظہار فرمایا کہ:

"شاہ صاحبؒ! میں آپ کی بے حد مشکور ہوں کہ آپؒ نے جملہ حالات میرے سامنے رکھ کر مجھے مستقبل کے لیے فیصلہ کا اختیار دیا ہے۔ میرے مطالعہ میں ان لوگوں کے حالات رہے ہیں۔ جن کو اسلام لانے کے بعد انتہائی مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اور مجھے بھی یقین ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد میں بھی ان حالات سے کسی صورت بچ نہ سکوں گی۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے بدن کے رو ئیں روئیں میں گھر کر چکی ہے اللہ کے فضل و کرم سے آپ مجھے ہر معاملہ میں نہایت ثابت قدم پائینگے۔

اِس پر حاضرین میں سے بعض احباب نے کہا کہ ایک تو وہ حکومت کے سٹاف کی فرد ہے۔ اور دوسرے عورت ذات کا معاملہ ہے۔ اِس لئے بہتر ہے کہ تبدیلیٔ مذہب کے لئے اجازت نامہ لے آئے۔ جب مس دینام سے اِس امر کا اظہار کیا گیا۔ تو پہلے تو وہ اِس سے متفق ہو گئی اور عدالت کو جانے لگی، لیکن چند قدم چل کر وہ پھر مڑی اور حاضرین سے کہا:

"آپ مجھے اُن بھیڑیوں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں جو اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی مجھ پر سب و شتم کے دروازے کھول دیں گے۔ اِنسان فعلِ مختار پیدا کیا گیا ہے۔ مروجہ قانون اِس کی بالکل اجازت دیتا ہے میں نہ تو کسی کی زرخرید لونڈی ہوں اور نہ ہی نابالغ ہوں پھر مجھ پر اجازت نامہ کی پابندی کیوں ہے۔ یاد رکھو اگر آپ لوگوں نے آج اِس مقدس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی اور مجھے یہاں سے مایوس واپس کر دیا۔ تو میرے پاس اب ایک ہی علاج ہے کہ میں خودکشی کی حرام موت پر مجبور ہو جاؤں اور اس کا وبال آپ لوگوں کی گردن پر ہوگا۔"

اِس کے بعد مس دینام نے حضرتِ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"شاہ صاحبؒ! اگر آپ بھی انکار کرتے ہیں تو قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں، میں آپؒ کی دامن گیر ہوں گی کہ آپؒ نے ایک مظلوم کی کوئی دادرسی نہ کی۔"

حضرتِ شاہ صاحبؒ نے جواب میں فرمایا:

"محترمہ! یہاں انکار کا سوال نہیں، صرف خدشہ یہ ہے کہ آپ عورت ذات ہیں، نوجوان ہیں آپکو مسلمان کرنے کے بعد یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو زبردستی مسلمان کیا گیا ہے۔ آپ بیشک عدالت نہ جائیے اور ڈپٹی کمشنر کا اجازت نامہ بھی نہ لائیے۔ مگر اپنے ہاتھ سے ہمیں چند سطور لکھ دیجئے۔ کہ میں کسی جبر و اکراہ کے بغیر صرف اپنی خوشی سے مسلمان ہو رہی ہوں۔"

اِس پر مس دینام نے فوراً کاغذ طلب کیا اور حسبِ ذیل سطور تحریر کر دیں:

"نہ مجھے کسی قسم کا عارضہ ہے نہ مجھ پر جادو ٹونے کا اثر ہے۔ نہ ہی مجھے ورغلایا گیا ہے۔ اور نہ ہی کسی دنیاوی فرد سے عشق و محبت کا سلسلہ ہے۔ اور نہ ہی کسی دنیاوی غرض و لالچ کی وجہ سے عیسائیت کو ترک کر رہی ہوں۔ بلکہ برضا و رغبت، بقائمی ہوش و حواس، بغیر کسی جبر و اکراہ کے صرف مذہبِ اسلام کی حقانیت کو دیکھ کر مسلمان ہو رہی ہو رہی ہوں۔

اِس کے بعد حضرتِ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے خاتون مذکور کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا
اَحکامِ اسلام سے روشناس کرایا۔ اور جب اس کا اِسلامی نام رکھنے کا مسئلہ پیش آیا تو مس دینام نے
خود کہا: "حضرتِ شاہ صاحب! مجھے سکینہ نام بہت پسند ہے۔"!

چنانچہ آپؒ نے اس کی حسبِ پسند، اس کا نام سکینہ رکھا۔

اس کے بعد حضرتِ شاہ صاحبؒ قدس سرہ العزیز نے حکومت سے پُرانے تعلقات و منصب
بیان کرتے ہوئے اپیل کی کہ اگر خاتونِ محترمہ کے خلاف اب کُو واقعات پیش آئیں تو آپ حضرات کا فرض ہے
کہ اس کی ہر ممکن معاونت کریں۔

اِن حالات کو دیکھ کر بعض کمزور دل مسلمانوں نے وہیں کہنا شروع کر دیا کہ اِس خاتون کو مسلمان
کر کے دَر حقیقت مسلمانوں کے لئے مصیبتوں کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ کیوں کہ حکومتِ وقت مسلمانوں
کی اِس جرأت کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

اِس کے بعد شاہ صاحبؒ نے حاضرین سے درخواست کی کہ خاتون مذکور اب اپنے مکان پر
واپس نہیں جانا چاہتی۔ کیا کوئی اہل وعیال والا مسلمان اسے اپنے گھر لے جانے کو تیار ہے؟ تاکہ
کوئی مُستقل انتظام ہونے تک وُہ آرام سے دن گزار سکے۔ بڑی پس و پیش کے بعد ایک بابو صاحب
اِس پہ آمادہ ہوئے۔ اتنی دیر میں سکینہ خاتون ٹوپی اُتار کر اب برقع پہن چکی تھی۔ وہ اسے اپنے ہمراہ گھر
لے گیا، لیکن حکومت کے خطرہ کے پیشِ نظر پھر واپس لے آیا۔ آخر شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے
حجرہ مبارک سے متصل دوسرے کمرہ میں سکینہ کی رہائش کے لیے انتظام کر دیا گیا۔

چند دن کے اندر اندر مسلمانوں کی طرف سے سکینہ خاتون کو متعدد ایسے خطوط ملے جن
اسے نکاح کا پیغام دیا گیا تھا۔ ان تمام پیغامات کو دیکھ کر محترمہ سکینہ خاتون نے
افریقہ پر کسی سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ:

"ہاں اگر شاہ صاحبؒ راضی ہوں تو میں اُن کی غلامی کو قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

حضرتِ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک جب یہ اطلاع پہنچی تو آپؒ محترمہ سکینہ خاتون
ملے اور کھلے الفاظ میں اس پر یہ واضح کر دیا کہ بیٹی! اگر میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں
اس سے اسلام پر بٹہ لگے گا۔ اور مخالفین اس چیز کو ہوا دیں گے، تم پہ ور غلانے اور

وہ ارمان نکالیں گے، میں نے تم کو بیٹی کہا ہے، جب تک زندگی ہے تمہارے حقوق ایک باپ کی
حیثیت سے پورے کرنے کو تیار ہوں۔ ہاں البتہ یہ کہ دنیا میں ایسے مسلمان موجود ہیں جو صاحب جائداد
بھی ہیں اور صاحب علم بھی۔ ان میں سے جس کے ساتھ تمہاری مرضی ہو نکاح کر سکتی ہو میں تمہاری
ہر ممکن معاونت کو تیار ہوں۔"

اس پر سکینہ خاتون نے کہا کہ:

"حضرت صاحبؒ! میری دلی خواہش ہے کہ ایک دفعہ میں مدینہ طیبہ پہنچ جاؤں اس
کے بعد اپنے مستقبل کا فیصلہ کروں گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ العزیز نے اس کی تکمیل
کا وعدہ فرما لیا۔

سکینہ خاتون نے گزارش کی کہ چند دن کے لئے مجھے ممباسہ بھیج دیا جائے۔ آپؒ نے اس
پر رضامندی کا اظہار فرمایا اور فوراً ممباسہ بھیجنے کا انتظام شروع کر دیا۔

اس عرصہ میں کمشنر جوبلی صاحب نے پولیس میں رپورٹ درج کرا دی تھی کہ مس دینام
غائب ہے اس کی تلاش کی جائے اور پولیس تلاش میں مصروف تھی۔

محترمہ سکینہ خاتون کی نیروبی سے روانگی

اس واقعہ کو میاں عبدالرحمن صاحب (جو نکورو میں مقیم ہیں) نے [illegible]
بیان کیا ہے۔ اس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ محترمہ سکینہ خاتون کو ہاتھی ریور سے گاڑی
پر سوار کیا گیا کیونکہ سی آئی ڈی اس کی تلاش شہر کے کونے کونے میں کر رہی تھی — لیکن حقیقت
یہ ہے کہ محترمہ سکینہ خاتون کو نیروبی سٹیشن سے ہی گاڑی پر سوار کیا گیا تھا۔ کیوں کہ اب
وہ برقع پہن چکی تھی۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے بسم اللہ پڑھ کر خاتون مذکورہ کو
[illegible] کے حوالے کیا تھا۔ دو آدمی ہمراہ کر دیئے گئے تھے کہ وہ اسے ممباسہ میں حاجی سیٹھ آدم کے
ہاں پہنچا آئیں۔ ساتھ ہی شاہ صاحبؒ نے حاجی آدم صاحب کو ایک خط بھی لکھ دیا تھا
[illegible] اللہ والے کی نگاہ کیمیا کے صدقے میں محترمہ سکینہ خاتون خیریت سے ممباسہ پہنچ
گئی اور اس نے حاجی آدم کے مکان پر سکونت اختیار کر لی۔

خاتون مذکورہ کو پہنچانے والوں کے ہاتھ حاجی آدم صاحب نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

جو خط تحریر کیا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

"اگر آپ خود ممباسہ تشریف لے آئیں تو ہمارے لئے یہ باعث صد افتخار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ آپ کے مشورہ سے سکینہ خاتون کو مدینہ منورہ روانہ کیا جا سکے گا۔"

آپ نے سکینہ خاتون کا بقایا سامان اپنے حجرۂ مبارک میں رکھا اور خود ممباسہ روانہ ہو گئے۔ اسی دوران میں کسی بد باطن نے پولیس میں یہ رپورٹ کر دی کہ مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوجوان انگریز لڑکی کو مسلمان کر کے خفیہ طور پر ممباسہ بھیجدیا ہے اور اب خود بھی ممباسہ تشریف لے گئے ہیں۔

چونکہ سکینہ خاتون کی شخصیت کوئی معمولی تو تھی نہیں، پولیس تو پہلی صاحب کی رپورٹ پر پہلے ہی تلاش میں تھی، یورپین طبقہ اور پادریوں میں الگ ہیجان برپا تھا۔ اطلاع ملتے ہی پولیس نے فوراً شاہ صاحب کے سمن جاری کر دیئے۔ اس پر حضرت شاہ صاحب کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی، آپ فوراً نیروبی تشریف لے آئے اور پولیس آپ کی خانہ تلاشی کے وارنٹ لے کر آ پہنچی۔

شاہ صاحب کی خانہ تلاشی اور کرامت

سب سے پہلے پولیس افسر نے آپ سے سوال کیا: کیا یہ صحیح ہے کہ آپ نے حکومت وقت کے غیظ و غضب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اِس قوم کی ایک نوجوان لڑکی کو پھسلا کر مسلمان کر دیا ہے؟

شاہ صاحب نے بے دھڑک جواب دیا:

"انگریزوں سے زیادہ مجھے خدا اور رسول کا خوف دامن گیر ہے، وہ خود بغیر کسی کے ورغلانے کے جمعہ کے دن مجمع عام میں مسجد میں آئی۔ اور اس نے خود ہی مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی اس لئے اُسے مسلمان کر لیا گیا جس کا ثبوت اس کی یہ تحریر ہے"

محترمہ سکینہ خاتون کی تحریر دیکھ کر پولیس اگرچہ لاجواب ہوگئی، مگر خانہ تلاشی پہ مصر رہی۔

آپ نے مکان کی چابی پولیس افسر کے حوالے کر دی اور خود دروازے میں کھڑے ہو گئے پولیس نے دروازہ کھولا، کونہ کونہ کی تلاشی لی گئی۔ مگر سامان اندر ہوتے ہوئے بھی باوجود انہیں کچھ

نظر نہ آیا ـــــ یہ سب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی دُعا کا نتیجہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پہ پردہ ڈال دیا اور ان کو محترمہ سکینہ خاتون کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔

باہر آکر کہنے لگے:

"شاہ صاحب! ناراض نہ ہونا۔ یہ ایک ڈیوٹی تھی۔ جو حکومت کی طرف سے ہمارے سپرد تھی، ہم اس کی بجا آوری کے لئے خانہ تلاشی پر مجبور تھے مگر ہمیں آپؒ کے حجرے سے کوئی مشکوک چیز دستیاب نہیں ہوئی۔"

آپؒ نے فرمایا:

"مجھے کوئی رنج نہیں، آپ نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ میری طرف سے پھر بھی اجازت ہے کہ آپ دوبارہ تسلی کرلیں کیوں کہ اگر کچھ ہے تو یہیں (اسی کمرے میں) موجود ہے مگر انہوں نے کہا: حضرت! ہم ہر طرح تسلی کر چکے ہیں۔ لیکن آپؒ ہمیں اس لڑکی کا پتہ دیں کہ وہ کہاں مقیم ہے؟"

آپؒ نے جواب دیا کہ: وہ ممباسہ چلی گئی ہے۔"

اس پر سکینہ خاتون کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرکے ممباسہ بھیج دیئے گئے، اور حضرت شاہ صاحبؒ کو پولیس نے تا حکم ثانی آپ نیروبی سے باہر تشریف نہ لے جائیں۔"

ممباسہ پولیس جب وارنٹ لے کر سیٹھ حاجی آدم صاحب کے مکان پر پہنچی تو سیٹھ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہاں کوئی انگریز لڑکی آپ کے ہاں قیام پذیر ہے؟

حاجی آدم صاحب نے جواب دیا: کسی یوروپین وغیرہ کا تو مجھے علم نہیں، البتہ تین چار دنوں سے ایک سکینہ نامی مسلمان لڑکی میرے ہاں بطور مہمان اُتری ہے۔

پولیس انسپکٹر نے کہا: براہ مہربانی مجھے بلا دیجئے۔

حاجی صاحب اندر آئے اور سکینہ خاتون کو اطلاع دی کہ اگر آپ اجازت دیں تو پولیس انسپکٹر صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں، اُنہیں اندر بُلا لاؤں۔

سکینہ خاتون کی اجازت سے پولیس انسپکٹر صاحب اندر تشریف لے آئے اور، سکینہ خاتون نے اُن سے پوچھا:

"فرمایئے مجھ سے کیا کام ہے؟ آپ لوگ خواہ مخواہ میری عبادت میں کیوں مخل ہو رہے

ہیں ؟"

انسپکٹر: "مجھے نیروبی سے حکم ملا ہے کہ میں آپ سے یہ دریافت کروں کہ آپ نے مذہب کیوں تبدیل کیا ہے اور دین مسیحیت میں کیا برائی دیکھی ہے جو اسے ترک کر دیا ہے۔ ساری دنیا پہ اس وقت عیسائیت کا سکہ چل رہا ہے، آپ کو عیسائیت سے اتنی نفرت کیوں ہو گئی کہ آپ نے اس غلام مذہب کو اس پر ترجیح دی۔ اگر شادی کی ضرورت ہے تو اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ کا انگریز اس کے لئے مستعد ہے۔"

سکینہ خاتون: "میں نے دُنیا جہان کے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے، مگر جو شانِ صداقت مجھے اسلام میں نظر آئی ہے وہ میں نے کہیں نہیں پائی۔ مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہے، مجھے کسی شادی کی ضرورت نہیں۔"

انسپکٹر: "کچھ ذریعہ معاش ہی کا خیال کیا ہوتا۔ آپ ایک قلاش مذہب میں جا کر در بدر کی ٹھوکریں کھائیں گی۔"

سکینہ خاتون: "رازق سب کا خدا ہے انگریز نہیں۔ جب وہ خالق حقیقی پتھر میں کیڑے کو روزی دے سکتا ہے۔ تو میں تو انسان ہوں اور اس کے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عاشق بھی مجھے کیا فکر؟ —— علاوہ ازیں میرے پاس دو ہنر ہیں:

(۱) ڈاکٹری۔ (۲) بچوں کو بخوبی پڑھا سکتی ہوں۔

رہا حکومت کا زعم، تو میرے لئے یہ حقیقت بیان کر دینا کافی ہو گا کہ اس وقت بھی سلاطین استنبول تمام یورپ کو دبے کے بچنے جیسوار ہے ہیں بہر حکومت، کسی مذہب کی حقانیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ یہ سب عارضی اقتدار ہے حقیقی عزت، دربارِ خداوندی میں قبولیت حاصل ہے۔"

انسپکٹر صاحب کافی دیر تک سوال و جواب کرتے رہے جب وہ بالکل مایوس اور لاجواب ہو گئے تو انہوں نے واپس جا کر ساری کیفیت ڈپٹی کمشنر ممباسہ کو بیان کر دی۔ اور ڈی۔سی اور پولیس نے صلاح مشورہ کے بعد متفقہ طور پر چار انگریزوں اور دس سپاہیوں کی معیت میں شب کو نو بجے حاجی آدم صاحب کے دولتکدہ پہ سکینہ خاتون کے وارنٹ گرفتاری دے کر بھیج دیا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں جا کر سکینہ خاتون کو فہمائش کی کہ وہ بلا عذر و تاخیر منگنی سے

باہر آجائے۔
سکینہ خاتون نے جواب دیا: "اس وقت تمہارا یہاں کیا کام؟ کیا میں خونی ہوں یا ڈاکو؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ دائرہ تہذیب سے نکل رہے ہو، آپ لوگوں نے جو کچھ کہنا ہے میں سن رہی ہوں مجھے آپ لوگوں کی مکاری اور بدتہذیبی سے خطرہ ہے، اس لئے میں مکان سے نیچے نہیں آؤنگی جو کچھ کہنا ہے کہیئے ورنہ بیشک تشریف لائیے، ہر طرح آپ کو مطمئن کردوں گی۔
پولیس کو خطرہ تھا کہ اگر سبھی کو گرفتار کیا گیا تو اس گرفتاری پر یہاں کے قبائلی مسلمان مخالف ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے سکینہ خاتون کو دھوکہ دے کر گرفتار کرنے کی کوشش شروع کردی۔
انسپکٹر نے کہا: میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ ہم آپ سے کوئی دھوکہ نہیں کریں گے چند ضروری سوالات پوچھ کر چلے جائیں گے۔
سکینہ خاتون نے جواب دیا: "مجھے خوب معلوم ہے کہ مسیحیت میں حلف کی کوئی قدر و قیمت نہیں لیکن اب میں اسلامی ایمان رکھتے ہوئے اس پر اعتماد کرلیتی ہوں
یہ کہہ کر سکینہ خاتون جونہی مکان سے نیچے اتری، ان جلادوں نے چاروں طرف سے اسے گھیر لیا۔ پہلے تو نرمی سے تبلیغ کرتے رہے اور آگے سے دندان شکن جواب ملتے رہے۔
آخر جب سکینہ خاتون نے اپنے اس فیصلہ کا اظہار کیا کہ "میں کسی قیمت پر بھی دینِ محمدی ترک نہیں کرسکتی" تو انہوں نے وارنٹ گرفتاری پیش کر کے، اُسے بازو سے پکڑ لیا۔ اور نہایت بے رحمی سے کھینچتے ہوئے لے گئے ـــ خاتون مذکور کو لے جاکر ایک قلعہ میں غیر معین مدت کے لئے بند کر دیا گیا۔
دوسرے دن صبح ایک ڈاکٹر سے کہا گیا کہ وہ اس کا معائنہ کرے، اور دیکھے کہ اس کے دماغ میں کوئی فتور تو نہیں۔
ڈاکٹر نے معائنہ کیا، اور ٹھیک درست پاکر سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر ناکام ہو کر واپس گیا۔
اس کے بعد سکینہ خاتون کے سامنے انگریزی طرز کا ناشتہ پیش کیا گیا۔ مگر اس نے اُسے کھانے سے انکار کردیا، اور کہا کہ: "جب تک مسلمان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں آئے گا،

میں نہیں کھاؤں گا، چنانچہ اُسے مسلمان ہوٹل سے کھانا منگوا کر دیا گیا۔

صبح جب حاجی آدم صاحب کو رات کے واقعہ کا علم ہوا تو ان کو سخت رنج ہوا۔ سب سے پہلے اپنے وکیل کی معرفت درخواست دی کہ جب تک خاتون نظر بند ہے، ان کو کھانا پہنچانے کی اجازت دی جائے: ڈی سی نے کافی لیت و لعل کے بعد اس درخواست کو قبول کر لیا۔

اس کے بعد پادریوں کی باری تھی، یکے بعد دیگرے سب آئے، انہوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر سکینہ خاتون کو سمجھانے کے لئے اپنا پورا زور بیان صرف کیا اور اسلام کے خلاف بہت کچھ بُرا بھلا مواد پیش کیا گیا۔

سکینہ خاتون کا اسلامی تعلیم کا مطالعہ اب بہت وسیع ہو چکا تھا اس لیے وہ ایک ایک بات کا جواب دیتی رہی۔ جب نرمی سے بات بنتی نظر نہ آئی تو دھمکیوں پر اتر آئے۔ اور کہنے لگے:

"ابھی تو تمہاری مسلمانی کی ابتدا ہے اور اس تنگ و تاریک کوٹھڑی کے فرش ہی کو تمہارے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ آئندہ وہ حالات پیش آئیں گے کہ تم ہرگز برداشت نہ کر سکوگی۔"

سکینہ خاتون نے جواب دیا:

الحمد للہ! آج مجھے اپنے جرم کا پتہ چل گیا ہے میں سمجھ رہی تھی کہ مسٹر ہوبلی صاحب نے کہیں مجھ پر چوری وغیرہ کا الزام نہ عائد کر دیا ہو۔ اب میں آپ سے برملا کہتی ہوں کہ مدنی پیا صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت میرے رگوں رگوں میں سما چکی ہے ــــ انسان کو ہر چیز سے اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ مگر آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اگر یہ جان بھی کام آجائے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی اور نجات کا باعث سمجھوں گی

چنانچہ اس کے بعد سکینہ خاتون پر تشدد کے دروازے کھول دیئے گئے اور ہر طرح سے اسے مجبور کیا جانے لگا کہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائے اور اپنی تبدیلی مذہب کا سارا بوجھ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ اقدس پر ڈال دے۔ مگر وہ شمعِ رسالت کی پروانہ اس کیلئے مطلق آمادہ نہ ہوئی۔

اسی دوران میں حاجی آدم صاحب نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو صورتِ حال سے اطلاع دی تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا:

رب العزت! بچی کو ثابت قدمی عطا فرما۔ یا الٰہی! اسے اپنی نگہداشت میں رکھیو — پروردگار حقیقی!! اسے جملہ مصائب سے بچائیو اور ظالموں کے پنجہ سے رہائی دلا کر اسے منزلِ مقصود تک پہنچائیو —!

جب یہ خبر عام ہوئی تو مسلمانوں میں جوش پیدا ہونے لگا۔ اور شہر کی فضا مکدر ہونے کی افواہ پھیلنے لگی۔ ان حالات کو دیکھ کر افسرانِ بالا نے ایک یورپین افسر کی زیرِ نگرانی سکینہ خاتون کو فوراً زنجبار روانہ کر دیا۔ کہ چار اقوام کونسل کے سامنے پیش کیا جائے اور وہاں جو فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اس طرح مسلمانوں کے بھڑک اٹھنے اور شہر کی فضا کے مکدر ہونے کا خطرہ بھی ٹل گیا۔

زنجبار پہنچکر سکینہ خاتون کو جنرل کونسل کے سامنے پیش کیا گیا جب انہوں نے سکینہ خاتون کا ماجرا سُنا تو انہوں نے اس سے کہا:

بہتر ہے کہ تو اب بھی تبدیلیٔ مذہب سے باز آجا ہم تجھے نہایت باعزت طور پر بری کر دیں گے اور آئندہ بھی تمہاری زندگی کا لائحہ عمل تمہاری مرضی کے مطابق طے کیا جائے گا۔ ورنہ ہمیں حکومت کی پالیسی کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔

سکینہ خاتون نے جرأت مندانہ لہجے میں جواب دیا:

"مجھے سمجھانا تضیعِ اوقات کے مترادف ہے۔ میری حیات و موت مذہبِ اسلام سے وابستہ ہے۔ میں اسلام کے آئین کو قبول کر چکی ہوں، اور اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے نہیں روک سکتی۔"

جنرل کونسل نے کافی بحث و تمحیص کے بعد سکینہ خاتون کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں تڑوا دیں۔ لیکن اسے دُور ایک جنگل جیل (کسی جگہ) میں نظر بند کر دیا۔

ان حالات کی اطلاع جب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو پہنچی تو آپؒ نے جمعہ کے دن وعظ میں عوام سے یہ اپیل کی کہ وہ سکینہ خاتون کی امداد کے لئے ہر ممکن امداد کریں۔ اس پر اسی وقت وہیں پندرہ سو روپے جمع ہو گئے۔

بعد از نمازِ جمعہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، چند معززینِ شہر کی معیت میں سٹر برن

وکیل کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے پاس جا کر مدعا ظاہر کیا۔

وکیل نے جواب دیا کہ میں اپنے ساتھی وکیل زنجبار سے بذریعہ تار دریافت کرتا ہوں کہ مقدمہ کی اصل نوعیت کیا ہے ؟ آپ کل تشریف لائیں حالات کے مطابق فیس وغیرہ طے کرنے کے بعد، مقدمہ کی پیروی کی جائے گی۔

دوسرے دن وکیل نے شاہ صاحبؒ کو خود بلایا اور بتایا کہ تار کا جواب مثبت میں ملا ہے۔ مقدمہ کی پیروی کے لئے بارہ سو روپے بطور فیس ہوں گے۔ آخر کار ایک ہزار پر فیصلہ ہو گیا۔ جو اسی وقت ادا کر دیا گیا۔

مسٹر بین وکیل نے اپنے ساتھی وکیل کو فوراً بذریعہ تار مقدمہ کی پیروی کے لئے مطلع کر دیا۔ وکیل زنجبار نے سکینہ خاتون سے ملاقات کی۔ پھر معاملہ عدالت میں پیش کرنے کی درخواست دے دی۔ چنانچہ مقدمہ شروع ہوا تو سکینہ خاتون کو پھر عدالت میں طلب کیا گیا۔ پبلک پراسیکیوٹر نے مقدمہ پیش کرتے ہوئے کہا:

"مس وینام کو پاگل پن کا عارضہ لاحق ہوا تھا اور وہ مسٹر ہوبل کمشنر نیروبی کے بنگلے سے یکایک غائب ہوگئی۔ جس کی رپٹ پولیس میں درج ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی شبہ ہے کہ اس نے بدچلنی کی صورت میں کسی کے ساتھ راہ و رسم بڑھانے کے لئے تبدیلیٔ مذہب کی آڑ لی۔ ورنہ اسے کیا ضرورت تھی۔ کہ انگلینڈ سے آکر عدن میں ٹھہر کر مذہب تبدیل نہ کرتی اور کینیا میں آکر تبدیلیٔ مذہب کا ڈھونگ رچاتی، اس نے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے ایک بناوٹی خواب گھڑ لیا۔ اور پھر خفیہ طور پر نیروبی سے ممباسہ بھاگ گئی"۔

عدالت: مس وینام! تم پر فرد جرم لگائی گئی ہے۔ اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے ___؟

سکینہ خاتون: جناب عالی! میں تہذیب و انصاف کے نام پر آپ سے بصد عجز درخواست کرتی ہوں کہ مجھے "مس وینام" کے نام سے مخاطب نہ کیا جائے۔ اب میرا اسلامی نام سکینہ خاتون ہے۔ اس نام کے بغیر کسی نام سے بھی اگر مجھے مخاطب کیا گیا تو میں قطعاً

کوئی جواب نہ دوں گی، چاہے مجھے سزا ہو جائے۔

عدالت: مس سکینہ خاتون! عدالت آپ کا مطالبہ تسلیم کرتی ہے، آئندہ آپ کو اسی
نام سے پکارا جائے گا۔

سکینہ خاتون: جناب عالی! نہ مجھے کسی قسم کا عارضہ لاحق ہے نہ ہی کسی سازش
سے متاثر ہوں یا کسی غرض و غایت کے پیش نظر میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ کاش وہ نورانی چہرہ
میں انگلینڈ میں عدن میں دیکھ لیتی تو یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ میں اسلامی تعلیم کے مطالعہ
کے بعد، بغیر کسی جبر و اکراہ کے، بقائمی ہوش و حواس اپنی مرضی سے مسلمان ہوئی ہوں۔ جب
میں انگریزی تہذیب کی پابند تھی، میرا دین مسیحیت تھا، اس وقت تک میں عاقل، مہذب
اور شریف تھی۔ لیکن آج صرف تبدیلی مذہب کی بنا پر مجھ پر ہر قسم کا بہتان لگایا جا رہا ہے۔
عالی جناب! اگر میں بد اخلاق، بدچلن اور پاگل ہوں تو مجھے عیسائی بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور
کیوں لگایا جا رہا ہے۔ اور ایک مظلوم و بے گناہ کو یوں پریشان کیوں کیا جا رہا ہے؟

عدالت: اگر تم نے برضا و رغبت دینِ اسلام قبول کیا تھا تو نیروبی سے ممباسہ بھاگنے
کی کیا ضرورت تھی؟

سکینہ خاتون: عام لوگوں کی پیشگوئیوں اور پولیس کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر
روانگی کے لئے میں ممباسہ چلی آئی تھی۔ ورنہ کسی جرم کا ارتکاب تو نہیں کیا تھا؟

عدالت: تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ افریقہ میں تبدیلی مذہب کا یہ اقدام انگریزوں کی
حیثیت اور عزت کا سوال ہے۔ تمہاری اس زبوں حرکت سے انگریز قوم کی سخت توہین ہو رہی
ہے۔

سکینہ خاتون: ہندوستانیوں اور سیاہ فام حبشیوں سے سینکڑوں انگریز لڑکیوں
کا ازدواجیت میں منسلک ہو جانا توہین نہیں ہے مگر صرف میری تبدیلی مذہب سے یہ شور برپا کیا گیا
میں کوئی حضرت مسیح علیہ السلام کی فرستادہ حور یا لاٹ پادری کنٹربری کی چیلی نہ تھی جس سے کہ میرے
مذہب سے نکل جانے سے حکومت کو خدشہ کا باعث ہوتا۔ میں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا
بیٹا ماننے کی بجائے، ایک اولوالعزم پیغمبر مان لیا ہے۔ میں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت مسیح

کو پھانسی جیسی ذلیل موت سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اہلِ یہود سے ہر طرح مامون و محفوظ رکھ کر اپنے پاس اُٹھا لیا ہے۔

عدالت: تُو نے بغیر اذنِ ماں باپ، مذہب تبدیل کیا ہے اس لئے تُو مستوجب سزا ہے۔

وکیل خاتون: حضورِ والا! میری مؤکلہ نے اب تک جو جوابات عدالت میں دیئے ہیں وہ نہایت معقول، مدلّل اور دائرہ تہذیب کے اندر رہ کر دیئے ہیں اور انصاف طلب کیا ہے میری مؤکلہ ایک مہذب قوم کی لکھی بالغہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ اسے اذن لینے کی مطلق ضرورت نہیں رہتی۔ یہ اپنے بھلے بُرے کی خود ذمہ دار ہے۔

عدالت نے تیوری پڑھا کر اسے دیکھا لیکن دلیل لاجواب تھی، اس لئے فیصلہ دیا کہ:

سکینہ خاتون کو باعزت طور پر بری کیا جاتا ہے!

وکیل خاتون کو ہمراہ لے کر بنگلہ پر آیا اور مسٹر برن کو مقدمہ کی کامیابی پر مبارکباد کا تار دیا مسٹر برن نے فوراً شاہ صاحبؒ کو مقدمہ کا فیصلہ سنایا اور مبارکباد دی۔

اس کے بعد سکینہ خاتون کا خط ملا جس میں مفصل روئداد تحریر تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ "اب میں جہاز چلنے پر عازم عدن ہو جاؤں گی۔ اور والدین سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کے بعد حرمین الشریفین جاؤں گی اور مکہ معظمہ میں حج سے فارغ ہو کر بقیہ زندگی اپنے پیارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گزاروں گی۔"

اس کے بعد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو سکینہ خاتون کا دوسرا خط عدن سے ملا جس میں اس نے بخیریت والدین کے پاس پہنچنے کی اطلاع دی تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ والدین نے پہلے تو تبدیلیٔ مذہب پر اعتراض کیا۔ لیکن جب وہ میرے ارادے کی پختگی سے مطلع ہوئے تو انہوں نے اس پر اصرار کیا۔ کہ میں عدن ہی میں ان کے قریب ہی رہ کر کسی مسلمان سے نکاح کرلوں، مگر مجھے ان کی یہ شرط بھی منظور نہیں ہے۔ صرف ایک ہی دھن ہے کہ کسی طرح جلد از جلد مدنی پیا کے قدموں میں پہنچوں۔

اس کے بعد سکینہ خاتون نے اپنے ایک خط میں تحریر کیا:

حرمین الشریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہو رہی ہوں۔ والدین نے بخوشی اجازت دے دی ہے۔ انہوں نے مجھے زادِ راہ کے علاوہ مزید خرچہ بھی دیا ہے اور وہ نہایت خوشی کے ساتھ مجھے رخصت کر رہے ہیں۔ اور اب میں حرمین الشریفین کو جا رہی ہوں

حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر بھی سکینہ خاتون نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کو دو تین خط لکھے، جن میں وہ اپنی اِس دلی خواہش کا اظہار کرتی تھی کہ:

کاش اب زیست و موت کا رشتہ اسی ارضِ پاک سے وابستہ رہے ممکن ہے کہ قیامت کے دن یہی جذبۂ مودّت ہی میرے لئے ذریعۂ نجات بن جائے ؎

ہمارے پاس ہی کیا ہے جو فدا کر دیں
مگر یہ زندگیٔ مستعار رکھتے ہیں

اس کے بعد اس مجاہدہ کے یقینی حالات و واقعات خفا میں ہیں، صرف اتنی شنید ہے کہ محبوبِ کبریا کے درِ اقدس پر تین سال گزارنے کے بعد گورنرِ مصر سے نکاح کر لیا اور اسی کے ساتھ مصر چلی گئی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

ہو نہیں سکتے بیاں اس کے مقاماتِ بلند
جو کہ اِک درویش بھی ہو صاحبِ لولاک بھی

روانگی یوگنڈا: اس دوران میں آپؒ کا نکورو والا ٹھیکہ جو کہ روڑی کوٹوانے سے متعلق تھا۔ پورا ہو چکا تھا سڑکیں اور ریلوے لائن اب یوگنڈا جاری تھی، آپؒ نے بھی اپنا مرکز بدل لیا۔ اور ۱۹۰۷ء کے بعد علاقہ یوگنڈا میں تشریف لے گئے۔

سب سے پہلے پی۔ ڈبلیو۔ ڈی (P.W.D) کے پلوں کی ٹھیکیداری لے کر کام شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام کا کام بھی جاری رکھا۔ یہ کام ختم ہونے کے بعد آپؒ نے سروٹی کے مقام پر قیام فرمایا۔ اور نصیر خاں صاحب کی شراکت میں (جو بعد میں شیر سے لڑ کر فوت ہوئے تھے) گویا گائیں بکریاں اور بیلوں کی تجارت کا سلسلہ شروع کیا اور یہ کاروباری سلسلہ ایک مدت تک سروٹی میں جاری رہا یہاں پر تبلیغ اسلام کیساتھ اب تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اور اس علم دینی سے بے شمار چشمے جاری ہوئے۔

اس کے بعد آپؒ کاروباری سلسلہ میں جینجہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپؒ نے کاروبار کو بہت وسعت دی۔ مکانوں کی تعمیرات کی ٹھیکیداری کے ساتھ ساتھ پختہ اینٹوں کے بھٹوں کا کاروبار بھی شروع کر دیا اور خدا کے فضل سے اس کاروبار میں بے پناہ وسعت ہوئی لیکن کاروبار کی یہ وسعت اور مصروفیت آپ کے تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام میں غفلت کا باعث نہ بن سکی۔

اس عرصہ میں یوگنڈا کے اندر بھی آپ کا تبلیغ و تعلیم اسلام کا سلسلہ نہایت وسعت پذیر رہا۔ آپؒ کے دستِ حق پرست پر ہزارہا کی تعداد میں اہالیانِ یوگنڈا مشرف بہ اسلام ہوئے آج بھی یوگنڈا کے وسیع علاقہ میں آپؒ کے افریقین شاگردوں میں بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں۔ جو اب بھی یوگنڈا میں تبلیغ اسلام کے فریضہ کو احسن طور پر سرانجام دے رہے ہیں۔

یہاں پر آپؒ نے ان مصروفیات کے علاوہ، فنِ طبابت کو بھی جاری رکھا۔ مشرقی افریقہ میں یونانی اطبا کو صرف ایشین باشندوں کا علاج کرنے کی اجازت ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ العزیز کی قابلیت کے پیشِ نظر آپؒ کو ایشین، افریقین اور یورو پین یعنی ہر طبقہ کے علاج کی اجازت تھی۔ اور یہ اجازت نامہ باقاعدہ حکومت کی طرف سے آپؒ کو اس وقت ملا جبکہ چند ایک انگریزوں کو (جنہیں تمام ڈاکٹروں نے یکے بعد دیگرے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ اور جنہوں نے خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر علاج کے لئے عرضداشت گزاری تھی۔ اور آپؒ کے اس جواب پر کہ مجھے آپؒ کے

ج کے لئے حکومت کی طرف سے اجازت نہیں۔ انہوں نے یہ عرض کیا تھا۔ کہ تمام ڈاکٹر ہماری
ے ناامید ہیں۔ اور انہوں نے ہماری موت کو یقینی قرار دیا ہے۔ ہم آپ کو لکھ دیتے ہیں۔ کہ
ی موت میں آپؒ کے علاج کو کوئی دخل نہ ہوگا۔ چنانچہ آپؒ نے مختلف اوقات میں ان کو
مجربات استعمال کرائے۔ اور ان کا علاج کیا۔ چونکہ اُن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔
ندگی باقی تھی۔ اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے آپؒ کے علاج میں شفا بخشی اور وہ بالکل تندرست
جب انہوں نے ڈاکٹروں سے اپنا معائنہ کرایا تو انہوں نے ان کو کلی طور پر صحت یاب
کا سرٹیفکیٹ دیتے ہوئے دریافت کیا کہ کہاں سے علاج کرایا گیا ہے؟ جس پر ان یورپیوں
پ کا اسم گرامی بتایا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے متعلق تمام ڈاکٹروں کے متفقہ فیصلے
کٹروں سے مایوسی کے سرٹیفکیٹ، اس کے بعد مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ سے
کرانے اور صحت پانے کے بعد ڈاکٹروں کے دوبارہ سرٹیفکیٹ اور ضروری کوائف پیش کر کے
ٹ سے یہ درخواست کی۔ کہ شاہ صاحبؒ کو (جو مسلمانوں کے مقتدر رہنما ہونے کے علاوہ
یب بھی ہیں) علاج کی عام اجازت دی جائے۔ ان درخواستوں کے بعد گورنمنٹ یوگنڈا نے
صاحب قدس سرہ العزیز کو تمام طبقوں کے علاج کی اجازت اس شرط پر دے دی۔ کہ
از خود آپ کے پاس آئیں۔ آپؒ ان کا علاج کر سکتے ہیں۔ ؎

درویشِ خدا مست کی آنکھوں کا یہ عالم
ہیں ٹوٹے پڑے پاؤں میں طاغوت کے اصنام

عزیزؔ چشتی

مشرقی افریقہ میں

مساجد اور تبلیغی اداروں کا قیام

دل میں ہو اگر یاد تری، لب پہ ترا نام
گرداب میں بھی لطف ہے طوفاں میں بھی آرام

جن حالات کا ذکر اس عنوان کے تحت مقصود ہے۔ اُن حالات سے متعلقہ تمام ضروری کاغذات، نیروبی میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے حجرۂ مبارک میں ایک فائل میں رہ گئے تھے۔ نیروبی سے روانگی کے بعد یاد آیا کہ ضروری کاغذات والی فائل وہیں رہ گئی ہے۔ اس فائل میں مختلف مساجد اور تبلیغی اداروں کی تصاویر، متعلقہ اشتہارات، تبلیغی پمفلٹ، تاریخ ہائے سنگ بنیاد و افتتاح سے متعلق ضروری کوائف، حالات درج تھے۔ یہ فائل منگوانے کے لئے یہاں پہنچ کر میں نے متعدد احباب کو خطوط لکھے لیکن وہ فائل نہ مل سکی۔ اس کے بعد مختلف احباب سے یہ گزارش کی گئی کہ وہ اپنی یادداشتوں کو ترتیب دے کر روانہ فرمائیں۔ لیکن افسوس یہ امید بھی پوری نہ ہو سکی۔ اگر یہ یادداشتیں بھی دوبارہ احاطۂ تحریر میں آجائیں تو یقیناً شاہ صاحبؒ کے سوانح حیات کے ساتھ ساتھ مختلف مساجد تبلیغی اداروں کے حالات بھی محفوظ ہو جاتے۔

مسجد کسوموں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس وقت کے حالات کے مطابق سرزمین افریقہ پر ہندی مسلمانوں کی طرف سے یہ پہلی پختہ مسجد جامع ہے جس کی تاریخ سنگ بنیاد میرے پاس محفوظ نہیں البتہ اس کا سنگ بنیاد حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنے ہاتھوں رکھا اور یہ مسلمانان کسوموں کی ساعی جمیلہ سے کئی سالوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ افریقہ کی تاریخ میں مسلمانوں کی یہ سب سے پہلی عظیم الشان جامع مسجد تھی۔ اس کے افتتاح کے وقت ایک

عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا اور مشرقی افریقہ کے کونے کونے سے مسلمان اس مبارک رسم میں شامل ہونے کے لئے کسوموں پہنچے۔ اس موقعہ پر ریلوے نے نیروبی سے سپیشل گاڑیاں چلائیں۔ مجاہد افریقہ، حکیم الامت حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب غزنوی نقشبندی قادری قدس سرہ العزیز کے دست مبارک سے مسجد کی رسم افتتاح سرانجام پائی۔ اس مسجد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا جناب بالو نواب الدین صاحب نقشبندی کے سر ہے۔ جو اُن دنوں کسوموں مسجد کمیٹی کے سیکرٹری تھے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اُن دنوں یوگنڈا میں قیام پذیر تھے اور افریقہ کے مختلف مقامات پر تبلیغی جلسوں کے لئے بھی آتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نیروبی تشریف لائے ہوئے، ایک جلسۂ عام میں آپؒ کی تقریر تھی۔ دور دراز سے لوگ آتے ہوئے تھے۔ تقریر کے دوران آپؒ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے جذبۂ خدمت اسلام کا ذکر کرتے ہوئے اس مشہور واقعہ کا ذکر فرمایا۔ جب کہ وہ شام میں مصروف جہاد تھے اور شام کے عیسائی پادریوں کیطرف سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ اگر آپ زہر کا پیالہ پی جائیں اور وہ آپؓ کو نقصان نہ دے تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے ـــــ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے صداقت اسلام کے لئے اس شرط کو قبول فرمایا تھا ـــ عیسائی پادری زہر ہلاہل کا پیالہ تیار کر کے لے آئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سب کے سامنے بسم اللہ پڑھ کر زہر کا پیالہ پی گئے۔ عیسائیوں نے آپؓ کی پوری پوری نگرانی کی کہ وہ زہر کا تریاق نہ پی لیں۔ جب ان کا مقررہ وقت گزر گیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ انکے سامنے موجود رہے مگر اللہ کے فضل و کرم سے زہر نے انکو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ تو بہت سے عیسائی، صداقت اسلام کے اس مظاہرہ سے فوراً مسلمان ہو گئے۔

جلسہ میں کچھ مرزائی حضرات بھی موجود تھے۔ جو اپنی عادت کے مطابق اعتراض کرنے پر مجبور رہتے انہوں نے اُٹھ کر یہ مطالبہ پیش کر دیا۔ کہ:

حضرت خالد بن ولیدؓ نے بقول آپؒ کے سلسلۂ تبلیغ میں زہر کا پیالہ پی لیا تھا اور اُن پر زہر کا کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ آپؒ بھی مبلغ اسلام ہیں، آپ بھی زہر پی کر دکھا دیجئے۔

جلسہ گاہ میں ہزاروں لوگ موجود تھے جو حضرات شاہ صاحب کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔

اُن کا کہنا ہے کہ مرزائیوں کا اعتراض سنتے ہی شاہ صاحبؒ کے چہرے کا رنگ بدل گیا آپؒ کی طبیعت میں جب جلال آتا تھا تو اس وقت آپؒ کا چہرہ بالکل سُرخ ہو جاتا تھا۔ لیکن دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اِس روز کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ یُوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے آپؒ پر ایک خاص سرور طاری ہے۔ آپ بیخودی کے عالم میں مست ہو کر جھوم رہے تھے۔ اور بار بار فرما رہے تھے:

مرزائیو! حضرتِ خالد بن ولیدؓ نے حضور رسالت مآب محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صداقت کو پیش فرماتے ہوئے عیسائیوں کے مطالبے پر زہر کا پیالہ پیا تھا۔ اور آج تم مرزا غلام احمد قادیانی کو بحیثیت نبی اور مسیح موعود پیش کر کے اگر عیسائیوں کی طرح مجھ سے زہر پینے کا مطالبہ کرتے ہو تو خدا کی قسم! میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صداقت میں زہر پینے کو تیار ہوں۔

مرزائیو! آؤ، آج اسی میدان میں ایک بار پھر حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔

مرزائیو! اگر تمہیں مرزائے قادیان کی صداقت کا یقین ہے، تو مَیں تمہارے چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔ تم میرے مقابلے پر جس آدمی کو چاہتے ہو لے آؤ۔ اپنے کسی مبلّغ کو بلا لو، اور اس کے

...ہی تم جو زہر چاہو لے آؤ۔ میں تمہیں لکھ دوں گا کہ اگر میں اس سے مر جاؤں تو اس کا ذمہ دار میں خود ہوں گا۔ اس میں کسی ...رت نہ کی جائے۔

... مرزائیو! زہر کا آدھا پیالہ پہلے میں پیوں گا اور اس کے بعد ... کا آدھا پیالہ تمہارا آدمی پی جائے۔ یا حاضرین کے سامنے اس ... دو برتنوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے اور ہم دونوں اسے بیک ... اٹھا کر پی جائیں۔

... مرزائیو! تم میں ڈاکٹر بھی ہیں اور مبلغ بھی۔ میرے مقابلے پہ زہر ... کے لئے قادیان سے کسی کو بلا لو۔

... مرزائیو! زہر پینے کا مطالبہ تمہیں نے کیا تھا۔ خدا کی قسم، میں ... ہوں۔ آؤ، میرے مقابل تم میں سے کون میدان میں نکلتا ہے؟

مرزائیوں نے تو حضرت خالد بن ولید رضؓ کے واقعہ کا تمسخر اس لئے اڑایا تھا کہ انہیں ... صاحب کی رسوائی منظور تھی۔ مگر اب انہیں لینے کے دینے پڑ گئے۔

... شیر یزدانی بھرا مرزائیوں کا نام لے لے کر انہیں للکار رہا تھا۔ لیکن مرزائی بغلیں ... رہے تھے۔ کسی میں ہمت نہ تھی۔ کہ مقابلے کے لئے میدان میں نکلے، ایک تو انہیں ... کا خطرہ تھا۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی خطرہ تھا کہ مرزائے قادیان کی نبوت ... کا قصر دھڑام سے زمین پہ آ پڑے گا۔ اور گزشتہ تین چار معرکوں میں مرزائیوں ... ذلت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اِسکے پیش نظر انہوں نے راہ فرار اختیار کر لی اور

اور نو دو گیارہ ہو گئے۔

حاضرین جلسہ نے ایک بار پھر فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ حق کی شاندار فتح کا اعلان کیا۔ وقولہٗ تعالیٰ۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ، اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

جس کی جنبش قالب اسلام میں موج شباب — کفر کے پیکر کو تھا زہر ہلاہل جس کا نام

جس کی بربط سے نکلتے تھے ترانے آتشیں — علم و عرفاں کی کڑکتی بجلیاں جس کا کلام

جس کے ایماں نے کیا ہر شیطنت کو بے نقاب — جس کے نعروں سے لرز جاتا تھا ابلیسی نظام

دھجیاں جس نے مفاسد کی بکھیریں جابجا — کفر سے لڑتا رہا جو، وہ مجاہد، وہ امام

جس نے افریقہ میں جا کر دین کی تبلیغ کی
اے عزیز اُس بندۂ درویش پہ لاکھوں سلام

(مظفر عزیز)

جامع مسجد نیروبی کی تعمیر

طاری ہے عجب بیخودیٔ شوق کا عالم
ہے کاوشِ آغاز نہ اندیشۂ انجام

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی کا کٹھن دور

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ نیروبی کی موجودہ شہرۂ آفاق جامع مسجد کی جگہ پہلے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی تھی جس کا سنگِ بنیاد حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا تھا۔ جب آبادی میں اضافہ ہوا تو یہ مسجد ناکافی ثابت ہوئی۔

اب مسجد کے چاروں طرف کا علاقہ بھی آباد ہو چکا تھا۔ مسلمانانِ نیروبی نے اس جگہ ایک شاندار جامع مسجد بنانے کی ٹھانی۔ تعمیرِ مسجد کے لئے انجمن اہلِ سنت والجماعت نے شاہی مسجد دہلی کے مطابق ایک نقشہ تیار کیا۔ اور اس بات کا فیصلہ ہوا کہ یہ ساری مسجد پتھر کی بنائی جائے لیکن جب یہ نقشہ منظوری کے لیے میونسپلٹی میں گیا تو میونسپلٹی نے اسے پتھروں کے گنبدوں کی صورت میں منظور کرنے سے انکار کر دیا ــــــ مسجد کے موجودہ مینار جو دو دو منزل کے ہیں۔ نقشہ میں چار چار منزل کے دکھائے گئے تھے۔ لہٰذا ان کی بلندی کو بھی قابلِ اعتراض ٹھہرایا گیا۔

انجمن نے اس نقشہ کو پاس کرانے کے لیے شاہی مسجد دہلی۔ مسجد عالمگیری لاہور۔ اور مسجد فتحپوری دہلی کی تصویریں منگا کر پیش کیں۔ لیکن کارپوریشن کسی طرح اس نقشہ کو پاس کرنے پر آمادہ نہ ہوئی۔

انجمن کے سرگرم اراکین میں آنریبل خواجہ شمس الدین صاحب (جو آخر وقت تک مسلمانان افریقہ کے اپنی شان کے واحد محبوب لیڈر رہے ہیں۔) بابو اللہ بخش صاحب جو مشرقی افریقہ کے ریلوے کے مرکز میں ہیڈ کلرک تھے اور آخر یورپین پوسٹ پر جا کر ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ (۱) چوہدری مولا داد صاحب، شیخ نور الدین صاحب ٹھیکیداران جنرل، محمد موتی صاحب میمن تجار۔ آنریبل عبد الواحد صاحب۔ بابو عزیز بخش صاحب اوورسیر اور بابو علی بخش صاحب شامل تھے۔ ان حضرات نے مسجد کا نقشہ پاس کرانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ ان حضرات کو مسجد کا نقشہ پاس کرانے کے لئے ولایت تک خط و کتابت کرنا پڑی اور بڑی تگ و دو کے بعد نقشہ صرف اس صورت میں پاس ہو سکا کہ بجائے چار منزلہ کی بجائے دو منزلہ ہال اور گنبد پتھر کے نہ بنائے جائیں۔ بلکہ لکڑی کا چوکھٹہ بنا کر اس پر ٹین لگا دیئے جائیں۔

نقشہ پاس ہونے کے بعد "انجمن اہل سنت والجماعت" کو "جامع مسجد تعمیری کمیٹی" میں تبدیل کیا گیا۔ جو بعد میں آج تک اسی نام سے کام کرتی چلی آئی ہے۔

جامع مسجد کمیٹی میں مندرجہ بالا احباب کے علاوہ مزید احباب بھی شامل کر دیئے گئے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

ماسٹر کرم الٰہی صاحب۔ ماسٹر جلال الدین صاحب۔ مستری میراں بخش صاحب۔ مستری احمد دین صاحب (مرحوم)۔ مستری حسن دین صاحب۔ حاجی محمد عبداللہ صاحب میر بابو عزیز احمد صاحب۔ حاجی میاں کرم الدین صاحب۔ بہاء الدین صاحب پرکار صوبہ خان صاحب۔ بابو چراغ الدین صاحب انسپکٹر پولیس۔ مستری معراج الدین صاحب ٹن سمتھ۔ سید عمر صاحب الحداد۔

ان کے علاوہ چند اور احباب بھی تھے۔ جن کے نام اس وقت میرے ذہن میں نہیں ہیں۔

کمیٹی کی تشکیل کے بعد فراہمی چندہ کا کام شروع ہوا مسلمانان افریقہ نے دل کھول کر چندہ دیا۔ عمارت کا تخمینہ تقریباً پانچ لاکھ لگایا گیا تھا۔ فنڈز کی ابتدائی حالت

تھی اس لئے چھوٹی مسجد کو ۱۹۲۵ء کے اوائل میں شہید کر دیا گیا۔
مسجد کے نقشہ کے مطابق نئی بنیادیں کھودی گئیں اور مسجد کے ضروری سامان کی فراہمی شروع ہوئی۔
نئی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے بھی حضرتِ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا
نام تجویز کیا گیا۔ چناں چہ ۱۹۲۵ء کے اواخر میں نہایت شان و شوکت سے موجودہ
مسجد نیروبی کا سنگِ بنیاد آپ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا اور عمارت کی تعمیر
شروع ہو گئی۔

صاحبؒ کی زندگی کا کٹھن دور

یہ دَور شاہ صاحبؒ کی زندگی کا ایک نہایت ہی کٹھن دور
تھا جس کے چند ضروری پہلوؤں کا ذکر یہاں کیا جائے گا۔

جامع مسجد نیروبی کا سنگِ بنیاد رکھنے کے بعد آپؒ واپس یوگنڈا تشریف لے
گئے۔ اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا تھا۔ لیکن جس رفتار سے عمارت کی تعمیر کو
فنڈز کی فراہمی اس کی ہرگز متحمل نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف کام رُک گیا بلکہ آئندہ
کی صورت بھی تسلی بخش نہ رہی۔

ٹھیکیدار کا رُکنا، اخراجات میں زیادتی اور عوام میں بے دلی، مایوسی اور بے اطمینانی
پیدا ہو گئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد جب کام بالکل رُکتا نظر آیا۔ تو جامع مسجد کمیٹی نے شاہ صاحبؒ
سے درخواست کی۔ کہ یہ یگانۂ روزگار عمارت آپؒ کی معاونت کے بغیر پایۂ تکمیل کو
نہیں پہنچ سکے گی۔ آپؒ نے اپنے وسیع کاروبار کی پوزیشن کے پیشِ نظر معذرت چاہی
لیکن مسلمانوں کے ایک وفد نے حاضر ہو کر خانۂ خدا کی تعمیر رُک جانے کا منظر
پیش کیا اور یہ عرض کیا کہ جب تک آپؒ ہمارے ساتھ ہو کر تمام ملک کا دَورہ نہیں
کریں گے یہ مسجد کبھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ —— یہ سن کر آپؒ گہری سوچ میں

اب دونوں صورتیں بڑی اہم تھیں، ایک طرف اپنا وسیع ترین کاروبار تھا جو آپؒ کی
موجودگی اور نگرانی کے بغیر بند ہو جانے کا خدشہ تھا۔ دوسری طرف خانۂ خدا کی تکمیل کا

سوال تھا اور یہ مسئلہ بھی آپؒ کے ذاتی تعاون کا محتاج بن کر رہ گیا تھا۔

وفد کے اصرار پر آپؒ نے ایک بار پھر حالات کا جائزہ لیا اور نہایت سوچ بچار کے بعد آپؒ نے ذاتی مفاد پر خانۂ خدا کی تکمیل کو ترجیح دی۔ اور لاکھوں کا کاروبار صرف نوکروں کے بھروسے پر چھوڑ کر نیروبی تشریف لے آئے۔

نیروبی پہنچ کر آپؒ نے مسلمانانِ نیروبی کو مسجد کی کسمپرسی پر توجہ اور غیرت دلائی اور پھر خود چندہ کی فراہمی کا کام شروع کیا۔ مسجد کی تعمیر کا کام پھر شروع ہو گیا۔ باہر دورہ کے لئے ایک وفد کی تشکیل ہوئی اور فیصلہ یہ ہوا۔ کہ یہ وفد نیروبی سے ممباسہ تک کے علاقہ میں چندہ فراہم کرنے کے بعد زنجبار، دارالسلام سے ہوتا ہوا جنوبی افریقہ تک دورہ کرے۔ اس دورہ کے بعد انشاء اللہ مسجد کی تمام ضروریات پوری ہو جائیں گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر جہاں انعام و اکرام کی بارش کرتا رہتا ہے۔ اور جہاں انہیں دین و دنیا کی ضروریات سے بے نیاز کر دیتا ہے، وہاں وہ اس بات پر بھی قادر و مختار ہے کہ جب چاہے وہ اپنے نیک بندوں کو آزمائش میں ڈال دے۔

دنیا کے بلند مرتبت اور عالی مقام انسانوں کی داستانِ حیات پر ایک نگاہ ڈالیے معلوم ہوگا کہ حقانیت اور سچائی کی خاطر وہ مصائب و آلام کی بڑی سے بڑی لہروں اور غم خانۂ حیات کے المناک ترین شعلوں میں بے خوف کود پڑے۔ زندگی کی آسائشیں، نگارستانِ گیتی کی تمام دلچسپیاں اور بہارستانِ حیات کی تمام رعنائیاں، انہوں نے اسلام کی خدمت، حق کی عظمت اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں قربان کر دیں۔ جب اس پیکرِ جمال کی کشش انہیں کھینچتی ہے تو ان کی نگاہ میں دنیا کی کوئی رعنائی و زیبائی نہیں جچتی!

تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اور اگر شاہ صاحبؒ کو بھی زندگی کے ایک ایسے کٹھن دور سے گزرنا پڑا تو اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں کیونکہ:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دینِ حق کی حمایت میں وسیع کاروبار ختم ہو گیا، آپؒ کو بے شمار جسمانی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور آپؒ جیل ہی میں فوت ہوئے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اعلائے کلمۃ الحق کے جرم میں علمائے مصر نے نشانۂ ستم بنایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو خدمتِ اسلام کے جرم میں ہی بخارا سے نکال دیا گیا۔ اور آپؒ غربت ہی میں فوت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزمائش میں اس لئے ڈال دیتا ہے کہ دنیا دار معترضین پر امر اچھی طرح واضح کر دے۔ اور یہ حقیقت آشکار کر دے کہ میرے نیک بندے کسی حال میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ میں انہیں جس حالت میں بھی رکھوں وہ خوش رہتے ہیں۔ اگر وہ ایک وقت میں پھولوں کے بستر پر سو کر میری یاد سے غافل نہیں ہوتے تو دوسرے وقت وہ کانٹوں کے فرش پر بھی سو کر بھی مجھے اسی طرح پکارتے ہیں۔ زر و جواہر میں کھیلنے والوں کو اگر میں خاک نشینی میں مبتلا کر دوں تو وہ پھر اسی طرح صبر و شکر کریں گے۔ جس طرح پہلے کرتے تھے اب ان کی زبان پر کسی قسم کا شکوہ و شکایت نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی سُنّتِ الٰہیہ کے تحت حضرت شاہ صاحبؒ کے لئے زمانۂ آزمائش شروع ہو جاتا ہے۔

―――― (۲) ――――

ساتھ ہے شکرِ اخلاص و وفا و آلام
عشق، باصد ترک و جاہ و حشم پہنچا ہے

جب آپؒ اپنا لاکھوں کا وسیع پیمانے پر چلتا ہوا کاروبار، ملازمین کے سپرد کرکے خود نیروبی تشریف لے آئے، تو یوگنڈا سے آپ کی دُوری اور کاروبار سے آپ کی غیر حاضری کا نتیجہ وہی ہوا جو ایسے حالات میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔

آپؒ نیروبی میں مسجد کے لئے فراہمیٔ چندہ کی مہم میں ہمہ تن مصروف تھے اور یوگنڈا میں آپؒ کے مخالف ٹھیکیداروں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر آپؒ کے متعلق یہ مشہور کر دیا۔ کہ (نعوذ باللہ) شاہ صاحبؒ تمام کاروبار چھوڑ کر فرار ہو گئے ہیں۔ انہوں نے تمام بڑی بڑی فرموں میں پہنچ کر انہیں اس امر کا یقین دلا دیا کہ شاہ صاحبؒ اب واپس نہیں آئینگے۔ اور انکی واجب الادا رقوم (جو کاروباری حلقوں میں اکثر چلتی رہتی ہیں۔ اب وصول نہیں ہو سکیں گی۔ کیونکہ تمام

نقد رقوم ہمراہ لے کر وہ فرار ہو چکے ہیں۔

اس قسم کے پروپیگنڈہ کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فرموں نے اپنے اپنے واجب الادا بلوں کی ادائیگی کے لئے بیک وقت مطالبہ شروع کر دیا۔ شاہ صاحبؒ کے کارکنوں نے جب ان فرموں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ شاہ صاحبؒ کا کاروبار اسی طرح چل رہا ہے اور بلوں کی ادائیگی حسب دستور ہوتی رہے گی۔ تو ان فرموں کے مالکان نے (جن کے کان اچھی طرح بھرے گئے تھے۔) یہ جواب دیا کہ ان بلوں کی ادائیگی تو فوری طور پر کر دی جائے۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔

دوسری طرف صورت یہ تھی کہ جو کام شروع تھے، جب تک وہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جاتے۔ سرکاری طور پر ان کی وصولی نہ ہو سکتی تھی۔ ایسی صورت میں بلوں کی فوری ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

لیت و لعل سے فرموں والوں کے شکوک و شبہات اور پختہ ہو گئے اور انہوں نے سوچا کہ کہیں شاہ صاحبؒ کے کارندے موجودہ سرمایہ اور جائیداد کو بھی ٹھکانے نہ لگا دیں۔ لہٰذا رقم کے خرد برد ہونے سے پہلے پہلے کوئی کارروائی کرنی چاہیئے۔

لہٰذا چند کمپنیوں نے مل کر فوری طور پر دعویٰ دائر کر دیا۔ چند فرمیں جو پہلے مفاہمت پر آمادہ ہو گئی تھیں۔ یہ دیکھ کر وہ بھی مخالف کمپنیوں سے مل گئیں۔ کیوں کہ انہیں یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ دعویٰ کرنے والی کمپنیوں کے اقدام سے اگر شاہ صاحبؒ کا کاروبار مکمل طور پر ختم ہو گیا تو ہم نہایت خسارے میں رہیں گے۔ کیوں کہ ہم بھی انہی کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ تاکہ جو سرمایہ ہاتھ آئے اس میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ہمیں بھی مل سکے۔

بات جب دعویٰ تک جا پہنچی تو شاہ صاحبؒ کے کارندوں نے شاہ صاحبؒ سے رجوع کرنے کی بجائے، تمام حاضر سرمایہ خود دبا لیا۔ اور باقی عملہ جو کچھ بھی ہاتھ لگا لے کر بکھر گیا۔ اس طرح لاکھوں کا چلتا ہوا کاروبار صرف چند ہی دنوں کے اندر تباہ و برباد ہو کر رہ گیا اور جس قدر کاروبار شروع تھا۔ وہ بھی وہیں کا وہیں ختم ہو گیا۔

جن لوگوں کے سامان کی ادائیگیاں آپؒ کے ذمہ تھیں۔ انہوں نے حلف نامہ

ملا کر کے کہ آپ فرار ہو چکے ہیں۔ آپ کی فوری گرفتاری کے وارنٹ حاصل کر لیے۔

آپ کو ان تمام حالات کی صحیح اطلاعات ممباسہ کے قریب پہنچکر ملیں۔ اور آپ إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر خاموش ہو گئے۔

حالات اب اس قدر بگڑ چکے تھے کہ فوری طور پر واپس پہنچ کر ان پر قابو پانا بھی ممکن نہ تھا بہتری کی ایک یہ صورت تھی کہ مکمل سرمایہ موجود ہوتا تا کہ تمام واجب الادا رقوم ادا کرنے کے بعد کاروبار میں رقم لگا کر اسے از سر نو سنبھالا جاتا۔ لیکن حالات نے اس طرح پلٹا کھایا تھا کہ اتنی بڑی رقم کا فوری طور پر انتظام ناممکن تھا۔ اکثر احباب و مریدین نے ازراہِ عقیدت گھر کا پورا پورا اثاثہ اور نقدی زیورات وغیرہ پیش کیے۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ میں نے اب معاملے کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے۔

ہر روز پریشان کن اطلاعات موصول ہو رہی تھیں۔ ہر لمحہ حالات زیادہ بگڑ رہے تھے آپ نے یہی بہتر سمجھا کہ کاروباری پوزیشن کو اللہ کے حوالے رکھ کر اب مسجد کے کام کو تکمیل تک پہنچایا جائے اس فیصلہ کے بعد آپ وفد کے ہمراہ زنجبار کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور فراہمی چندہ میں مشغول ہو گئے۔

زنجبار پہنچنے پر چند احباب نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ دیوالہ دے دیں مگر آپ نے اس تجویز کو قطعاً ناپسند فرمایا اور جواب دیا کہ اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ ایک ایک کا قرضہ ادا کروں گا۔

کہتے ہیں جب مصیبت آتی ہے۔ تو چاروں طرف سے آتی ہے۔ چندہ کی صورت یہ تھی کہ آپ کی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر اس خانۂ خدا کی تکمیل کی ترغیب دلاتے اور اخلاقی اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے زیادہ سے زیادہ چندہ وصول کرنے کی سعی فرماتے۔ تمام چندہ کی رقوم وفد کے خزانچی حضرات خود وصول کرتے اور وہی رسیدات جاری کرتے تھے۔

مگر احتیاط کے باوجود شرپسند عناصر جو آپ کی مخالفت کے لیے اُدھار کھائے بیٹھے تھے انہوں نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ آپ اپنی کاروباری پوزیشن سنبھالنے کے لیے چندہ

کا بیشتر حصہ خود رکھ رہے ہیں۔ اس پروپیگنڈہ سے جامع مسجد کمیٹی کے ارکان میں سے چند ارکان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ متاثر ہونے والوں میں سیکرٹری و خازن جامع مسجد بھی شامل تھے۔ چناں چہ سیکرٹری صاحب نے شرپسند عناصر کے ساتھ مل کر نیروبی میں آپؒ کی باقاعدہ مخالفت شروع کر دی اور آپؒ کے خلاف نہ صرف چند خطوط جاری فرما دیئے۔ بلکہ انجمن نعمانیہ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ایک رسالہ میں آپؒ کے خلاف ایک مضمون بھی شائع کرا دیا۔

ان حالات کی اطلاع جب زنجبار میں آپؒ تک پہنچی تو آپؒ کو بیحد صدمہ ہوا۔

حضور بار بھی آنسو نکل ہی آتے ہیں   کچھ اختلاف کے پہلو نکل ہی آتے ہیں

مزاج ایک نظر ایک دل بھی ایک سہی   معاملات من و تو نکل ہی آتے ہیں

آپؒ نے فوراً وفد سے علیحدگی کا اعلان کر دیا اور فرمایا:

"یہ بھی اللہ کی کرم نوازی ہے کہ ابھی میں صرف زنجبار ہی میں پہنچا ہوں اگر میں اس سے آگے بڑھتا تو نہ جانے میرے ذمے کیا کچھ لگا دیا جاتا۔"

زنجبار میں قیام

وفد سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد آپؒ نے زنجبار ہی میں قیام فرمایا اور وفد آپؒ کے بغیر ہی آگے بڑھ گیا۔ مگر اب قدم قدم پر وفد کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جتنا چندہ جمع ہوتا، وفد کا اخراج اس سے زیادہ ہو تا تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے وفد کے سامنے واپسی کے سوا کوئی راستہ نہ تھا لہٰذا ناکامی کے ساتھ یہ وفد واپس نیروبی پہنچ گیا۔

زنجبار میں مطب

اس دوران میں حضرت شاہ صاحبؒ نے زنجبار میں مطب کا سلسلہ شروع کر دیا اور ۱۹۳۱ء تک آپؒ وہیں طبابت کرتے رہے۔

جزائر زنجبار

زنجبار کا علاقہ زنجبار اور پمبا کے جزائر پر مشتمل ہے۔ موجودہ جزیرہ زنجبار کی کل آبادی ایک لاکھ پینسٹھ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ چھ سو چاسیس مربع میل ہے۔ اور جزائر پمبا میں ایک لاکھ ۶۵ ہزار افراد آباد ہیں۔ یہ جزیرہ تین سو اسی مربع میل پھیلا ہوا ہے۔

افریقہ کے مشرقی ساحل کا یہ جزیرہ، دراصل ایک بہت بڑی اسلامی سلطنت کی یادگار ہے اس عظیم الشان اسلامی سلطنت کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے، کہ جنوبی افریقہ کے ساحل

تھیں اس وسیع اسلامی سلطنت کے تحت ستر بڑی بندرگاہیں تھیں جن پر اقوام یورپ کی دیرینہ حریصانہ نظریں لگی ہوئی تھیں۔ آج افریقہ کے مشرقی ساحل پر صرف یہ جزیرہ ہی اس عظیم اسلامی سلطنت کے طور پر باقی ہے۔

موجودہ سلطان زنجبار کے پردادا سلطان برگش کے زمانے میں اقوام یورپ نے سلطان سے بعض تجارتی مراعات حاصل کرلیں، جن کے تحت انہوں نے پوری سلطنت میں جابجا سکولوں اور ہسپتالوں کا اجراء کیا اور ان سرگرمیوں کے پردے میں اپنی فوجی طاقت کو بھی پورے ملک میں منظم کرلیا۔

سلطان برگش کی وفات کے ساتھ ہی اپنی فوجی طاقت کے بل بوتے پر پورے ملک کے حصے بخرے کر کے ان پر قبضہ جمالیا، اور ہونے والے سلطان کو بے بس مجبور اور محصور کر دیا گیا۔

جب ملک کے حصے بخرے ہو چکے تو محصور سلطان سے کہا گیا کہ وہ تیار شدہ پلین کی تصدیق کر دے اور اس پر اپنے دستخط ثبت کر دے۔

نئے پلین کے مطابق سلطنت کے تمام اہم، زرخیز اور فوجی اہمیت رکھنے والے حصے پرتگال، اٹلی، فرانس، جرمنی اور برطانیہ نے آپس میں بانٹ لیے اور سلطان کے پاس صرف زنجبار اور پمبا کا علاقہ ہی باقی رہ گیا جو آخر ۱۸۹۰ء میں برطانیہ کے زیر انتداب آگیا۔ اب سلطان صرف ایک آئینی حکمران بن کر رہ گیا۔

اب ۱۹۶۰ء سے برطانوی ریذیڈنٹ کی زیر صدارت ایگزیکٹو کونسل کے مشورے سے آئین سازی کے مکمل اختیارات سلطان کو حاصل ہو چکے ہیں۔ ایگزیکٹو کونسل میں اگرچہ بعض نمائندہ ارکان بھی شامل ہیں، تاہم اکثریت سرکاری ارکان کی ہے۔

زنجبار کا مشرقی افریقہ کے عربوں اور برعظیم ہند و پاکستان سے پرانا تعلق ہے اور اس کی موجودہ آبادی اسی تعلق کی آئینہ دار ہے زنجبار کی پچھتر فی صد آبادی افریقی نژاد، سولہ فی صد عرب اور چھ فیصد پاکستان و بھارت کے باشندوں کی اولاد ہے جو یہاں آکر آباد ہو گئے تھے اور وہ شوری صد مسلمانوں پر مشتمل نہیں۔

زنجبار کے سلطان اور آبادی کی اکثریت کا مذہب خارجی ہے لیکن وہ ربیع الاول کے ... کو بڑی شان و شوکت سے مناتے ہیں، یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک شاہی اخراجات کے

سالانہ عید منائی جاتی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کی مجلس میں سلطان بنفسِ نفیس شمولیت کرتا ہے۔

شاہ صاحبؒ کے خلاف فتاویٰ کی مہم

زنجبار میں شاہ صاحب کے دوران قیام میں آپ کی مقبولیت اور شہرت میں بہت اضافہ ہوا۔ آپؒ کے اثر و رسوخ کو دیکھ کر بعض اہلِ علم آپؒ سے حسد کرنے لگے۔ اور آپؒ کو زک پہنچانے کے لئے موقع ڈھونڈنے لگے۔

محرم کے دوران آپؒ نے اپنی بعض تقاریر میں واقعاتِ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے، اہلِ بیت و شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے خونیں واقعات بھی بیان فرمائے۔ مخالف عنصر نے ان بیانات و تقاریر کی آڑ لے کر آپؒ پر رافضی ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ اس کے علمائے ہند سے بھی آپؒ کے خلاف فتاویٰ طلب کئے گئے۔ خصوصاً مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مدیر و مالک اخبار "النجم" سے فتویٰ طلب کیا گیا اور آپؒ نے فتویٰ دیا کہ:

اگر واعظ مذکور جس کا ذکر کیا گیا ہے صرف اہلِ بیتؓ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے اور خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ذکر سے عمداً گریز کر رہا ہے تو یقیناً وہ رافضی ہے۔ لیکن اگر اپنی اپنی جگہ دونوں طبقات کے بیان اس کے وعظ میں موجود ہیں تو یہ فتویٰ **کسی صورت میں بھی اُن پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔**

آپؒ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؒ نے اپنے مواعظ میں علی الاعلان فرمایا:

"میں اہلسنت والجماعت میں سے مسلکِ حنفی کا مقلد ہوں"

مخالفین ہر طرف سے منہ کی کھا کر گوشۂ ندامت میں جا چھپے ؎

آنکھیں ہوں تو ہر ذرہ ہے خورشیدِ تجلّے

دل ہو تو ہر آواز ہے الہام ہی الہام

تیسرا حج

زنجبار کے دوران قیام میں آپؒ کی مالی حالت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہو چکی تھی۔ اور آپؒ، لوگوں کے قرض وغیرہ ادا کرنے کے بعد اطمینان سے اپنے مطب کو چلا رہے تھے۔ اسی دوران آپؒ کو دیارِ خدا ارضِ حرم اور مدینہ منورہ کی گلیوں کی یاد ستانے لگی اور آپ تیسری مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے اور

حرمین الشریفین سے پھر سرفراز ہوئے۔

نیروبی میں واپسی

نیروبی میں جامع مسجد کی تعمیر وہیں کی وہیں رُک کر رہ گئی تھی۔ دونوں بلند مینار اور چار دیواری کچھ نامکمل طور پر تیار تھی۔ عمارت کی اس خستہ حالی کو دیکھ کر مسلمانوں کی گردنیں خم ہو رہی تھیں۔

کچھ درد مند اور حساس لوگوں نے پھر زور دیا اور مسلمانانِ نیروبی کا ایک عام اجلاس طلب کر کے اس میں اس مسئلہ پر از سرِ نو غور کیا گیا۔

حضرت مولانا عبد المومن صاحب مرحوم و مغفور نے نہایت درد بھرے، موثر اور پُر زور انداز میں عوام کو مخاطب فرمایا اور انہیں غیرت دلائی کہ "اب تو غیر مسلم بھی طعنہ دے رہے ہیں کہ مسلمانوں سے ایسی عمارت بن نہ سکتی تھی تو کس بل بوتے پر اسے شروع کیا تھا؟"

اس پر مسجد کمیٹی میں ردوبدل کر کے ایک نئی کمیٹی تشکیل کی گئی اور فراہمی چندہ کی مہم شروع ہوئی۔ نئی اراکین کمیٹی کو قدم قدم پر اس بات کا احساس ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی معاونت کے بغیر یہ کام کبھی بھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے گا۔

جیسا کہ اُوپر عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی مالی حالت خدا کے فضل و کرم سے اب بہت بہتر ہو چکی تھی اور اس عرصہ میں احباب کی طرف سے نیروبی میں واپس تشریف لانے کے لئے تقاضے بھی بہت بڑھ چکے تھے۔

سفرِ حج سے واپسی کے بعد جب احباب کے تقاضے حد سے بڑھ گئے تو ۱۹۳۱ء کے آغاز میں آپ ـــــــ سے روانہ ہو کر ممباسہ ہوتے ہوئے نیروبی میں رونق افروز ہوئے ؎

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را نا ممکن ما ممکن است

(اقبالؒ)

نیروبی پہنچ کر آپ نے سب سے پہلا اعلان یہ کیا کہ جس شخص نے بھی مجھ سے کوئی قرض لینا ہو وہ آکر وصول کر لے۔ آپؒ نے اپنے چند دوستوں کی وساطت سے تمام قرض داروں کا فیصلہ کر کے باقاعدہ ہر ایک سے رسیدات حاصل کر لیں۔ اس الجھن سے نجات پاتے ہی معززین نیروبی کا ایک وفد آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے مسجد کی تمام پوزیشن آپؒ کے سامنے پیش کر کے یہ عرض کیا کہ اب تو غیر مسلم بھی آوازے کس رہے ہیں۔ کہ کروڑوں مسلمانوں میں اگر

اتنی ہمت بھی نہ تھی تو اتنی بڑی عمارت شروع ہی کیوں کی تھی؟

وفد نے نہایت دردمندانہ لیکن پُرزور الفاظ میں آپؒ سے یہ درخواست بھی کی کہ مسجد کی تکمیل کا کام آپؒ اپنے ذمے لے لیں۔

آپؒ نے فرمایا: "سابقہ کمیٹی کی طرف سے میرے خلاف جو الزامات عائد کیے گئے تھے جب تک ان الزامات کے سلسلے میں میری پوزیشن بالکل صاف نہ ہو جائے میں اس ذمہ داری کو ہرگز قبول نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد آپؒ نے اپنی پوزیشن کی صفائی کے لیے زنجبار سے اُن شرفاء اور معززین کو بھی بلا بھیجا جنھوں نے مسجد کے لیے چندہ کی رقوم پیش کی تھیں۔

زنجبار کے شرفاء اور معززین کے نیروبی پہنچنے پر شاہ صاحبؒ نے ایک جلسۂ عام بلایا اور جن لوگوں نے شاہ صاحب کے خلاف پروپگنڈہ کیا تھا۔ ان لوگوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے الزامات پیش کریں لیکن کوئی شخص سامنے نہ آیا۔ اس کے بعد زنجبار کے شرفاء اور معززین نے باری باری سٹیج پر آکر یہ اعلان کیا کہ ہم لوگوں نے جو رقوم شاہ صاحبؒ کی وساطت سے مسجد کے لیے دی تھیں، ان کی رسیدیں جامع مسجد کمیٹی کی طرف سے ہمیں مل چکی ہیں بلکہ جو رقوم ہم نے ازراہِ عقیدت حضرت شاہ صاحبؒ کو اپنی طرف سے نذر کی تھیں شاہ صاحبؒ نے وہ مسجد فنڈ میں جمع کرا کر ان کی رسیدات بھی مسجد فنڈ کی طرف سے ہمیں بھجوا دیں۔

زنجبار کے شرفاء اور معززین نے متفقہ طور پر یہ اعلان بھی کیا کہ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ:

"حضرت شاہ صاحبؒ نے فلاں رقم مسجد فنڈ کے لیے وصول کر کے مسجد فنڈ میں جمع نہیں کرائی۔ تو ہم ایک ایک شلنگ کے عوض تین تین شلنگ ادا کرنے کو تیار ہیں"۔

یہ کہہ کر شرفائے زنجبار نے روپوں سے بھری ہوئی تھیلیاں میز پر رکھ دیں۔ اور اعلان کیا کہ جس شخص نے بھی شاہ صاحبؒ کو مسجد فنڈ میں کوئی رقم پیش کی ہو۔ اور اس کی رسید اسے نہ ملی ہو وہ اس کا اظہار کر کے ہم سے ایک ایک شلنگ کے بدلے تین تین شلنگ وصول کر سکتا ہے۔

اس اعلان کے باوجود ان شرپسند عناصر (جو فتنہ انگیز کارروائی کر کے خانۂ خدا

کی تکمیل میں رُکاوٹ کا باعث بنے تھے) میں سے کوئی شخص بھی سامنے نہ آسکا۔ اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی ثبوت ہی پیش کر سکا حتیٰ کہ خود منکر رہی صاحب بھی اس جلسہ سے نو دو گیارہ ہوگئے۔

اِس کارروائی کے بعد جامع مسجد کمیٹی نے ایک تحریری معافی نامہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع شدہ مضمون کی تردید میں رسالہ "والعدل" گوجرانوالہ میں انہی سکرٹری صاحب کی طرف سے حسبِ ذیل مضامین بھی شائع کر دیئے گئے :-

عام اعلان واجب الاذعان

ہم تمام اہلِ سنت والجماعت زنجبار کی طرف سے عوام الناس کی آگاہی کے لیئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء میں جامع مسجد نیروبی کا ایک وفد بغرض فراہمی چندہ برائے مسجد ہذا زنجبار آیا تھا۔ جو حسبِ ذیل اصحاب پر مشتمل تھا :-

مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی (رحمتہ اللہ علیہ) (۲) خواجہ شمس الدین صاحب آنریبل (۳) میاں عزیز بخش صاحب آنریری سیکرٹری انجمن نیروبی (۴) ماسٹر کرم الٰہی صاحب ٹیلر۔

وفد مذکور نے جو چندہ فراہم کیا تھا۔ اس کی تفصیل خزانچی جامع مسجد نیروبی نے شائع کر دی۔ لیکن اب مورخہ ۱۰ اجولائی ۱۹۳۲ء کو حضرت سید عبداللہ شاہ صاحبؒ کے زنجبار تشریف لانے پر انجمن نعمانیہ ہند لاہور ماہواری رسالہ بابت ماہ جون ۱۹۳۱ء نظروں سے گزرا جس سے معلوم ہوا کہ مسمی دوست محمد سالار بخش صاحب مرچنٹ زنجبار نے ۱۹۲۷ء میں دو عدد خط بدیں مضمون نیروبی تحریر کیے تھے جبکہ مولانا ممدوح وفد کی فراہمی چندہ کے بعد دوبارہ زنجبار تشریف لائے اور کچھ عرصہ کے لیئے عارضی قیام فرمایا۔ کہ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ جامع مسجد نیروبی کے نام پر دوبارہ یہاں چندہ فراہم کر رہے ہیں۔ جس کے جواب میں مسٹر عزیز احمد صاحب سیکرٹری جامع مسجد نیروبی نے مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۷ء کو خط تحریر کیا۔ مضمون آنکہ مولوی صاحب اپنے کام سے علیحدہ ہوگئے ہیں اور اب انہیں جامع مسجد نیروبی کے لیئے چندہ فراہم کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(نقل) از ماہواری رسالہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۷۸۵ء)

اِس بیان کو پڑھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ دفعہ مذکورہ کے جانے کے بعد مسجد مذکورہ کے نام پر یہاں (زنجبار میں) قطعاً کسی قسم کا چندہ (فراہم) نہیں ہوا۔ اور نہ ہی حضرت مولانا ممدوح رح نے دوبارہ اِس مسجد کے نام پر کوئی چندہ (حاصل کیا) باقی دوست محمد صالا بخش صاحب کے تفنن طبع کا اندازہ اسی فعل سے ہو سکتا ہے کہ پیشتر ازیں ۱۹۲۷ء جنوری یا کسی اور ماہ میں مولانا مولوی عبد الشکور صاحب مالک رسالہ النجم "لکھنؤ" کو علاوہ اپنی جھوٹی خودستائی کے حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی شان میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"وہ افریقہ میں روپیہ پیدا کرنے اور مذہب رافضی کی اشاعت و تبلیغ کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اِس وقت (میرے ساتھ بحث کرنے کے بعد) زنجبار سے اہل سنت والجماعت کی نظروں میں ان کی جو عزت تھی وہ بالکل زائل ہو چکی ہے۔ البتہ زنجبار کے شیعہ ان کی مدح سرائی کرتے پھرتے ہیں۔"

جب اِس تحریر کی نقل "النجم" نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ جلد ۴ تاریخ ۷، ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۴۵ھ میں دیکھی گئی۔ تو دوست محمد صاحب کو اہل سنت والجماعت کمیٹی زنجبار نے مسجد احناف (میمینہ) میں بلا کر ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ ہی نے مولانا عبد الشکور صاحب کو (انڈیا میں) اِس مضمون کا خط تحریر کیا تھا؟ —— تو آپ نے صاف اِنکار کر دیا۔

پھر دوبارہ جناب خواجہ محمد حسن صاحب بیرسٹرایٹ لاء زنجبار نے یہ سوال کیا کہ:۔

"آخر وہ شخص آپ کے بغیر کون ہو گا جس نے اِس قدر غلط بیانی سے کام لیا۔"

اِس کے جواب میں دوست محمد صاحب نے فرمایا کہ "مَیں اِس بات سے بھی ناواقف ہوں"۔ لیکن چونکہ کمیٹی مذکورہ کو بعد تفتیش موثق ذرائع سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ نالائق فعل دوست محمد صاحب ہی کا ہے۔ اِس لئے انہیں اہل سنت والجماعت کی مقامی کمیٹی سے برطرف کر دیا گیا۔

از بسکہ رسالہ النجم "لکھنؤ" میں جو کچھ بھی حضرت مولانا و مرشدنا سید عبد اللہ شاہ صاحب رح کی ذاتِ اقدس کے خلاف تھا وہ سب غلط اور بے بنیاد تھا۔ اور اس کا مقصد اشاعت،

ممدوح پر ناپاک اتہام کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ دوست محمد صاحب میں اس کی اہلیت بالکل نہ تھی کہ وہ حضرت مولانا موصوف سے (کسی مسئلہ پر) بحث کر سکتے۔ انہوں نے ہرگز جناب مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب سے کوئی مباحثہ نہیں کیا۔ اور نہ مولانا ممدوح (علیہ الرحمۃ) کا کوئی ایسا وعظ ہوا جسے اشاعتِ رفض یا جلبِ زر پر محمول کیا جا سکے۔

اس وعظ میں آلِ بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ بیان فرمائے گئے تھے۔ جو بالکل مذہبِ اہلسنت والجماعت کے موافق ہوا تھا۔ چونکہ مولانا مولوی عبد الشکور صاحب کی وعظ کے متعلق ایک بے حقیقت خط تحریر کیا گیا تھا۔ لہٰذا ہم نے اصل بیاناتِ وعظ متعلق دیوبند و نعمانیہ مدرسہ لاہور سے استفسار کیا، جس کے آنے پر ہمارے دلوں میں مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی معتقدانہ محبت جاگزیں ہوئی اور ان کے مواعظِ حسنہ کا ہمیں مزید اشتیاق ہونے لگا۔

اب ہماری نظر میں مدرسہ نعمانیہ لاہور کے ماہواری رسالہ بابت ماہ جون ۱۹۳۱ء پر جب پڑا جس میں دوست محمد صاحب نے مولانا قاضی عبد القیوم اور جناب مولانا اکرام الحق کو انجمن نیر دبی کے خط سے شہادت دے کر تسلی دلاتے ہوئے مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب کے متعلق نہایت بد دیانتی سے کام لیا تو ہمیں اس شخص کی بد دیانتی کے ساتھ ہی انجمن نیر دبی کی بے احتیاطی پر بھی تعجب ہوا۔ کیوں کہ جب رسالہ "النجم" لکھنؤ کے ذریعہ ارکانِ انجمن کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ان ہی صاحب نے پہلے بھی جناب مولانا ممدوح پر ناپاک جھوٹی تہمت لگا رکھی ہے اور اب یہی شخص شاہ صاحبؒ کی ذاتِ والا صفات پر الزام عائد کر رہے ہیں۔ تو ان کا فرض تھا کہ تحقیق امر کے بعد متحقق فیصلہ کرتے نہ کہ عجلت سے جناب عزیز احمد صاحب سیکرٹری کو "ادب جز" کی تمنا بھی چھوڑ دے" ایسی بے ادب تحریر شائع کرنے کا مشورہ دیا جاتا۔

پھر اس سے بھی زیادہ حیرت ناک معاملہ یہ ہے کہ بابو مولا بخش مرحوم نے ماہ اپریل ۱۹۲۷ء میں کمیٹی نیر دبی یہاں زنجبار آ کر ہمارے رُو برُو حضرت مولانا ممدوح (علیہ الرحمۃ) سے کیا اور اہل نیر دبی کو اطلاع دے دی۔ نیر اہل دد لی کو رسیدیں لکھ کر روانہ کر دیں جن

کا تمام حساب باقاعدہ کتاب میں درج کر لیا تھا۔ اور یہ کتابیں و دیگر تمام کاغذات متعلقہ جامع مسجد نیروبی ہم نے اپنی معرفت اہل نیروبی تک پہنچا دی تھیں تو اس سب کچھ کے عرصہ بعد ان کا مسجد کمیٹی نے یہ (کیسے) تحریر کر دیا۔ کہ نو ماہ کا عرصہ ہوا ہے مولوی صاحب نے ایک شلنگ تک بھی نہیں بھیجا ہے۔

حضرات ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ تحویل چارج کے بعد مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب کی طرف حج پر (جس کی فرضیت صرف من استطاع الیہ سبیلا پر عائد ہوتی ہے۔) مسجد کے چندہ سے جانا سراپا بہتان ہے۔ اور جو کچھ دوست محمد صاحب نے مولانا عبدالقیوم صاحب قاضی اور مولانا اکرام الحق صاحبان کو لکھا وہ بھی اس میں شامل ہے، اول تو مولانا قاضی صاحب اور مولانا اکرام الحق صاحب کو بھی چاہیئے تھا کہ وہ ایسی دروغ بیانی برائے طبع ہرگز مطبع میں نہ بھیجتے۔ اور یہی نسبت جناب مفتی صاحب مدرسہ نعمانیہ پر عائد ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان حضرات نے علماء زنجبار کے فتاویٰ اور مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب کے خط سے حق شناسی حاصل کر لی تھی۔ اگرچہ حق شناسی کے بعد علماء کی سرعت نسیان کی یہی حالت رہی۔ کہ صحرائے افریقہ کے اسلامی معاشرہ اور اپنے ہم پلہ عالم کی (نہایت ناپسندیدہ طریق سے) ہمت شکنی میں (یوں) حصہ لیا تو (پھر) ہم عوام سے کیا شکوہ؟

ہم اس اعلانِ عام (کے ذریعے) ان تحریرات کی (پُر زور رادر) باوازِ بلند تردید کرتے ہیں (جو مولانا عبدالشکور و قاضی عبدالقیوم و مولانا اکرام الحق صاحبان کو دوست محمد صاحب نے لکھی ہیں۔) اور ناظرین حضرات کو مطلع کرتے ہیں۔ کہ مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جامع مسجد نیروبی کے نام پر دوبارہ زنجبار میں کوئی چندہ حاصل نہیں کیا اور نہ ہی چندہ کے پیسوں سے (موصوف) حج پر گئے، بلکہ ان کے دوست سید فرزند علی شاہ صاحب انہیں اپنے ہمراہ حج پر لے گئے تھے۔

حضرتِ شاہ صاحبؒ کا وعظ نہ تو شارع عام میں بند ہوا ہے اور نہ ہی وہ رفعِ کے مبلغ ہیں۔ کسی مومن نے ہرگز دوست محمد صاحب سے نیچا نہیں دیکھا۔ بلکہ انہیں خود ہی کسی خاص معاملہ میں نیچا دیکھنا پڑا۔ اسی طرح وہ (دوست محمد) حضرت مولانا سید

عبداللہ شاہ صاحبؒ کے معاملہ میں برطرف کئے گئے ہیں۔ اور نہ ہی مولانا ممدوح نے چندہ سے کچھ غبن کیا ہے۔ ان تمام باتوں کی حقیقت خرافات سے زیادہ نہیں۔

آخر میں ہم ذات باری تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ کی عمر دراز کرے۔ اور ان ایسے حق گو، بلند ہمت متقی، صاحب ایثار علماء، امت محمدیہ میں فراوانی سے پیدا کرے۔ آمین۔ یارب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ہم ہیں ممبران اہل سنت والجماعت کمیٹی زنجبار:-

۱۔ علی محمد اسمٰعیل میمن۔ متولی مسجد حنفی۔ زنجبار

۲۔ حاجی عبداللہ حاجی طیب پٹیل۔ زنجبار

۳۔ صدر الدین شیخ عباس ۴۔ آدم موسیٰ جی۔ زنجبار

۵۔ سید محمد طاہر الدین سید خلیل پیش امام مسجد حنفی زنجبار

۶۔ مستری آدم یوسف زنجبار ۷۔ حاجی عبدالرحیم جمعہ اسحاق زنجبار

نوٹ:- اس پوسٹر پر مورخہ ۳ ربیع الآخر ۱۳۵۱ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۳۲ء کی تاریخ درج ہے۔

۲۔ تردیدی خط بابت جناب مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب مدظلہ (علیہ الرحمۃ)

منجانب جامع مسجد کمیٹی، انڈین بازار نیروبی

بگرامی خدمت جناب معتمد اعزازی و ہمہ اراکین انجمن اسلامیہ ...... زادعنایتکم

مزاج اقدس! جب سے جامع مسجد شہر نیروبی کی عالی شان عمارت کی بنیاد پڑی ہے اس پر اب تک ملکھوکھا شلنگوں کا خرچ آچکا ہے اور اس تعمیر میں جس قدر حصہ دا، حد امکان جناب سیدی ومولائی حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے لیا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں بلکہ تمام افریقی دنیا پر اظہر من الشمس ہے۔ نیز اراکین سابقہ کمیٹی

کے معافی نامہ میں من جملہ ـــ ذیل کا ایک فقرہ آبِ زریں سے لکھے جانے کے قابل ہے جو کہ
بھی خصوصاً اور عموماً اہلِ اسلام نیروبی اس بات کو کلّی طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان کا یہ اعتراف
صد فی صد صحیح ہے۔

مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب کا وجود بھی افریقی مسلمانوں کے لئے رحمتِ ایزدی سے کم نہیں جیسا کہ مرحوم سید احمد خان صاحب کا وجودِ مسعود ہندی مسلمانوں کے لئے

باعثِ رحمت ثابت ہوگا

اس معافی نامہ کی یہاں بوجہ عدمِ گنجائش چنداں تشریح کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ مولانا
موصوف کی عین عدم موجودگی میں۔ جبکہ جناب نے ذاتی کاروبار کی مشکلات کو پسِ پشت ڈال کر اور
اسلامی ایثار کو ترجیح دے کر محض رضائے الٰہی اور ہمدردئ اہلِ اسلام کو مدِنظر رکھ کر دور دراز
ممالک میں مسجد کے لئے چندہ فراہم کرنے پر مامور اور ہمہ تن اس کارِ خیر میں مصروف تھے تو سابق
کمیٹی کی غفلت سے مولانا کے پاک وجود پر بے طرح کے الزامات تھوپنے شروع کئے گئے
خصوصاً جس میں خود غرضی کی بو آرہی تھی۔ بلکہ اس پر بھی اکتفا اور قناعت نہ کر کے عوام الناس
طبقہ اسلامیہ کو مغالطہ میں ڈال کر مختلف انجمن ہائے اسلامیہ در برّ اعظم افریقہ اور ہند کے بعض
رسالہ جات اور اخبارات میں بھی مولانا موصوفؒ کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی۔ جس میں کہ
حد درجہ افترا پردازی سے کام لیا گیا۔ اور یہ واقعات ۱۹۲۷ء کے بعد کے ہیں۔ جبکہ
مولانا موصوف کے وہم بلکہ خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔ کہ مجھ کو اس کارِ عظیم کا نمایاں صلہ یہ
ملے گا۔ ؟ کیونکہ سے

آں را کہ حساب پاک است
از محاسبہ چہ باک است

غول درپیش تھا۔ جو کہ فی الواقعی یہی لوگ موجودگی میں جناب مولانا کی عزت و آبرو میں کوئی دقیقہ
ذاشت نہیں کرتے تھے تو ان کی عدم موجودگی میں جب کہ مولانا موصوف اس کارِ خیر میں یعنی،
ی چندہ میں مشغول تھے حاسدین، عوام الناس کے سامنے ان کے رسوا کرنے میں اَن تھک کوشش
رہے تھے۔ چناں چہ اتفاقاً ایک غیر معروف رسالہ "النجم" لکھنؤ ۱۱ و ۲۱ جلد ۴۔ ۷ و ۲۱
ی الآخر ۱۳۴۵ھ رسالہ نعمانیہ لاہور جون ۱۹۳۰ء وغیرہ میں مولانا موصوف کے خلاف دست
سالار بخش مرحینٹ زنجبار کی طرف سے ایک واہیات اور پُر کذب مضمون درج تھا مولانا
زیر نظر ہوا۔ حالاں کہ انہی ایام میں مسمی دوست سالار بخش زنجبار کے خط و کتابت کا
سلہ کمیٹی سابقہ کے ساتھ بدستور جاری تھا۔ اور اس نے جھوٹ کے طومار باندھ کر
قدر زیادتی و افترا پردازی سے کام لے کر مولانا کے برخلاف گوناگوں بہتان تراشے
کمیٹی جو خواب خرگوش میں سوئی ہوئی تھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور نہ ہی کمیٹی اس آئندہ فتور
زمانِ بدتمیزی کا مکمل انسداد کر کے اس توہین آمیز پروپیگنڈا میں سدِ راہ ہوئی بلکہ (مکمل)
ملوت اختیار کر کے اس منظر کا تماشہ دیکھ رہی تھی کہ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں
آتا ہے۔ مگر دراصل دیکھا جائے تو خاموشی بھی نیم رضامندی ہوا کرتی ہے اگر اسی وقت
بدانجام و گمراہ کن معاملہ کی مفصل طور پر روک تھام ہو جاتی تو آج کمیٹی کی حالت ہرگز اس
ابل حالی کو نہ پہنچتی اور نہ ہی مسلمان، دیگر اقوام کے سامنے قابلِ تضحیک ٹھہرتے اور نہ ہی مسجد کی حالت
اس قدر ناگفتہ بہ اور قابلِ رحم ہوتی۔ مگر خدا مسلمانوں کو ہدایت کرے کہ وہ اپنی حالت کو سنبھال
سکیں، اور اپنے مستقبل کے متعلق قدرے سرد دلی سے سوچیں۔

دوئم یہ کہ اگر سابقہ کمیٹی مختلف انجمن ہائے کی خدمت میں تاکیدی خصوصاً جناب مولانا کے برخلاف
اوانہ کرتی۔ تو چندہ کی فراہمی اور اس معاملہ کی نوبت ہرگز یہاں تک نہ پہنچتی اور مسجد بھی کبھی ایسی
حالت تک نہ پہنچ چکی ہوتی۔

باوجودیکہ سابقہ کمیٹی نے عام اجلاس میں یہ ہدایت کی تھی کہ مولانا کے برخلاف، پیشتر ازیں
جو خطوط اور رسائل کئے گئے تھے۔ ان کی فوراً ہی علیحدہ تردید کی جائے۔ مگر پھر بھی جان بوجھ کر اس
سے پہلو تہی کی گئی۔ اور سابقہ کمیٹی کے اس ارشاد کو بُری طرح ٹھکرا دیا گیا۔ یہی رخنہ اندازی

اور ۔ ورثے اٹکانے والی تھی ۔ کہ مسجد اب تک کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے ، اور بندگانِ خدا میں سے کوئی بھی پرسانِ حال نہیں ہے ۔

قصہ کوتاہ جنابِ مولانا نے اس بارہ میں مزید تحقیقات شروع کر دی اور آئندہ چندہ کی فراہمی سے قطعاً باز رہے ۔ (کیوں کہ اس طرح) ایک تو اپنی مفت کی بدنامی کا ازالہ مدِ نظر تھا اور دوسرے سابقہ کمیٹی نے بھی ان کے خلاف الزام لگا کر (جس میں زیادہ تر دخل مسمی دوست محمد سالار بخش مذکور کا تھا) بیرونجات کے عوام الناس کو چندہ کی ادائیگی کی بندش کر دی تھی ۔ جنابِ مولانا کی مراجعتِ نیروبی پر انہوں نے مزید مفصل احوال سے بھی آگاہی پا کر عوام الناس طبقہ اسلامیہ نیروبی کے روبرو سابقہ کمیٹی سے اِن بے بنیاد و پُر کذب الزامات کی جواب طلبی کی ۔

چونکہ کمیٹی کے پاس اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا ۔ اور خصوصاً یہ کام صرف چند شر پسند ارکان کی شرارت پر منحصر تھا اس لئے کمیٹی نے لاچار و مجبور موقعہ کو غنیمت جان کر جھٹ تحریری معافی نامہ میں اِس معاملہ کو خلط ملط کر ڈالا ۔ جو کہ اسی معافی نامہ کی متعدد کاپیاں بھی شائع کی جا چکی ہیں ۔ جس صاحب کو بھی ضرورت ہو وہ جناب والا مولانا صاحب سے درخواست کر کے مفت مانگ سکتا ہے ۔ تو ان صاحبان کی جن کا اس شر میں درپردہ دخل و اختیار تھا ، مطلب براری حاصل نہ ہونے پر مکرر سہ کرر اِس فتنہ میں دخل اندازی شروع کر دی ۔ جو کہ عوام الناس طبقہ اسلامیہ اور کمیٹی کے مابین ایک سخت تنازعہ برپا ہو گیا ۔ جس کا انجام مسجد کے لئے خصوصاً حد درجہ مضر اور خطرناک تھا مگر خداوندِ کریم کو کب امتِ مرحوم کی ذلالت منظور تھی اس لئے اس معاملہ کا جوانہ میں ہی قلع قمع ہو چکا بدیں وجوہ جنابِ مولانا خاص اسی مطلب کی خاطر ماہ اگست و ستمبر گزشتہ میں الزامات جو ان پر دراثنائے اقامتِ زنجبار بابت چندہ عائد کئے گئے تھے ۔ ہمراہ سربرآوردہ اور متمول اصحاب جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں :۔

۱۔ سیٹھ حاجی علی محمد اسماعیل صاحب میمن جنرل مرچنٹ و متولی جامع مسجد زنجبار

۲۔ حاجی سیٹھ عبدالرحیم صاحب میمن جنرل مرچنٹ و ممبر انجمن اسلامیہ زنجبار

۳۔ میاں آدم صاحب جنرل ٹھیکیدار و ممبر انجمن اسلامیہ زنجبار

نیروبی تشریف لائے تھے اور ان حضرات نے بعد فراغت نماز جمعہ اعلانیہ طور پر عوام کو نوٹس دیا کہ کوئی صاحب بھی مولانا پر کسی قسم کی رقم یا چندہ درزنجبار و ممباسہ ثابت کردے تو ہم یہاں (اسی وقت) اسے نقد اور دگنا ادا کرنے کو تیار ہیں۔ نیز عوام کے سامنے ہماری استدعا ہے کہ کاغذات آمدہ از مسمی دوست محمد سالار بخش ہمارے تحویل میں دے دیں تاکہ ہماری انجمن جس کے ہم نمائندے ہیں، درزنجبار باز پرس کر کے قانونی چارہ جوئی کریں مگر کاغذات کا جواب یہی ملا کہ کاغذات مذکورہ غائب ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ کس نے خورد برد کر لئے۔ نیز سیکرٹری سابق نے انتظامیہ کمیٹی کے اجلاس کے انعقاد کا نوٹس بھی ممبران کی خدمت میں بھیجا لیکن خود جلسہ کی حاضری سے معذور رہے۔ خدا جانے اس میں کیا راز مضمر تھا۔ حالاں کہ اصحاب زنجبار تقریباً دو ہفتہ یہاں مقیم رہے لیکن کسی صاحب نے بھی ان کو صورت تک نہ دکھلائی۔ کہ یہ معاملہ پایہ ثبوت تک پہنچ کر آئندہ کے لئے اس کدورت کی بیخ کنی کی جاتی مگر معاملہ کو حیل و حجت میں ڈال دیا گیا

انجمن اسلامیہ زنجبار کی طرف سے ایک زبردست اعلان بھی شائع ہو چکا ہے اور قلیل عرصہ قبل ہی عوام کے سامنے آچکا ہے آخر کار عوام الناس کے سامنے جناب مولانا کی (ان بے بنیاد الزامات سے) بریت بالکل واضح ہو چکی ہے اور کذب کی ہنڈیا عین چوراہے میں پھوٹ کر ان لوگوں کی زبردست کرکری ہو چکی ہے جن کا اس پروپیگنڈا معاملہ میں دخل تھا۔ اور کمیٹی کو مجبوراً تصفیہ کرنا پڑا۔ کہ سابق سیکرٹری مسٹر عزیز احمد کو برخاست کر کے یہ اعلان کر دیا جائے۔ کہ آئندہ وہ اس کمیٹی کے ممبر تک نہیں ہو سکتے۔

۲۔ سیکرٹری جدید کا تقرر ہوا۔ انجمن ہائے اسلامیہ اور عوام الناس کی خدمت میں نہایت شد و مد سے یہ تحریر کیا جائے کہ جناب مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب مدظلہ کے خلاف اس سے پیشتر خواہ کسی جانب سے بھی مخالفت کی جا چکی ہے۔ کمیٹی جدید مسلمانوں کی جائز خواہش اور مطالبات کا پاس کر کے عوام الناس طبقہ اسلامیہ نیروبی کی طرف سے اس کی تردید کرتے ہوئے اعلان بالجہر کرتی ہے۔ کہ:

جناب مولانا کی عظمت ہمارے اور خصوصاً سب مسلمانوں

کے قلوب پر بعینہٖ منقش ہے اور یہ اَمر پایۂ ثبوت تلک پہنچ چکا ہے کہ جب تلک مولانا ایسی مقدس ہستی ہمارے ساتھ شامل ہو کر مسجد کی تعمیر میں حصّہ نہ لے ہم مسجد کو ہرگز پایۂ انصرام تک نہیں پہنچا سکتے اور جو الزامات بابت قرضہ مسجد کمیٹی جناب مولانا پر عائد کئے گئے تھے، چونکہ اِس قرضہ کے ثبوت کے لئے کوئی صاحب بھی سامنے نہیں آئے اس لئے وہ مطلق غلط ہے اَور کمیٹی ہٰذا اس کی مکمل طور پر عرض کرتی ہے کہ مسجد ہٰذا کی اعانت ہر فردِ اسلام پر فرضِ اوّلین ہے۔

نیازمند خادمِ اسلام

۱۔ محمد صادق صدر جامع مسجد کمیٹی، نیروبی

۲۔ حقیر محمد عبداللہ میر بقلم خود، معتمد اعزازی جامع مسجد کمیٹی نیروبی

۳۔ حقیر مراد خاں، نائب معتمد اعزازی 〃 〃 〃 〃 〃

۳۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اغانِ مقبلاں ہرگز نمیرد | اگر گیتی سراسر باد گیرد
اغے راکہ ایزد بر فروزد | ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

مکرمی جناب مدیر رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور

سلام مسنون ! رسالہ انجمن نعمانیہ میں میری ایک چٹھی بحیثیت سکرٹری جامع مسجد کمیٹی
زبار محررہ ۲۰ ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء بنام میاں دوست محمد سالار بخش لائٹ مرچنٹ سکنہ زنجبار
زیقہ) عرصہ چار سال کے بعد شائع کی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے اراکینِ انجمن کو بالعموم
و مجھے بالخصوص دلی رنج اور صدمہ ہوا ہے۔ یہ انجمن نہایت پر زور الفاظ میں صدائے
احتجاج بلند کرتی ہوئی آپ سے درخواست کرتی ہے۔ کہ آپ اپنے دوسرے ماہ
ہواری رسالہ میں یہ چٹھی شائع کر کے تلافی کریں۔ تاکہ عوام الناس حقیقت حال سے پوری
طرح آگاہی پا سکیں۔

اخبارات یا رسالہ جات کے مدیران اکثر اپنی ذمہ داری کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور بالخصوص
دینی انجمنیں ایسے مضامین کی اشاعت سے ضرور پرہیز کرتی ہیں جن کا اثر یا پرتو بالواسطہ یا
بلاواسطہ کسی انجمن یا کسی فرد پر پڑے۔ مذکورہ چٹھی کی اشاعت سے قبل آپ کو ذمہ دار
لوگوں سے ضرور تحقیق کر لینی چاہیئے تھی کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ یا کم از کم خود چھان بین
کرتے کہ چار سال کے طویل عرصہ کے بعد اس چٹھی کی اشاعت کیا معنی رکھتی ہے؟ ضرور
اس میں کوئی نہ کوئی راز مضمر ہے یا دال میں کالا ہے۔ جو اس باسی کڑھی میں پھر ابال آیا
ہے۔

مگر شائع کنندہ کی نیت بخیر ہوتی اور اس کے دل میں حقیقی دردِ اسلام ہوتا تو وہ
اس چٹھی کو اتنی مدت حرزِ بازو بنائے رکھتا اور جناب شائع ہونے پر بطیب خاطر
اس کو تلف کر دیتا لیکن ذاتی عناد، بغض و حسد اور کینہ نے جو اس کے متصورہ دل
پر تسلط جما کر اپنا رنگ چڑھا چکا تھا۔ اس صاحب کی تفہیم کو سلب کر کے راہِ

حقانیت اور انصاف سے دور پھینک دیا۔ اور اس نے مذکورہ چٹھی کو حربہ سمجھ کر اس کی آڑ میں اپنے ناپاک ارادوں کو تکمیل دی۔ سچ کہا گیا ہے ؎

بیا منگر کینزک زادگاں را
کہ گل ہرگز بشورستاں نہ خزد

حاجی شمس الدین صاحب سابق سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے جس اخلاص محبت اور محنت سے انجمن مذکور کو مستحکم کیا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ہر فرد بشر جانتا ہے اور حاجی صاحب کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دعائے خیر دیتا ہے مگر افسوس کہ مفسدہ پردازوں کے اتہام اور طعن سے اس قدر جلیل القدر ہستی بھی نہ بچ سکی۔

قدر زر زرگر بداند، قدر جوہر جوہری

بعض لوگ خطرتاً کسی قومی کارکن کے اثر یا عزت کو زائل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور جائز و ناجائز حملے کر کے ان کی رسوائی کے لئے سعی بے سود کرتے ہیں اور خواہش مند رہتے ہیں کہ وہ بھی عوام الناس کی نظروں میں مقبول ہو جائیں گے۔ مگر ایسے حضرات نیک یا بدشہرت ضرور کچھ عرصہ تک حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی عقل انہیں اس نتیجہ پر نہیں پہنچنے دیتی کیونکہ وہ عاری عبائے ہوش اور قبائے خرد کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

ایسے حضرات جب اپنی آرزوؤں کا خون ہوتے دیکھتے ہیں تو لامحالہ مکر اور حیلہ سازی سے کام لیتے ہیں۔ اور شب و روز متلاشی رہتے ہیں۔ کہ کوئی موقعہ ملے جس سے در پردہ پر کی اڑا کر ایسے کارکنوں کی تذلیل اور رسوائی کریں تاکہ وہ آئندہ کام نہ کریں۔ لیکن بمصداق ؎

صداقت چھپ نہیں سکتی اگرچہ زور باطل ہو
چھپیں گے کذب کے بادل تو آخر چاند نکلے گا

جب حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے تو ایسے حضرات منہ کی کھاتے ہیں۔ اور چاہ کنندہ را چاہ درپیش والا معاملہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ تو ایسے واقعات سے درس عبرت حاصل

کر کے راہِ مستقیم اختیار کرتے ہیں اور بعض :

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِہِم

کی آیۂ کریمہ کے ماتحت آجاتے ہیں اور دین و دنیا سے راندہ ہو جاتے ہیں ۔ اور ناپاک کوششوں کو بدستور جاری رکھتے ہیں ۔ تاوقتیکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان کو سختی سے پکڑ لیتا ہے ؏

دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

آغازِ ماہ جنوری ۱۹۲۹ء میں ، مَیں بعہدۂ سیکرٹری جامع مسجد سے ریٹائرڈ ہو کر اپنے وطنِ مالوف یعنی ہندوستان رخصت پر جا رہا تھا ۔ کہ جہاز میں مسجد کی محبت میرے دل میں شعلہ زن ہوئی ۔ اور میری ضمیر نے مجھ سے کہا کہ گو تو آجکل سیکرٹری نہیں ہے مگر مسلمان تو ہے ۔ اُٹھ اگر ہو سکتا ہے تو جہاز کے مسافروں سے نیروبی کی مسجد کے لئے چندہ جمع کر ۔ اللہ کا نام لے کر مَیں نے تحریک شروع کی مسبب الاسباب نے اسباب پیدا کر دیئے اور مجھ پر یہ ثابت کر دیا کہ ؎

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں ، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

جمع شدہ روپیہ تو مَیں نے جہاز سے اترتے ہی بمع فہرست معطیان نیروبی بھجوا دیا ۔ جس کو بلا اطلاع منتظمہ کمیٹی ایک دوسرے بنک کے کھاتہ میں جمع کرا دیا گیا ، بعض مسافروں نے نیروبی میں اپنے رفقاء کے نام چٹھیاں لکھیں کہ فلاں صاحب (عزیز احمد) نے جہاز میں سے مسجد کے لئے چندہ جمع کیا ہے ۔

عوام الناس تو درکنار ، خود اراکینِ منتظمہ کمیٹی جامع مسجد بھی اس صورت حال سے ناواقف تھے ۔ اس لئے لوگوں کے دلوں میں گوناگوں شکوک و شبہات پیدا ہونے لازمی تھے ۔ چہ میگوئیاں اور اتہام شروع ہو گئے ۔ مگر ابھی یہ شکوک مبدل بہ یقین نہ ہونے پائے تھے کہ میرا عرصۂ رخصت ختم ہو گیا اور مَیں خوش قسمتی سے دوبارہ نیروبی ہی میں تعینات ہوا ۔ سلیم الطبع حضرات نے مجھ سے استفسار کیا اور مَیں نے سب حقیقت بیان کی ۔ تو تحقیقات

پر معلوم ہوا کہ روپیہ فی الحقیقت دیر سے پہنچ چکا ہوا ہے۔ اور غلطی سے پبلک یا کمیٹی کو اطلاع نہ کی جا سکی۔ میرے خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں میں ایک صاحب ایسے بھی تھے۔ جن کو اس حقیقت کا پورا علم بھی تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ میرے خلاف بدستور پروپیگنڈا کرتے رہے۔ اگر میں نیروبی سے ہمیشہ کے لئے غیر حاضر ہو جاتا تو یقینی طور پر تمام لوگ بے خبری میں مجھے کوستے۔

بعینہٖ اسی قسم کے حالات مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ کو پیش آئے۔ جس رقم کا ذکر میاں دوست محمد سالار بخش صاحب نے اپنے خطوں میں کیا۔ وہ روپیہ ایک تیسرے ذریعے سے انجمن کو موصول ہوگیا اور یہی وہ رقم تھی جس کے باعث میاں موصوف نے مجھے مغالطہ میں ڈال کر میری چھٹی حاصل کر لی۔ اور بعد میں یہ چھٹی محض اپنی مقصد برآری کے لئے فضول طریقے سے شائع کر دی۔

چونکہ اختلافِ رائے کے باعث مولانا صاحب کمیٹی سے ناراض ہو چکے تھے۔ اور انہوں نے اپنا سلسلۂ خط و کتابت بھی انجمن سے منقطع کر لیا تھا اس لئے انہیں صحیح صورت حال کا فوراً علم نہ ہو سکا۔ اور جب حالات نے زیادہ مشکوک صورت اختیار کی تو انہوں نے اپنی پوزیشن صاف کر دی۔ اور جس قدر حساب ان کے قبضے میں تھا بوساطت ایک میمن سوداگر نیروبی پہنچا دیا۔

عام مسلمانوں کی اطلاع کیلئے اور شکوک شبہات دور کرنے کے لئے انجمن نے مکمل حساب کتاب بزبانِ انگریزی ایک رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا۔ تاکہ تمام معطیان اپنی اپنی رقوم کا صحیح اندراج دیکھ لیں۔ اور اگر کسی صاحب نے مولوی صاحب یا کسی اور صاحب کو کوئی رقم مسجد کے لئے چندہ میں دی ہو اور وہ رقم حساب میں موجود نہ ہو تو وہ کمیٹی کو اطلاع کرے۔ مگر آج تک کوئی شکایت اس بارے میں موصول نہیں ہوئی۔

پینتالیس شلنگ کی ایک رقم جو کہ مرشی سے وصول ہوئی تھی اس کا اندراج سال ۱۹۲۷ء میں اس لئے نہ ہو سکا۔ کہ حساب کتاب اس رقم کے وصول ہونے سے پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا۔ اس رقم کا اندراج ۱۹۲۸ء کے حساب میں کر دیا گیا۔

شائع شدہ حساب تا ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء کی ایک نقل ارسالِ خدمت ہے۔ تاکہ آپ بحیثیت مسلمان خود بھی صورتِ حال کا موازنہ کر لیں۔ اس میں ۵۰۰ شلنگ کی ایک رقم شہر دارالسلام میں بالمقابل بابو ہدایت اللہ صاحب آپ کو ملے گی۔ یہی وہ رقم ہے جس کے متعلق مجھے مغالطہ میں

اس حساب میں چھٹی شائع کنندہ کا نام بھی تلاش کریں۔ اور یہ آپ کو یقیناً کہیں نہیں ملے گا
حقیقتاً دردمند ہوتے تو وہ ضرور حسب الاستطاعت مسجد کی تعمیر میں چندہ بھیجتے کیونکہ
سے امداد کے لیے بھی درخواست کی گئی تھی اور وہ ضرور اپنے آپ کو مومنوں کے
شمار کرتے جس کے متعلق خدائے لم یزل اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ

اس اخلاص یا ایثار کا تو ادھر گذر تک نہیں ہوا بلکہ اس کی جگہ بے جا تعصب، حسد
نے لی۔ اور یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ ان حضرات میں سے ہیں جو کہ اپنے مطلب کی خاطر
برپا کرتے اور اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور رسالہ نیش کژدم کبھی بسدھا راستہ
نہیں ہوتے بلکہ ان کی زندگی کا نصب العین ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ کھیلیں گے اور نہ کھیلنے دیں گے۔
مانوں کے تنزل کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ایسے حضرات
نگاروں پر طرح طرح کے طعن اور اتہام لگا کر ان کے سر آپسے کھیلتے ہیں۔ کہ راہ
تنہائی ہی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور دوسرے دردمند لوگ انہی وجوہ کے باعث قومی
کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ کہ مبادا کل کو ہمارا بھی یہی حشر ہو

یعنی الذین تلونون فغالهم کتلون الحدباء
فی الاطوار

یکن صاحب استقلال اور عالی ہمت حضرات، جناب سر سید احمد خاں مرحوم (خدا ان کو
نت کرے) کی طرح میدان عمل سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹتے دراصل یہی وہ حضرات
کے پاؤں کامیابی اور فتح مندی چومتی ہے۔

مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحبؒ کا وجود بھی افریقی مسلمانوں کے لئے رحمت
سے کم نہیں۔ جیسا کہ مرحوم سر سید احمد خاں کا وجود مسعود ہندی مسلمانوں کے لئے
رحمت ثابت ہوا۔ چناں چہ مولانا موصوف اتہام و الزامات کو بالائے طاق رکھ کر بدستور
ملک و قوم میں مصروف ہیں۔ اور ان کی وقعت وہی جانتا ہے جو چشم بصیرت رکھتا ہے

یا آشنا ہے۔ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

بابو مولا بخش صاحب مرحوم انجمن کے ملازمین میں سے تھے جو رقوم ان کی تحویل میں تھیں، ان کا حساب انجمن کو مل گیا۔ انھوں نے یکصد شلنگ اپنی ماہواری تنخواہ میں اور تقریباً ۶۰ شلنگ اپنے سفر خرچ میں منتقل کر کے حساب کی کتاب میں اندراج دکھا دیا۔ القصہ یہ معاملہ صاف ہو گیا۔ اور مسجد کمیٹی نے اپنی پوری پوری تسلی کر لی۔ ایسے معمولی واقعات کو رنگ چڑھا کر تازہ کرنا عاقبت نااندیشی نہیں تو اور کیا ہے؟ ؎

چیزے کہ رفت رفت مکن یاد او دِگر
زیرا کہ تازہ کردن غم کارِ عقل نیست

مندرجہ بالا تشریح سے آپ پر بخوبی روشن ہو گیا ہو گا کہ عوام کو بدظن کرنے کے لئے بے پر کی کیسی اڑائی جاتی ہے؟

باقی رہا یہ قصہ کہ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب شیعہ ہیں یا سنی تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ کہ حضرت مولانا اہل سنت والجماعت ہیں اور اسی جماعت سے ان کا تعلق ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

نیازمند:

عزیز احمد آنریری

جامع مسجد کمیٹی انجمن اسلامیہ اہلِ سنت وجماعت

تصدیق رپورٹ

حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ نے اپنی ساری عمر ہم لوگوں میں گذاری ہے۔ اور ہر کہ ومہ اس ملک میں اور ہندوستان میں ان کے متعلق یہ جانتا ہے کہ وہ ایک راسخ الاعتقاد حنفی المذہب ہیں۔ ان کی نسبت کسی کا یہ کہنا کہ وہ اہلِ تشیع کی طرف راغب ہیں۔ ایسا ہے گویا کوئی کہے کہ پوپ کی رغبت اسلام کی طرف ہے۔

نوٹ: مجھے رسالہ نعمانیہ میں اس طویل ولایعنی مضمون کو پڑھ کر سخت تعجب ہوا کہ ایسا

مقتدر رسالہ ایسے رطب و یابس کو شائع کرنے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جب اس میں ایسی دروغ بیانی ہی کی گئی ہے۔ جو کہ قانونی زد میں آسکتی ہے۔ اور ازالہ حیثیت عرفی کی بدترین مثال ہے۔

نیز آج سے چار سال قبل کے معاملہ کو از سر نو کریدنا سراسر فتنہ پردازی ہے اور ناحق دل آزاری ہے۔ یہ معاملہ بالکل صاف ہو چکا ہے۔ اور حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب سے کوڑی کوڑی کا حساب مل چکا ہے۔

باقی رہی شیعہ سُنّی کی بحث ـــــ اس کی نسبت صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ ؎

اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہوشیار باش

شمس الدین

پریذیڈنٹ انجمنِ اسلامیہ نیروبی

میں سیکریٹری صاحب کی تحریر کی تصدیق کرتا ہوں اور جناب پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ کے ریمارکس کے ساتھ پورا پورا اتفاق کرتا ہوں۔

مولا داد

پریذیڈنٹ جامع مسجد کمیٹی

معافی نامہ منجانب کمیٹی مسجد نیروبی

مکرم مخدوم حضرت مولانا سیدنا عبداللہ شاہ صاحب مدفیوضہ (علیہ الرحمتہ)

السلام علیکم۔ آنجناب نے اجلاس منتظمہ کمیٹی برائے تعمیر جامع مسجد نیروبی منعقدہ ۲۱ جون ۱۹۳۱ء میں جو مندرجہ ذیل اشکایات کمیٹی ہذا کی نسبت زبانی ارشاد فرمائی تھیں ان کے متعلق کمیٹی نے پورے طور پر غور کیا ہے۔

۱۔ یہ رجب کو بدنام کیا گیا ہے۔ کہ آپ مسجد کے لیے مختلف مقامات سے چندہ وصول کرکے کمیٹی کو اطلاع دیئے بغیر اپنے مصرف میں لے آئے۔

۲۔ ممبران کمیٹی نے آپ کی نسبت بدگمانی سے کام لیا۔ اور خصوصاً آنریری سکریٹری میاں عزیز صاحب آپ کی خدمت میں ایسے خطوط ارسال کیے جن سے آپ کی دیانت پر حملہ متصور تھا۔ اور آپ کی دل آزاری مقصود تھی۔

۳۔ کسی غیر معروف اخبار یا رسالہ موسومہ بہ النجم میں آپ کی شان میں بعض گستاخانہ کلمات تیار کیے گئے۔ اور باوجودیکہ آپ نے اس امر کی نسبت کمیٹی ہذا کو اطلاع دی مگر کمیٹی نے اس مذکورہ بالا مضمون کی کوئی تردید نہ کی۔ کمیٹی بعد از غور و خوض ان امور کی نسبت سلسلہ وار یوں عرض گزار ہے۔

اوّل:۔ کمیٹی نے وقتاً فوقتاً حساب کمیٹی شائع کیا جس میں تمام معطیان کی رقوم چندہ بنام شائع کی گئی تھیں۔ اور بذریعہ اشتہار ہر خاص و عام یہ درخواست بھی کی گئی تھی۔ کہ اگر کسی صاحب نے چندہ دیا ہو اور اس کا نام فہرست میں درج نہ ہو یا اسے کمیٹی کی طرف سے رسید نہ ملی ہو تو وہ فوراً اعتراض کریں۔ باوجودیکہ ایسے حسابات شائع ہوئے۔ آج تک کسی شخص کی طرف سے کمیٹی ہذا کو کوئی شکایت اس قسم کی موصول نہیں ہوئی۔ کہ آپ کو کسی شخص نے کوئی رقم مسجد کے لئے دی ہو۔ اور اسکی اطلاع کمیٹی ہذا کو موصول نہیں ہوئی ہو یا کسی معطی کو رسید نہ پہنچی ہو۔

کمیٹی ہذا کی طرف سے کسی خط و کتابت میں جناب کی شان میں ایسا اتہام نہیں لگایا گیا کہ آپ نے کوئی رقم وصول کر کے بغیر اطلاع کمیٹی اپنے مصرف کے لئے رکھ لی ہے۔ اور اگر کمیٹی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص آپ کی نسبت اس قسم کی شکایت کرے، تو وہ صریحاً جھوٹ اور بہتان ہوگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ۱۹۲۷ء میں کمیٹی ہذا کی مشکلات حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ کمیٹی نے چاروں طرف نظر دوڑا کر دیکھا اور اس کار خیر میں آپ کی شمولیت اشد ضروری سمجھی گئی۔ چنانچہ آپ کو بذریعہ متواتر عریضہ جات اور پیغامات جنجرہ سے دعوت دے کر بلایا گیا اور ہر چند کہ آپ کے اپنے پیچ در پیچ کاروباری معاملات، آپ کو یہاں آنے کی اجازت نہ دیتے تھے آپ کمال ایثار سے کام لے کر تشریف لے آئے۔ اور اس کام پر کمر ہمت باندھی۔ اور جبکہ مالی مدد آپ کے میدان عمل میں آنے سے کمیٹی کو ملی۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور اس کار خیر میں بعض افراد ضرور مخل اور بے جا طور پر معترض ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس ملک میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ مسلمانوں نے خود تعمیر مساجد میں مخل ہونے کی خاطر مساجد زیر تعمیر کو نذر آتش کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ مسجد ہذا کی نسبت کئی اصحاب نے (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے) قسم

قسم کی رکاوٹیں پیدا کیں۔ اکثر حضرات ایسے ہیں جنہوں نے خود کبھی کوئی امداد نہیں دی۔ اور اگر دی تو وہ محض ناقابل ذکر تھی۔ ایسے اصحاب کسی کام کرنے کے ناقابل ہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے کبھی کوئی کام کیا ہے۔ اگر وہ کسی جگہ مسجد کے لئے جا کر چندہ بھی مانگیں تو ان پر اعتبار کر کے شاید کوئی ایک شلنگ کی رقم بھی دینے کو تیار نہ ہو۔

ایسے لوگ اپنے دینوی مشاغل کو ایک گھنٹہ کے لئے چھوڑ کر مسجد کا چندہ جمع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور اگر یہ تیار ہوں بھی تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ جس نے چندہ دینا ہو، وہ بھی نہ دے۔ مگر ایسے اصحاب حساب کی صحت کی ضرورت کی آڑ میں ہر روز نئے نئے اور اکثر بے بنیاد اعتراضات پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کی نیت محض خلل اندازی کی ہوتی ہے۔

کمیٹی ہذا حساب کی صحت اور اہمیت کو ہرگز نظر انداز نہیں کرتی۔ اور ہر ممکن طریق سے، بلکہ اور خاص کر معترض حضرات کی تسلی کے لئے حسابات شائع کرتی رہتی ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ بے جا معترض حضرات کے شر سے کمیٹی کو کلی طور پر نجات مل سکے۔ مثلاً حساب کتاب کی صحت کے دلدادہ حضرات کی نیت اگر بخیر ہو تو کبھی کوئی یہ سوال بھی کرتا کہ فراہمی چندہ کے لئے موٹر کاروں کے ذریعے ملک کے طول و عرض میں سفر کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کوئی رقم کرایہ موٹر وغیرہ کیوں شامل نہیں؟

حالانکہ چوہدری مولاداد نے خود شامل ہو کر ہزاروں میل کا سفر اپنی موٹر کار کے ذریعے کیا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے پٹرول کا خرچ تک کبھی کمیٹی سے نہیں لیا اور نہ ہی کسی اور حساب میں کبھی کوئی خرچ دکھایا ہے۔ اس کے باوجود یہ دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ چوہدری صاحب موصوف کو اگر کسی نے پانچ شلنگ چندہ دیا۔ اور کمیٹی کی طرف سے اسکی رسید پہنچانے میں ذرا توقف ہوا۔ تو پبلک میں چوہدری صاحب کے خلاف طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلانے کی کوشش کی گئی۔

یہ بات صرف جناب کے ذہن نشین کرانے کے لئے تمثیلاً عرض کی گئی ہے۔ کہ ہر کار خیر میں شامل ہونے والوں پر ہمیشہ اعتراض کئے جاتے ہیں اور اس بلا سے پیروں اور پیغمبروں تک کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

معترض حضرات اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ ملک کی حکومت نے لوگوں سے مختلف ٹیکس وصول کرنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔ اور یہ ٹیکس قانوناً اور جبراً وصول کئے جاتے ہیں۔ اور نادہندگان کے لئے سزائے قید و جرمانہ تک موجود ہے۔ اور ان ٹیکسوں کے وصول کرنے پر بڑی بڑی تنخواہوں والے افسر مقرر ہیں۔ اس کے باوجود اکثر لوگ ٹیکس ادا نہیں کرتے۔

اس کے برعکس مسجد کے لئے چندہ جمع کرنے والی ہستیاں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرکے پورے اخلاص، منت خوشامد، وضعداری اور خوشامد سے چندہ جمع کرتے ہیں۔ عموماً چندہ دینے والے ایسے حضرات بہت کم ہیں۔ جو نہ صرف بطیب خاطر، بغیر کسی لیت و لعل کے، اور بغیر کسی خوشامد کے چندہ دیتے ہیں۔ اور وہ حضرات تو انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں جو مانگنے والوں کے لحاظ مرتبہ اور ارادت کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔ ورنہ جن جن مشکلوں سے چندہ فراہم ہوتا ہے اور چندہ جمع کرنے والوں کو جس جس قسم کے الفاظ سننے پڑتے ہیں۔ اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

چندہ کی کامیابی کا انحصار صرف اس امر پر ہے۔ کہ مانگنے والا کون ہے؟ اور اس بارہ میں تو ذرہ بھر بھی شبہ نہیں کہ جس قدر رقوم جناب کی وساطت سے فراہم ہوئیں۔ وہ اس امر کا ثبوت ہیں کہ آپ کی تحریک اور ایک غیر معروف کے چندہ مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خدا کے بندوں کی زبان میں خاص تاثیر ہوتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

۲۔ کمیٹی کے ممبران آپ کی نسبت کبھی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوئے۔ البتہ وہ اس امر سے ہمیشہ خائف رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ کہ مبادا معترضین حضرات کو للّٰہ عبادت کی وجہ سے یا مناع للخیر ہونے کی وجہ سے لوگوں میں بدگمانی پھیلانے کا موقعہ ملے۔ جس کی وجہ سے مسجد کی تعمیر ادھوری رہ جائے۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے بدنامی کا باعث ہو۔ اور اس طرح غیر اقوام کو استہزاء کا موقعہ ملے۔

میاں عزیز احمد صاحب نہایت مخلص اور محنت کش نوجوان ہیں۔ انہوں نے ایک مسلمان کی حیثیت

سے مسجد کی تعمیر کے متعلق جس جانفشانی سے گزشتہ چھ برس تک کام کیا ہے۔ اس کی جزاالله تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ اور کمیٹی کو یہ پوری تسلی ہے۔ کہ میاں عزیز احمد صاحب کو جناب کی ذاتِ گرامی سے کوئی ذاتی بغض یا عناد نہیں ہے بلکہ وہ صرف معترضین کے خوف سے (کہ مبادا کمیٹی پر کسی قسم کی خیانت کا کوئی الزام آجائے) حد سے زیادہ محتاط اور کوشاں رہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کمیٹی یا آں جناب کے اسمِ گرامی پر کوئی دھبہ آئے۔ اس لئے اگر ان سے خط و کتابت میں آپ کی شان میں کوئی ناگوار جملہ معرضِ تحریر میں آگیا ہو تو اس کے لئے کمیٹی جناب سے معافی کی خواستگار ہے۔ کیوں کہ جناب عزیز احمد صاحب نے جس قدر بھی مراسلے جناب کی خدمت میں روانہ کئے ہیں۔ ان سب کی تمام تر ذمہ داری کمیٹی پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اور کمیٹی کو یہ تسلیم کرنے کے بغیر چارہ نہیں کہ وہ سب کچھ کمیٹی کی زیرِ ہدایت کرتے رہے ہیں۔

کمیٹی کو اس بات کی پوری تسلی ہے کہ عزیز احمد صاحب نے آپ کی ہتک، دلآزاری یا عداوت کے لئے کبھی کوئی اقدام نہیں کیا بلکہ آپ کے نیک نام اور کمیٹی کے وقار کو ہر قسم کی بدنامی کے دھبہ سے محفوظ رکھنا ہمیشہ اُن کے مدِ نظر رہا ہے۔

النجم ایسے غیر معروف رسالہ میں آنجناب کے خلاف جو مضمون شائع ہوا تھا، اس کی تردید کرنا گویا اس رسالہ کو غیر ضروری طور پر اہمیت دینا اور اس کی آواز کو زیادہ مؤثر بنانا ہے ــــ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اخبار نے جو گستاخی جناب کی شان میں کی ہے۔ اس کا دوبارہ ذکر کرنا اس اخبار کو گویا یہ موقعہ دینا ہے۔ کہ وہ ایک مستقل بحث کا آغاز کر کے اپنے متعلق مضامین کے ذریعے یہاں اپنا میدان وسیع کرے۔

بہرکیف "النجم" کے واہیات مضمون کا تعلق بھی مسجد یا مسجد کے چندہ سے کوئی نہ تھا۔ اور نہ ہی اس میں جناب کی ذاتِ گرامی پر خیانت کا کوئی الزام لگایا گیا تھا بلکہ اس مضمون میں شیعہ اور حنفی کی ناپاک بحث چھیڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور بس۔

کمیٹی کے نزدیک اس کا بہترین علاج صرف یہ ہے کہ اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے اور جناب کی خدمت میں یہ عرض کیا جائے۔ کہ ؎

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدا را

دستخط کنندگان:

مولاداد (بقلم خود) صدر مسجد کمیٹی نیروبی

اللہ بخش ممبر مسجد کمیٹی و صدر گذشتہ کمیٹی

عزیز احمد آنریری سیکرٹری، مسجد کمیٹی

شمس الدین ممبر مسجد کمیٹی

جامع مسجد نیروبی اور مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ

مبلغِ اسلام مجالسِ نیروبی و زنجبار کی طرف سے الزامات کی تردید

مولانا سید عبداللہ شاہ صاحبؒ مبلغ اسلام مقیم ایسٹ افریقہ کے خلاف جو نیروبی کی
شان دار زیر تعمیر مسجد کے لئے جامع مسجد کمیٹی نیروبی کی طرف سے چندہ کرتے تھے افریقہ
اور ہندوستان کے بعض رسالوں خاص کر 'نعمانیہ' (لاہور) اور 'النجم' (لکھنؤ) میں دوست محمد سالار بخش نامی
سوداگر زنجبار نے مولانا ممدوح پر غبن اور رافضیت کی تبلیغ وغیرہ کے سراسر بے بنیاد اور غلط
الزامات لگائے ہیں۔ اس ضمن میں ہمارے پاس ایک تردیدی پوسٹر جامع مسجد کمیٹی نیروبی کے صدر
(جناب محمد صادق صاحب) معتمد (محمد عبداللہ صاحب) اور نائب معتمد (خان مراد خان سواتی) کے دستخطوں
سے (جامع مسجد نیروبی کی طرف سے) اور ایک پوسٹر اہل سنت والجماعت کمیٹی زنجبار کی طرف سے
جناب علی محمد اسمٰعیل میمن متولی مسجد حنفی، حاجی عبداللہ حاجی طیب ٹیپل صاحب، صدر الدین صاحب
شیخ عباس صاحب، آدم موسیٰ جی صاحب، سید محمد طاہر بن سید خلیل پیش امام مسجد حنفی بستری
آدم یوسف صاحب اور حاجی عبدالرحیم جمعہ اسحاق صاحب کے دستخطوں سے موصول ہوا ہے۔
اس کے علاوہ زنجبار کے علمی مشاغل اور بے جا نکتہ چینی کے عنوان سے حضرت مولانا سید

عبداللہ شاہ صاحب کا ایک پمفلٹ بھی موصول ہوا ہے۔

چونکہ ان تمام تحریروں کی اشاعت کے بلئے ایک ہفتہ وار اخبار کے کالم کسی طرح بھی مکتفی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے صرف ان کا خلاصہ قارئین "الفقیہ" (امرتسر) کی نذر کیا جاتا ہے۔ یہ تینوں تحریرات دوست محمد سالار بخش صاحب کے محولہ بالا الزامات کی مفصل و ساکت تردید پر مشتمل ہیں۔

جامع مسجد کمیٹی نیروبی نے ان الزامات کی حرف بحرف تردید کر کے لکھا ہے۔ کہ مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب کے علم و فضل، دیانت اور پرجوش خدمت اسلام پر مسلمانان افریقہ کو بجا طور پر ناز ہے۔ انہوں نے نہایت دیانتداری سے چندہ جمع کیا۔ اور جب دوست محمد سالار بخش صاحب کے الزامات کی سابقہ جامع مسجد کمیٹی نے بھی حوصلہ افزائی کی اور چندوں کی ادائیگی سے بذریعہ خطوط مختلف مقامات کی مجالس اور عامۃ المسلمین کو روکا تو اس پر مولانا ممدوح (علیہ الرحمۃ) نے کمیٹی سے یہ مطالبہ کیا۔ کہ وہ ان الزامات کو ثابت کرے اس پر بالآخر کمیٹی کو غیر مشروط طور پر مولانا سے معافی مانگ کر تمام الزامات کی تردید کرنی پڑی۔

مسٹر عزیز احمد (سیکرٹری جامع مسجد کمیٹی) جن کا اس الزام تراشی میں ہاتھ تھا۔ کو برخاست کر دیا گیا اور طے پایا کہ وہ آئندہ کمیٹی کے ممبر بھی نہ بن سکیں گے۔

نیا منتظمہ مقرر ہوا جس نے جناب مولانا کی ذات گرامی پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے تمام مجالس اور عوام کو یہ تحریر کیا کہ مولانائے ممدوح کی ذات پر پورا اعتماد کرتے ہوئے مسجد کی تعمیر کے لئے مالی امداد میں حصہ لیں۔ کیوں کہ مسجد کی تعمیر مولانا کی امداد کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

دوست محمد سالار بخش نے ایک الزام یہ بھی لگایا تھا کہ مولانا عبداللہ شاہ صاحب اس وفد کے ساتھ زنجبار میں چندہ فراہم کرنے کے لئے آئے تھے جس میں آنریبل خواجہ شمس الدین، میاں عزیز بخش صاحب سیکرٹری انجمن اور ماسٹر کرم الٰہی صاحب ٹیلر شامل تھے —— اور اس کے بعد ایک دفعہ پھر مولانا اکیلے زنجبار تشریف لائے اور انہوں نے مسجد کے لئے دوبارہ ذاتی طور پر چندہ فراہم کیا۔

اس کے بعد مولانا پر رافضیت کا الزام بھی لگایا گیا۔

اہل سنت والجماعت کمیٹی زنجبار نے اپنے اشتہار میں اس الزام کا پرزور تردید کر کے

حضرت مولانا سیدنا عبداللہ شاہ صاحب کی ذاتِ گرامی پر مکمل اعتماد اور رضائیت کا اظہار کیا ہے۔

اور لکھا ہے کہ :

حضرت مولانا کے مواعظ بالکل اہلِ سنت والجماعت کے مطابق ہوتے ہیں۔ جن میں رافضیت کی ذرہ بھر تائید نہیں کی جاتی

اپریل ۱۹۲۷ء میں جامع مسجد کمیٹی نیرؔوبی کے حکم کے مطابق جناب مولا بخش صاحب مرحوم نے زنجبار آکر مولانا سے باقاعدہ چارج لیا۔ جس کے بعد مولانا فریضۂ حج ادا کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ جس کا تمام خرچ سید فرزند علی شاہ صاحب نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

یہ کہنا کہ حضرت مولانا نے جامع مسجد کمیٹی کے چندہ پر حج کیا (معاذاللہ) الزامات و خرافات سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔

آخر میں یہ دعا کی گئی ہے کہ خدا ممدوح کی عمر دراز کرے۔ اور ایسے حق گو، بلند ہمت متقی اور صاحبِ ایثار علماء، امتِ محمدیہ میں فراوانی سے پیدا کرے۔ آمین

(ت۔ س ٹیکسلا۔ ۴؍ دسمبر ۱۹۳۲ء)

الفقیہ کا خاص نوٹ :

ہم نے بھی بعض معزز دوستوں سے جو افریقہ سے تشریف لاتے ہیں، حضرت مولانا موصوف کے متعلق حالات معلوم کئے۔ اِن سب نے مولانا ممدوح کی عظیم الشان اسلامی خدمات، ان کی ایمانداری اور ان کے اہلِ سنت والجماعت ہونے کی تائید فرمائی۔ اور نیز آمدہ اشتہارات و پمفلٹ ہائے سے بھی حضرت مولانا سیدنا عبداللہ شاہ صاحب (علیہ الرحمۃ) کا راستی پر ہونا معلوم ہوا۔ لہٰذا ہم مولانا موصوف (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ اور اس امر پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ خدائے تعالیٰ نے آخر حق کو فتح دی۔

حضرت مولانا کے مخالفین نے محض حسد و بغض کی وجہ سے مولانا کو بدنام کو بدنام کرنے کی کوشش تو بہت کی مگر جھوٹ آخر جھوٹ ہے۔ بہت جلد پردہ فاش ہوگیا۔ اور مخالفین کی تمام حیلہ سازیاں ظاہر ہوگئیں۔

حضرت مولانا سیدنا عبد اللہ شاہ صاحبؒ عرصۂ تیس سال سے ایسٹ افریقہ میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ آپؒ کے دستِ مبارک پر ہزارہا افریقی باشندے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور ملک کے کل اہل سنت والجماعت کے مقلدین ہیں آپ کی محنت و عرق ریزی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ آج نیروبی میں حنفی جامع مسجد نہایت عالی شان تعمیر ہو رہی ہے۔ اور اب اختتام کے قریب ہے۔ اِس عظیم الشان مسجد کی تعمیر پر پانچ لاکھ شلنگ خرچ ہو چکے ہیں۔ ایسٹ افریقہ میں سب سے پہلے شخص آپ ہی ہیں جنھوں نے مرزائیوں سے مباہلہ کیا۔ اور نتیجہ میں تمام مخالفین ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔

آپ ہی کی وہ ہستی ہے۔ جس نے غیر مذاہب سے زبردست مناظرے مگر افسوس کہ حاسدوں کی وہی مثال ہے:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اخبار "الفقیہ" (امرتسر) ۲۱/۲۸ اگست ۱۹۳۳ء)

ملک احمد حسین صاحب کی رِپورٹ:

شاہ صاحبؒ کی پوزیشن تو اب مکمل طور پر صاف اور واضح ہو چکی تھی لیکن جن لوگوں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خلاف الزامات تراشی کا مذموم چکر چلایا تھا، ان کا احتساب ابھی باقی تھا۔ اس لئے جامع مسجد کمیٹی نے گزشتہ تمام حسابات آڈٹ کے لئے جناب ملک احمد حسین صاحب کے سپرد کر دیئے۔

انہوں نے جامع مسجد کمیٹی کے تمام حسابات چیک کرنے کے بعد جو رپورٹ پیش کی وہ نہایت ہی افسوسناک اور قابلِ ندامت تھی۔ آپ نے اپنی رپورٹ میں صاف طور پر تحریر فرمایا تھا:

جامع مسجد کے حسابات کا طریقہ نہایت غلط اور نا تسلی بخش ہے لاکھوں کے اخراجات کا حساب بالکل پکوڑے کی دکان کی طرح رکھا گیا ہے

جامع مسجد نیروبی
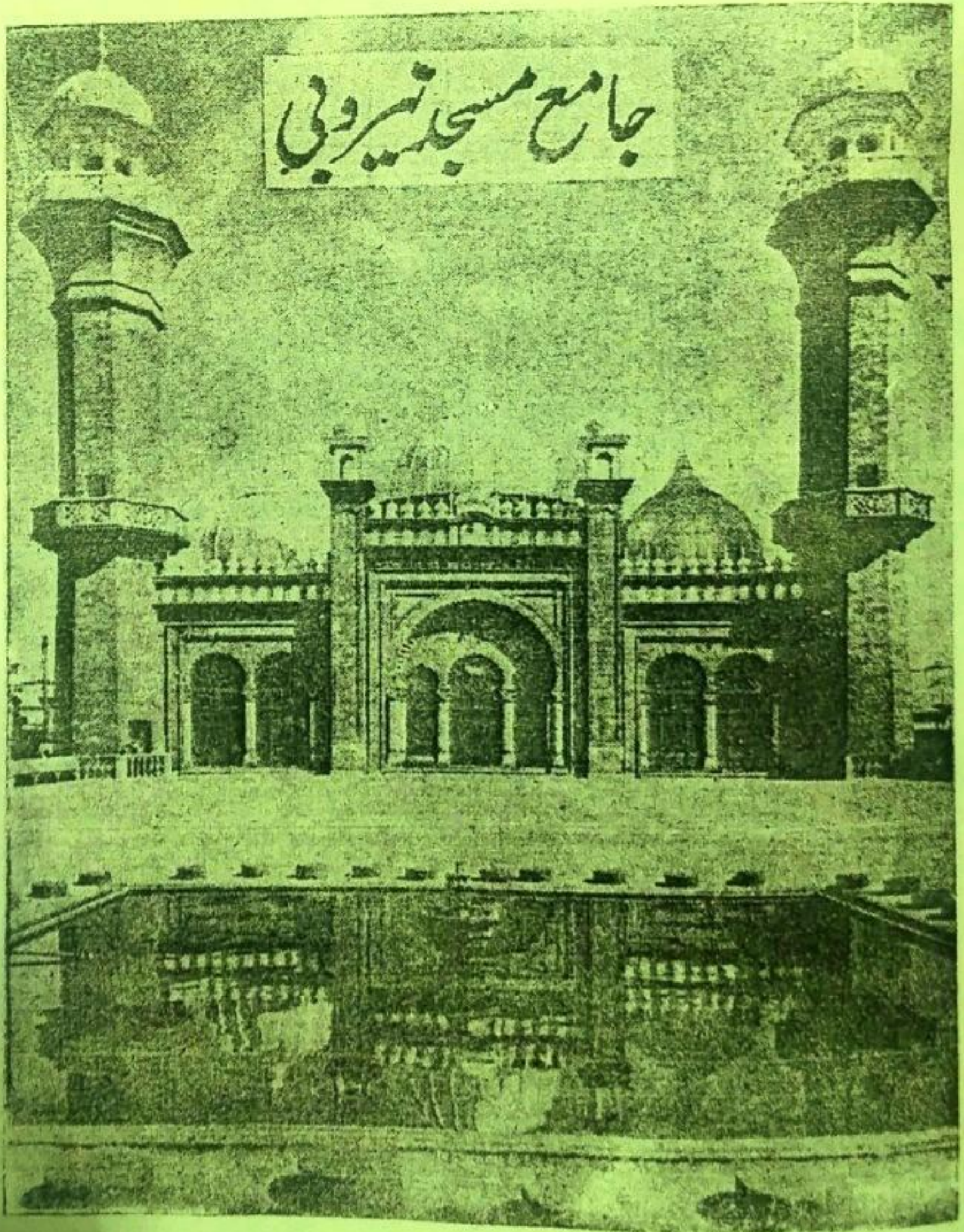
مثلاً ایک ایٹم دکھائی گئی ہے۔ کہ اتنے روپے کا مال آیا مگر تفصیل میں یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ کتنا مال آیا، کس بھائی سے آیا ---؟ اسی طرح یہ لکھا گیا ہے کہ آج اتنی رقم مزدوروں کو دی گئی۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ مزدور کتنے تھیں ---؟ فی آدمی مزدوری کیا ہے؟ اور کتنے دنوں کی مزدوری ادا کی گئی ہے؟ وغیرہ وغیرہ"

اس ناگفتہ بہ رپورٹ کے بعد سیکرٹری صاحب کو برخاست کیا گیا اور ایک نئی کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔

نئی کمیٹی نے حضرت شاہ صاحب کی معاونت سے کام شروع کرنے کا پروگرام بنایا۔

"ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا"

جامع مسجد کمیٹی کے نئے پروگرام نے مسلمانان نیروبی کے دلوں میں عزم و حرارت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ حضرت مولانا سیدنا عبداللہ شاہ صاحب (قدس سرہ العزیز) نے خطبہ جمعہ میں جب لوگوں کو مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی۔ تو سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ اور ہر ایک کو اس بات پر سخت ندامت محسوس ہو رہی تھی کہ اس کار خیر کی تکمیل میں خواہ مخواہ رکاوٹیں کیوں پیدا کی گئیں۔ شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے دن رات ایک کر کے مسجد کی تکمیل کے ملک کے دورے کیئے۔ چندہ فراہم کیا اور بالآخر مسجد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

۱۹، ۲۰ راگست ۱۹۲۳ء یعنی ۷، ۸ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ کا دن افتتاح کے لئے مقرر ہوا۔ اور سر علی بن سالم والی ممباسہ کا نام انتخاب کیا گیا۔ شرکت اجلاس کے لئے تمام افریقہ کے مسلمانوں کو دعوت دی گئی۔

افریقہ میں عالی شان مسجد کا افتتاح

بے نظیر جامع مسجد نیروبی

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست ❊ آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

جامع مسجد نیروبی جس کی بنیاد مولانا سید نا حکیم عبداللہ شاہ صاحب مدظلہٗ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ۱۹۲۵ء میں رکھی تھی بفضلہٖ اب قریب الاختتام ہے۔ اور اگست میں انشاء اللہ العزیز بالکل تیار ہو جائے گی۔

مسجد مذکور کے لئے چندہ نہ صرف کینیا ہی سے جمع کیا گیا تھا۔ بلکہ دور دراز مقامات
مسجد مذکور کے لئے چندہ نہ صرف کینیا ہی سے جمع کیا گیا تھا بلکہ دور دراز مقامات مثلاً یوگنڈا، ٹانگانیکا، زنجبار، ساؤتھ افریقہ اور ہندوستان کے مخیر حضرات کی طرف سے بوساطت مولانا عبداللہ شاہ صاحب و دیگر احباب معتدبہ رقوم وصول ہوئیں۔ مسجد کے بڑے بڑے مینار گنبد، جو نیروبی شہر میں بحیثیت بلندی و خوب صورتی اپنی نظیر آپ ہیں، دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

عالی شان ہال جس کی بنیاد ہز ہائنس سر سلطان محمد شاہ آغا خان جی سی ایس آئی جی سی آئی ای ایل ایل ڈی نے رکھی تھی۔ اور صحن جائے وضو تو مدت کے بن چکے ہیں۔ مگر احاطہ مسجد دروازے خوبصورت حوض، خوش نما سبزہ زار ملحقہ مسجد مولانا موصوف کی سعی سے اور مسلمانان نیروبی و مضافات کی فراخ دلی سے اب تیار ہو رہے ہیں۔

جہاں تک ممکن ہو سکا ہے مسجد مضبوط اور خوب بنائی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ ایسی عالی شان مسجد پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔

الحمد للہ علیٰ احسانہ

ایسی شاندار قومی عمارت اور بیت اللہ (اللہ کا گھر) کا افتتاح بھی اسی شان و

شوکت سے ہونا چاہیئے۔ جس کا یہ مستحق ہے۔ چناں چہ:

۱۹، و ۲۰، اگست ۱۹۳۳ء ۷، و ۸، ربیع الاول ۱۳۵۲ھ (ہفتہ، اتوار) کا دن افتتاح کے لئے مقرر ہوا ہے۔ سر سید علی بن سالم والی ممباسہ، جامع مسجد نیروبی کا افتتاح فرمائیں گے

المشتہر:۔ عبدالواحد ایم ایل سی

صدر استقبالیہ کمیٹی جامع مسجد نیروبی پوسٹ بکس نمبر ۱۰۱۳

اعلان در اخبار "الفقیہ" ۲۱/۲۸ اگست ۱۹۳۳ء (مقامِ اشاعت امرتسر)

جامع مسجد نیروبی کی رسمِ افتتاح

از حکیم الحاج محمد عبد العزیز چشتی

کھنے والا تھا نیروبی میں وہ دن اے عزیز
پایۂ تکمیل تک پہنچی تھی مسجد شاندار
علی بن سالم آئے افتتاح کے واسطے
منعقد اُس دن ہوا تھا ایک جشنِ یادگار
بد و مینارِ مسجد کے نظر آتے تھے یوں
مسکرا اُٹھی ہو جیسے رحمتِ پروردگار
ن مسجد اور منظر خوب صورت حوض کا
رُوکشِ جنت نشاں اُس کے مقابل سبزہ زار
اغِ خیر و برکت کے مناظر دیکھ کر
تھے فرشتے بھی اُتر آئے قطار اندر قطار
رہ درویش یعنی نازشِ اسلامیاں
کر رہا تھا قوم پر رازِ حقیقت آشکار
ہ رہا تھا وہ کہ جھک جاؤ خدا کے سامنے
ہے یہی آئینِ مسلم اور مومن کا شعار
ا مساجد سے رہیں چشمے ہدایت کے رواں
مسجد و رشد و ہدایت سے رہو تم ہمکنار
ن رہا ہوں آج بھی محراب و منبر سے عزیز
نجتی تھی جو کہ نیروبی میں مومن کی پکار

یومِ افتتاح کی دُھوم دھام

یومِ افتتاح اس قدر شان و شوکت اور دھوم دھام سے منایا گیا کہ نیروبی کے در و دیوار اب تک اس شان و شوکت کو دیکھنے کے لئے ترس رہے ہیں۔

یومِ افتتاح کی شاندار تقریب کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جلوس کا انتظام کرنے والے صرف والنٹیروں کی وردی پر تقریباً چار ہزار شلنگ خرچ ہوئے تھے۔

- جس جلوس کے ساتھ سر علی بن سالم افتتاح کے لئے مسجد تک پہنچے تھے۔ وہ کم از کم ڈیڑھ میل لمبا تھا۔
- افتتاح کے دن دعوتِ عام پر چالیس سے زیادہ دیگیں کھانے کی لگیں۔
- حکومت کے اعلیٰ افسران، حکام اور غیر مسلم معززین کی پُر تکلف پارٹی اس کے علاوہ تھی۔

جامع مسجد پر تقریباً پانچ لاکھ شلنگ خرچ ہوئے۔ مسجد کی عمارت افریقہ میں یگانۂ روزگار ہے۔ دونوں طرف ۱۲۵ فٹ بلند فلک بوس مینار اور درمیان میں روپہلی تین گنبد، کفرستانِ افریقہ میں شانِ اسلام کا منظر پیش کر رہے ہیں۔
مسجد کی تکمیل میں سب سے زیادہ حضرتِ شاہ صاحبؒ کی عرق ریزی اور سعیٔ بلیغ کو دخل ہے۔ بلکہ جامع مسجد کے ملحقہ کوارٹرز اور سٹور بھی آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں جن کی مستقل آمدنی مسجد کے اخراجات کے کافی حصہ کی کفالت کر رہی ہے۔

شاہ صاحبؒ کا اعلانِ حقیقت

مسجد کے افتتاح کے دوسرے دن مسجد کی رپورٹ اور حسابات پیش کئے گئے۔ اس اجلاسِ عام میں حضرتِ شاہ صاحب قدس سرّہ العزیز نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"بھائیو! مسجد کی تکمیل کے لئے جو کچھ میں نے کیا وہ میری غیرت کا تقاضا تھا۔"
یہ کہہ کر آپؒ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعہ بیان

فرمایا:-

آپؒ نے فرمایا کہ جب کہ سرحدِ ایران پر جنگ ہو رہی تھی۔ تو ایک سپاہی جرمِ شراب نوشی میں پکڑا گیا۔ امیرِ فوج کے حکم سے اُسے پا بہ زنجیر کر دیا گیا۔

عین اُس وقت جبکہ وہ سپاہی پا بہ زنجیر اور بے بس تھا۔ اُس کی نظر لڑائی کے ایک محاذ پر پڑی۔ جسے اگر فوراً خبردار نہ کیا جاتا یا اُسے فوراً مدد نہ ملتی۔ تو فوج کو دشمن سے عظیم نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔

نزاکتِ وقت کو دیکھتے ہوئے قیدی نے اپنے نگران کی منت کی اور اس سے کہا:

میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر لڑائی میں کام آ گیا تو خیر ورنہ خود کو امیرِ لشکر کے پہنچنے سے قبل یہاں پہنچا دوں گا۔ اِس وقت فوج کو مدد کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا مجھے رہا کر کے ایک گھوڑا اور تلوار دے دی جائے۔

نگران نے اس کا یہ مطالبہ پورا کر دیا۔ سپاہی نقاب اوڑھ کر اور حلیہ بدل کر ایک غیبی فرشتے کی طرح جنگل کی طرف سے غنیم کی فوج پر اچانک حملہ آور ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ دشمن بھاگ نکلا۔ اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

مسلمانوں کو فتح حاصل ہونے کے بعد سپاہی پہلی فرصت میں اپنی جگہ پہنچ کر پا بہ زنجیر ہو گیا۔ شام کو جب فتح کی خوشی میں دربار لگا تو اس غیبی امداد پر ہر شخص حیران تھا کہ وہ نقاب پوش کون تھا؟

اس پر نگران نے وہاں اِس حقیقت کو آشکارا کر دیا۔ اور قیدی کی رہائی اور اس کی واپسی کا قصہ بیان کر دیا۔

امیر نے اسے دربار میں طلب کیا اور اس کی رہائی کا حکم صادر فرمایا۔ اِس پر اُس سپاہی نے بلند آواز سے کہا۔

"امیر! میں آپ کا قیدی نہیں ہوں بلکہ میں شریعت کا مجرم ہوں۔ میں نے میدان میں جو کام کیا ہے۔ وہ میری غیرت کا تقاضا تھا اور یہاں میں شریعت کا مجرم ہوں۔ لہٰذا میرے جرم کی سزا مجھے ہر حالت میں ملنی چاہیئے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے حاضرین کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"بھائیو! مسجد کی تکمیل کے سلسلے میں جو کچھ مَیں نے کیا ہے وہ میری غیرت کا تقاضا تھا۔ مسجد کی ناگفتہ بہ حالت کو مَیں برداشت نہ کرسکا — لیکن مسجد کے سلسلہ میں جو الزام مجھ پر لگائے گئے تھے، بحیثیت مجرم کے مَیں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ مَیں اس بھرے اجلاس میں اعلان کرتا ہوں کہ میرے خلاف کسی صاحب کو اگر کوئی ایک ثبوت بھی مل چکا ہو تو وہ مجھ سے اس کا حساب پورا کرے"۔

اگر ان الزامات میں کچھ حقیقت ہوتی تو کوئی پیش بھی کرتا۔ یہ حقیقت الزامات کی قلعی ایک بار پھر کھل گئی، ایک شخص نے بھی اٹھ کر کوئی اعتراض نہ کیا۔

حاضرین آپؒ کے بیان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سب نے اشکبار ہو کر آپؒ کو خراج عقیدت پیش کیا ؎

بندۂ درویش کا ذوق بلند

دو جہاں پر ڈال سکتا ہے کمند! (عزیزؔ)

شاہ صاحبؒ کی صفاتِ عالیہ

جامع مسجد کی تکمیل کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ العزیز نے مسجد کی خدمت ہی کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنا لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجد کی رونق و آبادی روز افزوں رہی۔ ہر سال مسجد کا رنگ و روغن، گنبد پر روپہلی رنگ و روغن اور محراب پر سنہری کام از سر نو ہو جاتا تھا۔ مگر کمیٹی کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ کہ یہ کام کب اور کیوں کر ہوا۔

شاہ صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر مسجد کے اعزازی خطیب کی حیثیت سے خطبہ دیتے رہے۔

آپؒ اپنے علم و عمل کے لحاظ سے سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ اتباع سنت آپؒ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ہر قسم کی مصیبت پر صبر فرما لیتے تھے۔ مگر کسی کا فعل جب خلافِ شریعت دیکھتے تو تیغ بے نیام ہو جاتے اور اظہار کلمۃ الحق میں کسی کی رعایت ملحوظ نہ رکھتے۔

اگرچہ آپؒ اعتقاداً حنفی المذہب تھے مگر آپؒ نے اپنی زندگی میں کبھی اختلافی مسائل کو چھیڑنے کی

کوشش ہی نہیں کی ۔ دین کی ایک جہتی اور اتحاد جو عربوں نے پیدا کر دیا تھا۔ اُسے کبھی مسموم نہیں ہونے دیا۔
نیروبی کا محل وقوع ایسا ہے ۔ کہ وہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مقلد، غیر مقلد ہر عقائد کے مسلمان موجود رہتے ہیں لیکن آپ کا اندازِ بیان ایسا ہوتا تھا کہ آپ کے وعظ سے ہر شخص مطمئن ہو جاتا تھا۔ اور آپ کی زندگی میں تمام فرقے یک جہتی کا منظر پیش کرتے رہے ہے اور پاکستانی، ایرانی، ہندوستانی، سوڈانی، عرب، سومالی، افریقی اور یورپین مسلمان ایک ہی صف میں اتحادِ اسلام کا منظر پیش کرتے رہے ۔ ایک ایک مفلس افریقی مسلمان، متمول اور اعلیٰ گھرانے کے مسلمان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہوتا ۔ مگر کوئی اعتراض نہیں ۔ اگر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اِن اشعار کا حقیقی منظر دیکھنا ہو تو جامع مسجد نیروبی میں موجود ہے ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

انجمن حمایتِ اسلام (جس کا ذکر تفصیل سے آگے آرہا ہے ۔) میں آپ کی زیرِ سرپرستی سُنّی اور شیعہ کے تمام فرقے اس ایک وعدہ کے ساتھ کہ اختلافی مسائل ہمارے گھروں تک محدود رہیں گے ۔ اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ تبلیغ اسلام اور تعلیم جیسے مقدس فرائض نہایت ہی احسن طور پر انجام دیتے رہے ۔
انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ اجلاسوں اور تمام اسلامی تقاریب مثلاً میلاد النبیؐ، شبِ معراج، شب برات وغیرہ کو تمام فرقوں کے مسلمان متحدہ طور پر آپؒ کی زیرِ صدارت ایک ہی پلیٹ فارم پر نہایت شان و شوکت سے مناتے رہے ۔ آپؒ نے افریقہ میں سیاحت کرنے والے ہر عالم دین کو (جس کے پہلو میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک درد آشنا دل موجود ہوتا ہمیشہ لبیک کہتے تھے ۔
مگر افسوس کہ آپؒ کے بعد یہ ماحول اب قائم رہتا نظر نہیں آتا ۔ اس اتحاد و اتفاق کے تاروں کو آپؒ کے بعد آنے والے عجیب قسم کا ارتعاش پیدا کرتے نظر آتے ہیں ۔
سب سے پہلے تو یہ ہوا ہے کہ شیعہ اور سُنّی کے دو پلیٹ فارم ہو چکے ہیں ۔ اور اس کے

بعد اب دوسرے اختلافی مسائل بھی زیرِ بحث آنے شروع ہو گئے ہیں۔ اور سرِ عام بحث و مباحثہ کے مناظر بھی دکھائی دیتے ہیں۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرقی افریقہ کو فرقہ پرستی کی دبا سے محفوظ رکھے۔ اور وہاں ایسے حالات پیدا نہ ہونے پائیں۔ جن سے بھارت یا پاکستان نبرد آزما ہے۔

مرزائی جماعت کی سرگرمیاں اور انجمن حمایتِ اسلام مشرقی افریقہ کا قیام

انجمن حمایتِ اسلام (مشرقی افریقہ) کے آپ سب سے پہلے سرپرست اور مربی ہیں۔ اور آخر وقت تک آپ نے مربیانہ سرپرستی فرمائی۔ ہر مشکل وقت میں انجمن کو گرداب سے نکالا اور تازیست انجمن کو مالی پریشانیوں سے بے نیاز رکھا۔

۱۹۳۱ء کے بعد آپ نے اپنا مستقل قیام نیروبی میں فرمالیا۔ اور آپ کی دعاؤں اور دواؤں سے اہلِ نیروبی نے خصوصاً اور مشرقی افریقہ کے رہنے والوں نے عموماً فیض حاصل کیا۔

اس دوران میں مرزائی جماعت کے بہت سے نئے عناصر بسلسلۂ ملازمت ہندوستان سے نیروبی پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے تبلیغ مرزائیت کے لئے نیروبی کو اپنا مرکزی مقام قرار دیا اور اپنے مخصوص عقائد کی نشر و اشاعت کا سلسلہ باقاعدگی سے شروع کر دیا۔ انہوں نے مرزائیت کی تبلیغ کو صرف لٹریچر کی تقسیم اور اپنے جلسوں کی تقاریر تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ مسلمانوں کے گھروں میں وفود کی صورت میں جا جا کر انہیں تنگ کرنا شروع کیا اور علی الاعلان یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم لوگ آپ حضرات کو مسلمان کرنے کے آتے ہیں۔

شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے ایک عالمِ دین اور جامع مسجد نیروبی کے خطیب کی

حیثیت سے مرزائیوں کی حقیقت کو طشت از بام کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے اہلِ علم طبقہ میں سے بھی کچھ حضرات میدانِ عمل میں نکل آئے۔ اور انہوں نے مرزائیوں کی تقاریر میں سوال و جواب کا سلسلہ شروع کر کے ان کا ناطقہ بند کرنا شروع کر دیا۔ ایسے حضرات میں قابلِ ذکر ماسٹر محمد سلطان اور قاری نصیر احمد صاحب کے اسمائے گرامی تھے۔ راقم الحروف بھی انہی میں شامل تھا۔

۱۹۳۳ء کے شروع میں مرزائیوں کی سرگرمیاں اور تیز ہوگئیں اور انفرادی طور پر تحریری و تقریری مقابلے شروع ہو گئے۔ اسی عرصہ میں ماسٹر نظام الدین صاحب کوہاٹ کا ایک اشتہار، نیروبی پہنچا۔ جس میں مرزا صاحب کے دس جھوٹ آشکارا کئے گئے تھے، اس اشتہار کو محمد حسین صاحب پراچہ نے مختلف جگہوں پر لگوا دیا۔ اس سے مرزائی جماعت بہت برافروختہ ہوئی۔

اسی دوران میں مشرقی افریقہ کے صوبہ کینیا کے ایک مقام ممباسہ میں انجمن اسلامیہ نے ردِ مرزائیت کے سلسلہ میں کام شروع کر دیا۔ جس کے صدر جناب سید احمد صاحب الحداد تھے۔ اور سیکرٹری چوہدری حسن محمد صاحب تھے۔ اس انجمن نے مولوی حبیب اللہ صاحب امرت سری کا لٹریچر چھپوا کر افریقہ کے طول و عرض میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

اِدھر راقم کے ساتھ بھی مرزائیوں کا تحریری مقابلہ شروع ہو چکا تھا۔ اسی اثنا میں نیروبی میں بھی چند شیدایانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت نے جوش دکھایا اور انہوں نے "انجمن ینگ احناف" کے نام سے ایک انجمن کی بنیاد ڈال دی۔ ان احباب میں سے جناب عبداللطیف خاں صاحب، محمد حسین پراچہ و مسٹر محمد شفیع ڈار صاحبان کا نام قابلِ ذکر ہے۔

اس کے بعد راقم الحروف کو پراچہ صاحب کی دعوت سے شرکت کا موقع ملا، اس انجمن نے اپنے مضامین مرتب کر کے، ہندوستان سے چھپوا کر افریقہ کے طول و عرض میں مفت تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔

جب ممباسہ کی طرح، دار الحکومت نیروبی سے بھی مسلمانوں کی غفلت شعاری کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ تو انجمن اسلامیہ ممباسہ کے کارکنوں کی طرف سے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔

انجمن حمایتِ اسلام کا قیام

مگاڈی اور نیروبی کی دونوں انجمنوں کا نقطہ نظر چونکہ ایک ہی تھا، اس لئے انجمن اسلامیہ مگاڈی کے کارکنوں کی طرف سے انجمن ینگ احناف کے کارکنوں کو راقم الحروف کی معرفت ایک خط موصول ہوا کہ مقاصد کی یک جہتی اور نقطۂ نظر کی یکسانیت کے پیشِ نظر اگر دونوں انجمنیں مل کر کام کریں۔ تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

اس کے بعد انجمن اسلامیہ مگاڈی کے سیکرٹری جناب حسن محمد صاحب خود نیروبی تشریف لائے، دونوں انجمنوں کے کارکنوں کے درمیان تبادلۂ خیالات کے بعد اتفاق و آراء سے مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۴ء کو دونوں انجمنوں کا الحاق ہو گیا۔ اور نئی جماعت کا نام انجمن حمایتِ اسلام مشرقی افریقہ" رکھا گیا۔ اور قرار پایا کہ نیروبی اس کا ہیڈ آفس رہے۔ اور ملک کے طول و عرض میں اس کی شاخیں قائم کی جائیں۔ تاکہ فتنۂ مرزائیہ کا کلی طور پر استیصال ہو جائے۔ اور آئندہ تبلیغ اسلام کا کام منظم طور پر کیا جائے۔

اور اس کے بعد نئی جماعت کی مندرجہ ذیل پہلی انتظامیہ کمیٹی منتخب کی گئی:

صدر: سید احمد صاحب الحداد

نائب صدر: محمد حسین صاحب پراچہ

سیکرٹری: بابو فیروز الدین صاحب

جائنٹ سیکرٹری: محمد عبد العزیز چشتی

خازن: سید مظہر علی شاہ

ممبرانِ کمیٹی:

۱۔ عبد اللطیف خان صاحب ۲۔ مستری حسن دین صاحب

۳۔ میاں خیر الدین صاحب ۴۔ میاں لال دین صاحب

۵۔ میاں کرم دین صاحب ۶۔ محمد شفیع ڈار صاحب

۷۔ چوہدری سراج دین صاحب ۸۔ محمد فاضل صاحب

۹۔ محمد عثمان مہائے صاحب (کوکنی) ۱۰۔ سید فرزند علی شاہ صاحب

۱۱۔ بابو علی شیر صاحب ۔۔۔۔۔ ۱۲۔ چوہدری حسن محمد صاحب آف منگاڈی

نوٹ: یہ پاس کیا گیا کہ عہدے داران تمام غیر سرکاری رکھے جائیں۔ تاکہ آئندہ
رر وائی میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس لئے سکرٹری کا نام تو بابو فیروز دین کا پاس
اور سیکرٹری کی تمام ڈیوٹی عملی طور پر خان عبد اللطیف خاں صاحب ہی سرانجام دیتے رہے
انجمن کے پہلے صدر جناب سید احمد صاحب الحداد جو سرمایہ دار ہونے کے علاوہ اپنی
بعت میں تبلیغ اسلام کا ایک جنون رکھتے تھے۔ انہوں نے انجمن کو یقین دلایا کہ وہ انجمن کو
مالی حالات میں کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہونے دیں گے۔ بشرطیکہ پورے ٹھوس ارادے
ساتھ کام کو سرانجام دیا جائے۔

انجمن کے سرپرست مفتی اعظم افریقہ حکیم الامت حضرت الحاج مولانا سیدنا
اللہ شاہ صاحب غزنوی نقشبندی، قادری قدس سرہ العزیز اور حضرت
مولانا عبد المومن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) قرار دیئے گئے۔ حضرت مولانا عبد المومن صاحبؒ کی
خدمت میں درخواست کی کہ جو آپؒ نے نہایت کرم نوازی سے قبول فرمالی اور حضرت شاہ صاحبؒ
کی وقت حج بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر آپ کو انجمن کی سرپرستی
قبولیت کے لئے عرض کیا گیا۔

آپؒ نے فرمایا: آج تک یہاں کئی انجمنیں بنیں۔ لیکن چند ماہ کے بعد ہی ختم ہو گئیں۔ چند ماہ
میں نہ تو وہ کوئی مفید کام کر پاتی ہیں اور نہ ایسی انجمنوں کے قیام سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ
سکتا ہے۔ اگر آپ لوگ مجھے یہ یقین دلادیں کہ اس میدان میں جو قدم اٹھایا جائے گا۔
پیچھے نہیں ہٹے گا۔ تو مجھے اس اعزاز کو قبول کرنے میں یقیناً فخر ہو گا۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ "انجمن حمایت اسلام" کے قیام کا مقصد صرف
مرزائیت ہی نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس کے دائرہ عمل میں تبلیغ اسلام کا وسیع پروگرام
مسلمانوں کی مذہبی و تعلیمی خدمات اور اس ملک میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت بھی شامل ہو
آپ اس شاہراہ پر گامزن ہو سکیں۔ تو میری تمام ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ اور یہ

انجمن حمایت اسلام کی ہر ممکن امداد سے گریز نہیں کروں گا"

کارکنانِ انجمن نے اس پر نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ کو یقین دلایا۔ کہ وہ اس پروگرام کو مستقل طور پر جاری رکھنے کے لئے کسی قربانی سے گریز نہیں کریں گے۔"

اس پر شاہ صاحبؒ نے انجمن حمایت اسلام کی کامیابی کے لئے دُعا فرمائی اور انجمن کی سرپرستی قبول فرمالی۔

مابعد کے واقعات سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ شاہ صاحب (علیہ الرحمۃ) کی یہ دُعا کس طرح قبول ہوئی اور آپ کی سرپرستی میں انجمن حمایتِ اسلام نے کس قدر ترقی کی۔ اور مسلمانوں کی خدمت و اسلام کی عظمت کے لئے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے ؟) —

فغانِ صبحگاہی سے دُعائے خیر و برکت سے
فروزاں بندہ درویش کی قندیل رحمانی
(عزیز)

تبلیغِ اسلام اور مشرقی افریقہ

سرزمینِ مشرقی افریقہ کی تبلیغی تاریخ کے سلسلے میں یہ عرض کرنا غیر موزوں نہ ہوگا۔ کہ اس ملک میں اسلامی تہذیب کی بنیاد کمزور نہ تھی۔ عربوں نے ضیائے اسلام سے اس ملک کو بھی محروم نہ رکھا تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں وہ اس ملک کے کونے کونے میں پہنچ چکے تھے۔ اور تجارت کے ساتھ ساتھ وہ تبلیغِ اسلام جیسے اہم فریضے سے بھی غافل نہ رہے تھے۔ انہوں نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اس ملک پر اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی طرزِ زندگی کے گہرے نقش قائم کئے تھے۔ اور یہ نقش آج تک افریقہ کی قوموں میں نمایاں ہیں۔ افریقہ کے اصل باشندے اگرچہ جاہلِ مطلق، وحشی، اور جنگلی ہیں اور وہ خدا کو بھی نہیں پہچانتے۔ لیکن اسلامی تہذیب کے آثار ان میں اب بھی نمایاں ہیں۔ مثلاً:

- ان میں ختنہ کا رواج اب تک موجود ہے۔
- اکثر قبائل خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں اور ان سے خدا کے بارے میں اگر پوچھا جائے، تو وہ جواب دیتے ہیں:

مونگو ایکو واحدہٗ

یعنی خدا واحد ہے

- تمام قبائل عید میلاد النبی ﷺ اور دونوں عیدوں کی تقاریب پوری شان و شوکت سے مناتے ہیں۔

عیسائیت نے جب یہاں غلبہ حاصل کیا تو جو قبائل عیسائیت کی لپیٹ میں آگئے انہوں نے اسلامی طرزِ زندگی کے رہے سہے آثار بھی کھو دیئے۔

ہندوستانی مسلمان جب بسلسلۂ ملازمت یا کاروبار جب یہاں پہنچے تو ان کی حیثیت آزادانہ نہیں بلکہ غلامانہ تھی اور ان کے لائحہ عمل میں تبلیغِ اسلام جیسا اہم فریضہ شروع ہی سے داخل نہ تھا۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ابتدا میں افریقہ پہنچنے والے ہندوستانی مسلمانوں

کا نام تر پروگرام محض ذاتی عزّ و جاہ کے حصول اور مناصب حکومت میں ترقی کی طرف مائل رہا۔ حالانکہ ان کا فرض یہ تھا کہ وہ اپنی جماعت کو باقاعدہ منظم کرتے۔ تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کرتے، ادارے اور انجمنیں قائم کرتے اور تعلیمی سخنے، درمے، قدمے ایسے اداروں کی امداد کرتے جو تبلیغِ اسلام کے مقدس مشن کے لئے سرگرم عمل ہوتے۔

مسلمانوں کی خوش قسمتی سے افریقہ میں اسلامی اقتدار کے لئے زرخیز مٹی پہلے ہی سے موجود تھی یہ زرخیز مٹی مسلمانوں کے لئے بڑی کارآمد تھی مسلمان اگر اس کی صحیح نگہداشت کرتے اور یہاں تبلیغِ اسلام کی فصل کاشت کرتے اور افریقن اقوام میں از سرِ نو اتباعِ شریعت کا جذبہ پیدا کرتے تو آج اس سرزمین پر عظمتِ اسلام کا پرچم لہرا رہا ہوتا۔

مگر افسوس، انتہائی ندامت سے اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان سے افریقہ پہنچنے والے ابتدائی مسلمانوں نے تبلیغِ اسلام کے مقدس مشن کو پسِ پشت ڈال کر عیسائیت پر فروغ کے دروازے کھول دیئے۔

مسلمانوں کی غفلت کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

یک لحظہ غافل گشتہ وصد سالہ راہم دور شد

اس میں شک نہیں کہ بعد میں علمائے کرام کا ایک مختصر گروہ افریقہ پہنچا، جس میں حکیم الامت الحاج مولانا سیدنا عبد اللہ شاہ صاحب الغزنوی قدس سرہٗ العزیز اور حضرت مولانا عبد المومن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں اور اس گروہ نے تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کو نہایت تندہی اور سرگرمی سے انجام دیا۔ لیکن یہ وقت اسلام کے لئے انتہائی کٹھن وقت تھا، یہ وہ وقت تھا جب غیر اقوام سرزمین افریقہ سے اسلام کا نام و نشان تک مٹا دینا چاہتی تھیں —— اس وقت اس مقدس گروہ نے جو کچھ کیا اسے اس دور کا بہترین جہاد کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت یہ ملک پورے طور پر عیسائیت کے پنجے میں جکڑا جا چکا تھا

مرزائی فرقہ کی سرگرمیاں اور اُن کا تعاقب

مرزائی فرقہ جس نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی کوکھ سے جنم لیا تھا، جو عیسائی امداد کی آغوش میں پل کر جوان ہوا تھا جسے دوشیزہ

[illegible] نے اِرتداد کا دودھ پلایا تھا — اِس فرقہ پر ہندوستان کی انگریزی حکومت نے ایک خاص مصلحت
[illegible] یعنی نظر افریقہ کے دروازے کھول دیئے تھے اور مرزائیوں نے اِرتداد کا عَلَم بلند کرتے ہوئے مشرقی افریقہ
[illegible] کر لیا تھا۔ لیکن اِس سے بیشتر کہ انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا افریقہ کی سرزمین میں جڑیں
[illegible] افریقہ کے مسلمانوں نے جہاں جہاں اِس پودے کو دیکھا فوراً اُسے جڑ سے اُکھیڑ کر بس کیا۔

مرزائیوں کی سرکوبی کے لئے مختلف انجمنیں وجود میں آتی رہیں اور مرزائیوں کا فتنہ
[illegible] ہونے کے بعد ختم ہو جاتی رہیں۔

یہی وُہ حالات تھے جن کے پیشِ نظر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے کارکنانِ
[illegible] حمایتِ اِسلام سے یہ تسلی چاہی تھی کہ اگر ان کارکنوں میں بھی ان کے پیشروؤں کی طرح
[illegible] وقتی جوش ہے تو یہ ان کو مبارک رہے۔ لیکن اگر وہ اِس فریضہ کو نہایت اِستقلال
کے ساتھ سر انجام دینے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں تو:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيْهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ

مسلماں اپنے تبلیغی عزائم کو نکھاریں گے
تو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيْهَا وَمُرْسٰهَا پکاریں گے

(عزیز)

انجمن حمایتِ اِسلام کے حالات سے آگاہی رکھنے والا ہر فرد یہ اعتراف کرنے پر
مجبور ہے کہ انجمن حمایتِ اسلام کی پہلی جنرل کونسل کے ارکان نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ انہوں نے پورا کر دکھایا۔ اور حضرتؒ کی سرپرستی میں ایسی شاندار
خدمات انجام دیں جسے تاریخ ہمیشہ سنہری حروف میں لکھے گی۔

مرزائیوں سے مناظرے

انجمن حمایتِ اِسلام کے قیام کے بعد، مرزائی
مشن بھی حرکت میں آ گیا۔ مرزائیوں نے ایک
[illegible] کی پریس خرید لیا اور اس کے ذریعے ہفتہ وار ٹریکٹ شائع کرنے شروع کر دیئے۔ اور

اپنے مرکز (قادیان) کی ہدایات کے مطابق اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا۔

مرزائیوں کا خیال تھا کہ مسلمان، ہماری تبلیغی سرگرمیوں کے مقابل ہرگز نہیں ٹھہر سکیں گے اور نہ ہی ہمارے لٹریچر کا جواب دینے کے لئے ان کے پاس وسائل مہیا ہوں گے۔ لیکن یہ ان کا محض ایک خواب تھا کیوں کہ انجمن حمایتِ اسلام کے کارکنان نے ان کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لئے حضرتِ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے کتب خانے سے کافی مواد فراہم کر دیا۔ اور پھر اس مواد کی اشاعت کے لئے ایک سائیکلوسٹائل مشین خرید لی۔ اب کیا تھا مرزائیوں کو نہ صرف دندان شکن جواب ملنے لگے۔ بلکہ روزانہ ایک ٹریکٹ کا سلسلہ جاری ہو گیا (جبکہ مرزائیوں کی طرف سے ہر تین دن کے بعد ٹریکٹ شائع ہوتا تھا)۔

یہ سلسلہ تین مہینے تک جاری رہا۔ اس سے مسلمانوں میں بے حد بیداری کے آثار پیدا ہوئے۔ اور مرزائی عاجز آ گئے۔

آخر مرزائیوں کی طرف سے تنگ آکر مباہلہ کا چیلنج دیا گیا۔ جو فوراً قبول کر لیا گیا۔ وقتِ مقررہ کرکے مباہلہ کی شرائط طے ہونے لگیں جب کارکنانِ انجمن نے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ چھوڑا تو مرزائی وفد نے یہ کہہ کر راہِ فرار اختیار کر لی کہ:

"ہم اپنے خلیفہ صاحب سے منظوری حاصل کریں، اس کے بعد مباہلہ کریں گے"۔

اور یہ منظوری آج تک حاصل نہ ہو سکی۔

ابھی یہ معاملہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا کہ ڈاکٹر عبد اللہ نامی مرزائی نے حضرتِ شاہ صاحبؒ کو چیلنج کیا کہ "ممباسہ میں جو مباہلہ ہوا تھا۔ اس کے سب آدمی ختم نہیں ہوئے تھے"۔

اس پر حضرتِ شاہ صاحبؒ نے انہیں مع جماعت کے چیلنج دیا کہ وہ اب بھی مباہلہ کو تیار ہیں۔

مرزائیوں کا مباہلہ سے فرار

حضرتِ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے مباہلہ کے لئے یہ شرط پیش کی کہ:

"دونوں جماعتیں اپنے قبرستان میں پہنچکر، کھڑے ہو کر دُعا کریں۔

(یہ دونوں قبرستان بالکل ساتھ ساتھ ہیں) کہ جو گروہ جھوٹا ہو وُہ وہیں رہ جائے۔ اِنشاء اللہ

جھوٹے کا انجام وہیں دیکھ لیں گے۔"

لیکن مرزائیوں کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مولانا لال حسین اختر کو بلانے کا فیصلہ

مرزائیوں نے اب ایک اور کروٹ بدلی۔ اور وُہ تقریری مناظرے کے چیلنج کرنے لگے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ایک مرزائی مبلغ مبارک احمد، نیروبی پہنچ چکا تھا۔ اور مرزائیوں کو اس پہ بڑا ناز تھا۔

مرزائیوں سے مناظرے کی بات اب صرف انجمن حمایتِ اسلام کے کارکنوں تک محدود نہ رہی تھی۔ بلکہ عام مسلمان اس میں دلچسپی لے رہے تھے۔ مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ تھا کہ جھوٹے کو اُس کے گھر تک پہنچانا چاہیے۔ چناں چہ ہندوستان سے مولانا لال حسین اختر صاحب کو بُلانے کا فیصلہ ہوا۔

مولانا لال حسین اختر

مولانا لال حسین اختر صاحب ابتداء میں مرزائی جماعت کی لاہوری شاخ کے سرگرم مبلغ تھے۔ آپ کو آٹھ سال تک ویدوں کی تعلیم دلا کر آریوں کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو دینِ حنیف کی خدمت ان سے لینا منظور تھا۔ مولانا نے جب تحقیقی نظر سے مرزائے قادیان کی کتابوں اور ان کے حالات کا جائزہ لیا تو ان پر واضح ہو گیا کہ یہ سب کچھ ڈھونگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ چناں چہ آپ نے مرزائیت کا بوا گلے سے اتار پھینکا اور از سرِنو کلمہ توحید پڑھ کر تلافیٔ مافات کے لیے اپنے آپ کو رَدِّ مرزائیت کے لئے وَقف کر دیا۔ اور آج تک مرزائیت کی ہر دو شاخوں میں سے کوئی بڑے سے بڑا مبلغ بھی آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکا۔

اللہ تعالیٰ مولانا لال حسین صاحب اختر کو عمرِ دراز عطا فرمائے تاکہ وُہ اس فتنہ عظیم کا قلع قمع کرتے رہیں۔

مرزائی مبلّغ کی ہزیمت

مولانا لال حسین صاحب اختر کے افریقہ پہنچنے سے پہلے ہی مرزائی مبلّغ مبارک احمد نیروبی پہنچ چکا تھا۔ جب مولانا لال حسین صاحب اختر بھی تشریف لے آئے تو مشرقی افریقہ کے مختلف مقامات پر مرزائیوں سے مقابلے ہوئے اور مرزائی مبلّغ مبارک احمد کو ہر جگہ ہزیمت اٹھانی پڑی۔

جب مرزائیوں کا مناظروں کا حربہ بھی ناکام ہو چکا تو انہوں نے ایک ہفتہ وار اخبار شروع کر کے کارکنانِ انجمن پر سوقیانہ حملے شروع کر دیئے۔ لیکن کارکنانِ انجمن نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور تہذیبِ اسلامی کو ہاتھ سے نہ دیا ــــ بلکہ نہایت ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ وہ مرزائیت کے ڈھول کا پول کھولتے رہے۔ یہ تمام حربے استعمال کرنے کے باوجود انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور ہمیشہ منہ کی کھاتے رہے۔ آخر انہوں نے پسپا ہو کر میدان خالی چھوڑ دیا۔

انجمن حمایت اسلام کی شاندار دینی خدمات

انجمن حمایت اسلام نے اس دوران میں مسلمانوں میں بیداری کی ایک عظیم لہر پیدا کر دی تھی اور مرزائیت کی تردید کے ساتھ ساتھ تعمیری پروگرام بھی انجمن کے پیشِ نظر تھا۔ چناں چہ ڈیڑھ دو سال کے مختصر عرصہ میں جو شاندار تعمیری کام ہوئے ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:۔

- ملک کے طول و عرض میں انجمن حمایتِ اسلام کی اٹھارہ برانچیں قائم ہو گئیں۔
- افریقن اور انڈین بچوں کے لئے کم و بیش تیرہ سکول جاری کئے گئے۔
- مرکز (نیروبی) میں انجمن کے دفاتر کے لئے ایک عالی شان بلڈنگ خریدی گئی۔
- تبلیغی سرگرمیوں کے پیشِ نظر انجمن نے اپنا پریس لگالیا۔
- "مسلم" کے نام سے ایک پندرہ روزہ اخبار جاری کیا گیا۔ جو بعد میں ہفتہ وار چھپنے لگا لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر ماہوار ہو گیا۔ (چار پانچ سال کے بعد یہ پرچہ بند ہو گیا۔)
- سالانہ اجلاس نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہونے لگے جن میں مشرقی افریقہ کے طول و عرض سے مسلمان شمولیت فرماتے تھے۔

تبلیغی پروگرام کو مزید وسعت دینے کے لئے ہندوستان سے طویل خط وکتابت کے بعد یکے بعد دیگرے مبلغین منگوائے گئے اور بڑے بڑے جامع پروگرام مرتب ہوئے۔

یہ سب کچھ چند سال کی مختصر مدت میں ہوا، اور انجمن حمایت اسلام کے اس دور کو افریقہ میں مسلمانوں کی تبلیغی خدمات کا سنہرا دور کہا جا سکتا ہے۔

تفریق وانتشار کے بگولے

انجمن حمایت اسلام نیروبی نے ہندوستان سے جن مبلغین اور علماء کرام کو افریقہ بلایا، ان بزرگوں میں بعض ایسے حضرات بھی تھے۔ جو ہندوستان کی گروہ بندی کی فضا میں رہ کر تفریق وانتشار کے بگولے پیدا کرنے میں ماہر تھے انہوں نے انجمن حمایت اسلام کی دعوت پر جب سرزمین افریقہ پر پہلا قدم رکھا تو تفریق وانتشار کے بگولے پیدا کرنے کا کام شروع کر دیا یہ حضرات خدمت دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کی بجائے گروہ بندی کے کام میں لگ گئے اور افریقہ میں اپنے مستقل قیام کے لئے زمین ہموار کرنے لگے۔

ان بزرگوں نے محض ذاتی مفاد کی خاطر مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور تفریق وانتشار کے بگولوں نے عوام کو ایک بار پھر بددل کر دیا۔

حالات کے پیش نظر کچھ سرگرم کارکنوں نے بھی گوشہ تنہائی اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھی جو باقی تھے انہوں نے آگے بڑھنے کی بجائے سابقہ پروگرام ہی کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ انتشار ایک بار پھر قوم کو بے حسی کی طرف لے گیا۔ کتنی ہی برانچیں اس افتراق کا شکار ہو گئیں، کتنے ہی سکول اس انتشار کی نذر ہو کر بند ہو گئے۔ اور کتنے ہی قومی کام اس دھڑے بندی کی وجہ سے ادھورے رہ گئے۔

فرقہ پرست بزرگوں کی آمد سرزمین افریقہ کے مسلمانوں کے لئے عذاب الہٰی بن گئی۔ پوری قوم پر پھر سکوت وجمود چھا گیا اور توحید کے نام لیوا پھر اپنے فرائض سے غافل ہو گئے۔

یہ دور افریقہ کے مسلمانوں کے لئے بڑا نازک دور تھا۔ ان کی کشتی گروہ بندی

کے بھنور میں ہچکولے کھا رہی تھی۔ ان کے فرمنِ عمل کو افتراق و انتشار کی بجلیاں جلانے کیلئے بے تاب تھیں۔ اور ان کے قصرِ اتحاد کو مفاد پرست اور خود غرض عناصر گروہ بندی کے بارود سے بھک سے اڑا دینے کی کوشش میں تھے۔ کہ:-

مجاہدِ افریقہ کی غیرت نے ایک بار پھر جوش مارا، اور اس مردِ مجاہد نے، ایک بار پھر مسلمانوں کو جھنجھوڑنے کے لئے ۱۹۴۲ء کے سالانہ اجلاس میں ایک پرجوش تقریر کی، شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے مسلمانوں کو ان کے فرائض کا احساس دلاتے ہوئے ان کو خوابِ غفلت سے جگایا۔ اور ادھورے کاموں کی تکمیل کے لئے ان کے جذبۂ عمل کو ابھارا۔

اس پرجوش تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۲ء کے سالانہ اجلاس کی صرف ایک نشست میں انجمن کو چالیس ہزار شلنگ کی رقم فراہم ہو گئی۔

شاہ صاحبؒ نے انجمن کو ہدایت کی کہ وہ اس رقم سے فوراً کوئی جائداد خرید لیں۔ تاکہ اس کی آمدنی، انجمن کے لئے ایک مستقل امداد بن جائے۔

چنانچہ عین بازار میں ایک بلڈنگ خرید لی گئی جو انجمن کے لئے ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ بن گئی۔ اب اس بلڈنگ کی جگہ دوبارہ ایک سہ منزلہ عالی شان بلڈنگ تعمیر ہو چکی ہے۔ جس سے انجمن کی آمدن میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔

جنرل سکرٹری کی رپورٹ

۱۹۴۲ء کی سالانہ رپورٹ میں اس وقت کے آنریری جنرل سکرٹری جناب سید محمد حسین شاہ صاحب اس واقعہ کو پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

موجودہ دورِ حیات، ہماری زندگی کا کوئی قابلِ قدر ورق شمار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ، اس عرصہ میں ہم ذلت، پستی، بربادی اور تباہی کو پکار پکار کر اپنے گرد و پیش جمع کرتے رہے ہیں اور عین ممکن ہے کہ ہماری عاقبت نا اندیشی ہمیں جمود و تعطل کے عمیق غار میں گرا کر ہماری بدنصیبیوں اور ناکامیوں میں اور اضافہ کر دیتی۔ اگر حضرت مولانا سیدنا عبداللہ شاہ صاحب کی مشعلِ ہدایت، آپ کا تدبر و تفکر اور آپ کی صحیح راہنمائی مسلمانوں کے آڑے نہ آتی۔

حضرات! میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس افتادہ دور میں اسلام کی تفاخرانہ سربلندی کے آثار اس ملک میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ اور اگر مشرقی افریقہ میں فضائے اسلامی کی جگمگاہٹ کہیں دیکھنے میں آجاتی ہے تو وہ اسی برگزیدہ ہستی کی ملّی خدمات کی رہینِ منت ہے۔

حضرت مولانا کی سرپرستی انجمن کے لیئے غنیمت اور مسلمانوں کے لیئے باعثِ صد ہزار خیر و برکت اور عزت و افتخار ہے۔ اگر جناب ممدوح کی ذات والاصفات اس صبر آزما اور ہمت شکن دور میں اراکینِ انجمن اور بالخصوص مؤلفِ روئداد کی رہبری اور اعانت نہ کرتی تو ادارہ کے لیئے اپنی خدمات کو جاری رکھنا بے حد مشکل ہوجاتا۔

جناب مولانا اگرچہ ہمیشہ مالی امداد سے انجمن کی اعانت فرماتے رہتے ہیں تاہم گزشتہ نومبر ۱۹۴۱ء میں حج بیت اللہ کو روانگی سے قبل آپ نے دو ایکڑ رقبہ کا ایک قطعہ اراضی بطورِ عطیہ انجمن کے سپرد کر دیا۔ اس قطعہ زمین کی موجودہ مالیت کسی حالت میں چھ ہزار شلنگ سے کم نہیں۔ انجمن آپؒ کے اس گراں قدر عطیہ کی دلی شکر گزار ہے، اور دعا ہے کہ، باری تعالیٰ اسلامیانِ ایسٹ افریقہ کے اس سرمایۂ حیات اور مایۂ ناز و صد افتخار ہستی کا سایہ مسلمانوں کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین

(از سالانہ رپورٹ ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۸، ۱۹)

حضرت شاہ صاحبؒ کی بروقت امداد نے انجمن کو ختم ہونے سے تو بچا لیا، مگر اس پر پھر وہ شباب اور بہار نہ آسکی ـــــ انجمن کی تبلیغی جدّ و جہد حتی الامکان جاری رہی۔ تبلیغی ٹریکٹوں کے ساتھ اور رسالہ "مسلم" میں تبلیغی و اصلاحی مضامین کا سلسلہ جاری رہا اور اقتصادی حالات جہاں تک، اجازت دیتے رہے۔ اور دے رہے ہیں، افریقن اقوام میں تبلیغ و تدریس کے انتظامات میں کمی نہیں ہوئی۔

کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا کے صوبوں میں مختلف مقامات پر افریقن بچوں کی تعلیم و تدریس جاری ہے۔ اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً باہر سے مبلغین بھی بلائے جاتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب (قدس سرہ العزیز) نے شروع سے آخر وقت تک، انجمن سے جس طرح تعاون فرمایا۔ انجمن کی سالانہ رپورٹوں کے چند اقتباسات ملاحظہ

فرمائیں :-

"جب انجمن ینگ احناف اور انجمن اسلامیہ کا الحاق ہو کر انجمن حمایت اسلام معرضِ وجود میں آئی تو باتفاق حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب و جناب مولانا عبدالمومن صاحب ہر دو بزرگانِ دین کی خدمت میں انجمن کا ایک وفد حاضر ہوا تھا۔ تاکہ مولانا صاحبانِ ممدوح انجمن کی سرپرستی قبول فرمائیں۔ آپ کو یہ سنکر خوشی ہوگی کہ ان ہر دو شفیق و غمگسار ہستیوں نے انجمن کی عرضداشت کو قبول فرمالیا۔ اور اب تک بفضلِ ایزدی ہر دو مولانا صاحبان کی سرپرستی میں انجمن کو جو بھی ترقی نصیب ہوئی ہے۔ وہ انہی کی دعائے بابرکت اور چشمِ التفات کی بدولت ہے اور میرا خیال حق الیقین کے درجے تک پہنچ چکا ہے۔ کہ اگر ان بزرگانِ دین کی عنایت و شفقت بدستور شاملِ حال رہی۔ تو انشاء اللہ العزیز اس انجمن کا معراجِ کمال تک پہنچ جانا بائیں ہاتھ کا کام ہوگا۔

(رپورٹ پہلی ششماہی انجمن حمایت اسلام صہ ۹)

حضرتِ مولانا صاحبؒ کی ذاتِ گرامی کے فیض و برکات اہلِ افریقہ پر اظہر من الشمس ہیں اور یہ حقیقت بھی محتاجِ تشریح نہیں کہ انجمن حمایت اسلام کی قابلِ رشک ترقی اگر سب سے اول منشائے الٰہی میں مقصود تھی تو اس کے بعد حضرتِ مولانا کی ذاتِ ستودہ صفات کی توجہاتِ خصوصی اور وجود انجمن کو شرفِ سرپرستی بخشنے کے بدولت تھی، ہماری دلی تمنا اور دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے سایۂ عاطفت کو مسلمانانِ افریقہ کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین

(رپورٹ سالانہ ۳۸-۱۹۳۷ء صہ ۳۲-۳۱)

اگر ایک طرف اس ادارہ کو لاتعداد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے ساتھ ساتھ سرپرستِ انجمن حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی (قدس سرہٗ) کی معاونت نے اراکین کو کبھی بددل نہ ہونے دیا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر جناب ممدوح کی ذاتِ گرامی اس صبر آزما زمانہ میں ہماری رہبری نہ کرتی تو انجمن کا ان دشواریوں سے عہدہ برآ ہونا ناممکن امر تھا حضرت مولانا کی ذاتِ بابرکات مسلمانانِ ایسٹ افریقہ کے لئے سرمایۂ حیات ہے اور دلی دعا ہے کہ باریتعالیٰ اس مایۂ صد ناز و افتخار ہستی کا سایۂ عاطفت مسلمانوں

سروں پر تا دیر قائم رکھے۔" آمین

(رپورٹ سالانہ ۳۹-۱۹۳۸ء ص ۳۲-۳۱)

انتہائی افسوس ہے کہ لاتعداد جگر خراش مصائب اور طوفان خیز گردابوں میں مبتلا ہونے کے باوجود مسلمانوں نے تفریق بازی کو نہ چھوڑا۔ حقیقت سے اغماض کرنا دیانتداری کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لیے میں علی الاعلان اس امر کے اظہار کی جرأت کرتا ہوں کہ تباہی خیز آندھیاں اور برادران اسلام کی قابل افسوس غفلتیں یقیناً انجمن کے سفینہ کی بربادی کا باعث ہو جاتیں اگر حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب مدظلہ العزیز کی ناخدائی اس بیڑے کی رہبری نہ کرتی اور اگر آپ کی توجہ خصوصی کا مرکز انجمن اسلام کی فلاح و بہبود نہ رہتا۔

حضرت مولانا کی موجودگی میں آپ کی اسلامی خدمات کا تذکرہ ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ایسٹ افریقہ کے اس درخشندہ ستارے کی ضو سے آج اس ملک کی فضائے اسلامی جگمگا رہی ہے شکر گزاری کے جذبات کی صحیح ترجمانی کے اظہار کی علمی کم مائیگی حائل ہے۔ اس لئے صرف اس عرضداشت پر اکتفا کرتا ہوں کہ جناب کی سرپرستی انجمن حمایت اسلام کے لئے باعث صد ہزار عزت و افتخار ہے۔ دعا ہے کہ ایسی ہستی کا سایۂ عاطفت مسلمانان ایسٹ افریقہ کے سروں پر تا دیر قائم رہے۔ آمین!

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(سالانہ رپورٹ ۴۰-۱۹۳۹ء ص ۲۲-۲۱)

اس رپورٹ کی جامعیت کے پیش نظر مجھے اس برگزیدہ ہستی یعنی حکیم الامت الحاج سید عبداللہ شاہ صاحب کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے اس ادارہ کے معرض وجود میں آنے سے لے کر اب تک ہمیشہ دست گیری اور صحیح راہنمائی کی۔

آپ نے مفاد انجمن کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ اس کے مشکل اوقات اور صبر آزما مواقع پر اس کی سرپرستی فرمائی۔

حضرت مولانا کی علالت، اس قوم کی وہ خدمات ادا کرنے میں سد راہ ہے۔ جنہیں وہ کرنا

چاہتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد صحتِ کلی عطا فرمائے، تاکہ مسلمانوں کے سروں پر اس بیش بہا نعمت کا سایہ ایک کثیر مدت تک قائم رہے۔ آمین۔

(سالانہ رپورٹ ۴۷-۱۹۴۶ء)

جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام کے گزشتہ انتخاب کے صرف دو ماہ بعد ہی یعنی ۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء کو سرپرست انجمن نازشِ اسلامیان، الحاج حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے وصالِ پُرملال نے مسلمانانِ مشرقی افریقہ کے لیے ایک ایسا خلا پیدا کر دیا، جو تا حال پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔

حضرت مولانا کی وفات حسرت آیات اس ملک کے مسلمانوں کے صدمۂ جانکاہ ہے۔ جس کا احساس مشرقی افریقہ کے ہر بصیرت رکھنے والے مسلمان کو ہے۔ مرحوم نے دین و ملت کے لیے جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ آپ نے اپنی عمرِ عزیز کو خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اور ایک نصف صدی سے مسلمانانِ مشرقی افریقہ کی خدمت بلا کسی معاوضہ کے کرتے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ آپ نے اپنی جانِ عزیز کو بھی مسلمانان مشرقی افریقہ پر نثار کر دیا۔ ہماری اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی۔ کہ حضرت مولانا کی عظیم الشان قربانی کے باوجود ہم میں احساس پیدا نہیں ہو سکا۔

(سالانہ رپورٹ ۵۳-۱۹۵۲ء)

جہاں تک راقم الحروف کی ذاتی معلومات کا تعلق ہے۔ غائر نظر سے مطالعہ کرنے والے احباب اس حقیقت سے انکار نہیں کریں گے کہ مشرقی افریقہ کے مسلمان اس سے قبل من حیث القوم اجتماعی رنگ میں کبھی بھی اپنی زندگی کا ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ اور نہ بحیثیت مجموعی، قومیت کے منتشر اجزاء کو جمع کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی وہ بھی انجمن حمایت اسلام مشرقی افریقہ کے مذہبی اسٹیج پر، جس کے صحیح جذبات کی خود غرضی اور خود پرستی نے کچل دیا۔ اور ملتِ اسلامیہ کو پھر نیم خوابی میں تبدیل کر دیا۔ اور ان میں جذبۂ شوق اور دلچسپی کو مفقود کر دیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی پیرانہ سالی جواب نوے سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ پھر اس کے

ساتھ آپؒ کے دائم المریض ہونے کی وجہ سے مزید مساعی ـــــ اس قومی جمود میں کما حقہ، حرارت پیدا نہ کر سکی۔ اور خصوصاً سنہ ۱۹۵۲ء میں آپؒ کے وصال کے بعد تبلیغی سلسلہ کی حالت اور بھی زبوں حالی میں منتقل ہو گئی۔

لیکن اس کے معاً بعد مشرقی افریقہ میں پاکستان ہائی کمیشن آنے کے بعد رفتہ رفتہ تبلیغی دلچسپی پھر بڑھنے لگی۔ اور عزت مآب نواب صدیق علی خان صاحب کی افریقن عوام کی مذہبی مجالس میں شرکت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اور تمام مسلم اقوام ملکی قیود کو بالائے طاق رکھ کر پھر مذہبی پلیٹ فارم پر جمع ہونی شروع ہو گئیں ـــــ اب ایک بیت المال کا قیام بھی عمل میں آ چکا ہے جس کا مصرف افریقن اقوام میں تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ برِ اعظم افریقہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کی صدا عربستان سے بلند ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ ہی میں اس سرزمین پر بلند ہوئی اور آج پونے چودہ سو سال کا عرصہ گذر چکنے پر بھی افریقہ کے دشت و جبل کی وسعتیں اور بلندیاں اس صدائے بازگشت کے سننے کے لئے ہمہ تن گوش نظر آ رہی ہیں اور ہم مشاہدہ کر چکے ہیں کہ افریقن اقوام میں دیگر مذاہب کی نسبت، قبولیتِ اسلام کی صلاحیت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور یہ اقوام آج بھی تشنہ لب نظر آتی ہیں۔

مشرقی افریقہ میں علاوہ عرب، سوڈانی، مصری، سومالی مسلمانوں کے صرف پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد کم و بیش پچاس ساٹھ ہزار ہے۔ مگر انجمن حمایتِ اسلام کے پاس اس وقت ان میں حریت اور تبلیغی سرگرمی پیدا کرنے والا کوئی مبلغ نہیں ہے۔ اور انجمن کی کوششوں کے باوجود پاکستان اور ہندوستان سے ایسا کوئی مبلغ نہیں مل سکا جو افریقہ پہنچ کر وہ خلا پُر کر سکے۔ جو شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات سے پیدا ہو چکا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(اقبالؒ)

قطعہ
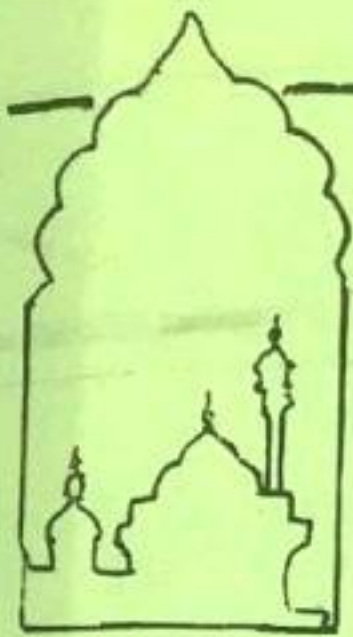
حکیم محمد صادق عزیز چشتیؔ

مردِ درویش کی رفاقت سے
میں سمجھتا ہوں بندۂ درویش
نور ہی نور تھا فضاؤں میں
باعثِ رحمتِ الٰہی ہے

مردِ درویش سے جُدا ہو کر
جس کو رُوحانیت عزیز نہیں
زندگی کھو گئی خلاؤں میں!
اس کا انجام رُوسیاہی ہے!

کتبہ: احقر العباد محمد امتیاز چشتی خوش نگار
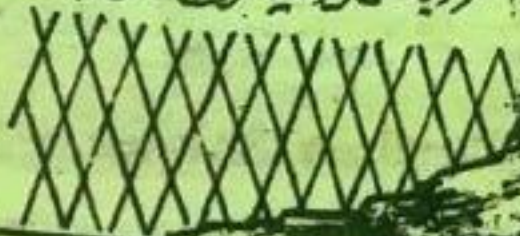
مُسلم گرلز سکول نیروبی

یُوں دِکھایا نُورِ عرفاں بندۂ درویش نے
ہر طرف اِسلام کی شمعیں فروزاں ہو گئیں

(عزیز)

لم ایک ایسا عنوان ہے جس پر صدیوں سے مبسوط بحثیں جاری ہیں۔ سلسلۂ
یدہی کوئی ایسا پہلو ہو جو تشنۂ لب ہو یہاں سلسلۂ تعلیم سے مُراد وہ سلسلۂ
جو آج کل زمانہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہاں تعلیم سے مُراد وہ اسلامی تعلیم
کے فقدان کو نیروبی کے چند مخلص اور دردمند مسلمانوں نے شدت سے
یا۔

وبی شہر میں یُوں تو بچیوں کے لئے گورنمنٹ گرلز سکول بھی موجود تھا۔ اور اس
بھی، گجراتی اور سکھ گرلز سکول بھی قائم تھے۔ لیکن مسلمان بچیوں کے لیے کوئی
سکول نہیں تھا۔ دینی اور مذہبی تعلیم کے اس نقصان کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی
غیر مسلموں کے اِنہی تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کرنے پر مجبور تھیں۔
لامی عقائد کی تباہی کے اسباب و علل کی فراوانی تھی
کے لئے ماں کی آغوش ہی پہلی تربیت گاہ ہے۔ اِس پہلے سکول میں بچے کی تربیت
رگی۔ اِس کا اثر اس کی آئندہ پوری زندگی پر پڑے گا۔
حقیقت کو ۱۹۳۰ء میں نیروبی کے چند غیور اور باہمت مسلمانوں نے شدت سے
اور انہوں نے یہ تہیہ کر لیا کہ وہ بچیوں کے لیے ایک ایسے سکول کا اجراء کریں
جس میں نئی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم کا عنصر غالب ہو
ناقدر شناسی ہوگی اگر میں یہاں اُن ہستیوں کے اسمائے گرامی کا ذکر نہ کروں

جنہوں نے "مسلم گرلز سکول نیروبی" کے قیام کے لئے پرخلوص جد و جہد فرمائی کیوں کہ یہی وہ باہمت اور باعمل ہستیاں ہیں جن کی سعیٔ احسن آج مشکور ہو رہی ہے اور انہی حضرات کا لگایا ہوا پودا آج قوم کی بچیوں کی تعلیمی ضرورت کو پورا کر رہا ہے۔

راقم الحروف اُن دنوں نووارد تھا جس کی وجہ سے ان کی ابتدائی مجلسوں میں شریک نہ ہو سکا۔ لیکن اس کے بعد تمام کارروائیوں میں کسی نہ کسی رنگ میں شمولیت کا موقعہ ملتا رہا جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے۔ اِس سکول کے بانیوں میں حسب ذیل حضرات شامل تھے :-

- جناب چودھری چراغ الدین صاحب سب انسپکٹر پولیس۔
- حکیم نظام الدین صاحب ٹھیکیدار
- مستری میراں بخش صاحب
- مستری احمد دین صاحب
- مستری چنن دین صاحب
- بابو الف دین صاحب کلرک پوسٹ آفس
- بابو فیروز دین صاحب کلرک پوسٹ آفس
- محمد حسین صاحب پراچہ
- چاچا حفیظ صاحب
- رحیم بخش صاحب قصاب
- ظفر دین صاحب بٹ

ان کے علاوہ غالباً کچھ اور حضرات بھی تھے۔ جن کے اسمائے گرامی اس وقت ذہن میں نہیں ہیں۔

ان حضرات نے ڈاکٹر بربیرد سے ایک ٹکڑا زمین (دس سالہ مدت کے لئے) کرایہ پر لے کر، سکول کی بنیاد رکھ دی اور سنگِ بنیاد حضرت زبدۃ العارفین مولانا عبدالمومن صاحب مرحوم و مغفور کے دست مبارک سے رکھا گیا۔ عمارت تیار ہوئی اور سکول کی ابتدا کر دی گئی۔

اس گرلز سکول کی پہلی اُستانی جنابہ مسز الف دین صاحب تھیں۔ جنہوں نے کافی عرصہ تک سکول کی خدمت کی۔ اور سکول کو بام ترقی تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

سکول کی بنیاد رکھی گئی تو مسلمانان نیروبی نے من حیث القوم سکول کی سرپرستی کی۔ گورنمنٹ کی طرف سے بھی سکول کو گرانٹ ملنی شروع ہو گئی۔

۱۹۳۱ء میں حضرت مولانا شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز تشریف لے آئے، آپ نے قوم کی توجہ سکول کی طرف خصوصیت سے مبذول کرائی۔ سالانہ جلسوں میں خود شرکت فرمائی اور آخر ایک وقت ایسا آگیا کہ سکول کی عمارت بچیوں کے لئے ناکافی ثابت ہوئی گورنمنٹ سے زمین حاصل کرنے کے لئے درخواست کی گئی۔ اور زمین ملنے کے بعد سکول کی شاندار نئی عمارت شروع ہوئی مگر اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے تعمیر درمیان ہی میں رُک کر رہ گئی۔

آخر میں سکول کمیٹی نے خصوصیت سے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی کہ سکول کی عمارت کی تکمیل کے سلسلہ میں معاونت فرمائیں۔

آپ نے وسیع پیمانے پر ایک جلسہ کے انعقاد کا مشورہ دیا اور اس عظیم الشان جلسہ کی ایک نشست میں قوم کو اپنے فرائض کی طرف توجہ دلائی۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی اپیل کرنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ سب سے پہلے اپنی جیب خاص سے ایک رقم کا اعلان فرماتے تھے۔ اور اس کے بعد عوام سے تعاون کی اپیل کرتے تھے۔ آپ کی اپیل اتنی مؤثر ہوتی تھی کہ اکثر اوقات نہایت کم وقت میں توقع سے کہیں زیادہ رقم فراہم ہو جایا کرتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حاضرین آپ کے اشارے کے منتظر ہی ہوتے تھے۔ بعض اوقات ایسے مناظر بھی دیکھنے میں آئے کہ حاضرین کی تعداد بھی معمولی ہوتی۔ لیکن اس کے باوجود چندہ کی رقم کئی گنا زیادہ جمع ہو جاتی۔

اس اجتماع میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم بھی موجود تھے۔ جب چندہ کی فراہمی کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ شاہ صاحب کے اثر کو دیکھ کر دنگ رہ گیا ایک ہی نشست میں ایک گھنٹہ کے اندر اندر چونتیس ۳۴ ہزار شلنگ کی رقم فراہم ہو گئی۔ اس کے بعد غالباً اور رقم بھی جمع ہوئی۔ ڈائریکٹر محکمہ تعلیم آپ سے بیحد متاثر ہوا اور اس نے آپ کو پُرخلوص مبارکباد پیش کی۔

سلام! تجھ پر اے مردِ مومن! جلائے ایسے چراغ تو نے
کہ گردشِ بادِ تند اُن کو بجھا سکی نہ بجھا سکے گی!

(عابد عزیز)

شاہ صاحب کی اپیل اتنی مؤثر تھی کہ جمع شدہ رقم سے نہ صرف سابقہ قرض ادا ہو گیا بلکہ سکول کی عمارت کو پایۂ تکمیل پہنچانے کے لئے بھی کافی سرمایہ بچ گیا اور اس کے عمارت کی تعمیر میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔

سکول کی عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچی تو اُس عمارت کا افتتاح بھی حضرتِ مولانا سید نا عبد اللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے دستِ مبارک سے کیا گیا اور آج تک یہ سکول اُمتِ مسلمہ کے لئے تعلیمی سربلندی کا تابندہ عنوان بنا ہوا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے جملہ معاونین کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ اور مسلمانانِ نیروبی کو یہ توفیق بھی دے کہ وہ لڑکوں کے لئے بھی اعلیٰ پیمانے پر دینیات کا ایک سکول جاری کر سکیں تاکہ جو نوجوان غیر اسلامی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر کے الحاد و دہریت کے مسموم اثرات سے محفوظ نہیں۔ وہ اسلامی درس گاہ میں اپنی زندگی کو اسلامی تربیت کے سانچے میں ڈھال سکیں۔ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنے لئے صحیح نصب العین اور صراطِ مستقیم معین کرنے میں انہیں آسانی ہو۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم، تعلیم و تربیت کے سلسلے میں اپنی قومی روایات کی حفاظت سے دست کش ہو جاتی ہے۔ تو اس قوم کے تہذیب و تمدن کو کوئی طاقت زوال و انحطاط سے نہیں بچا سکتی۔

اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ بچوں کے لئے اسلامی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور نیروبی میں ایک ایسے سکول کا اجراء کیا جائے۔ جہاں مسلمان بچوں کو دینیات کی تعلیم سے روشناس کرایا جائے۔

انجمن حمایتِ اسلام نے چند مرتبہ اس قسم کا سکول قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن

بعض وجوہ سے اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ لیکن آج جب کہ افریقہ میں زر کی فراوانی ہے اگر کوئی ادارہ یا چند باہمت اشخاص اس قسم کے سکول کی ابتدا کر دیں تو یقین جانیں کہ قوم کسی صورت بھی پیچھے نہیں رہے گی۔ بلکہ مسلم گرلز سکول کی طرح ہر ممکن تعاون کر کے اُسے بام عروج تک لے جانے میں پورا پورا ساتھ دے گی۔
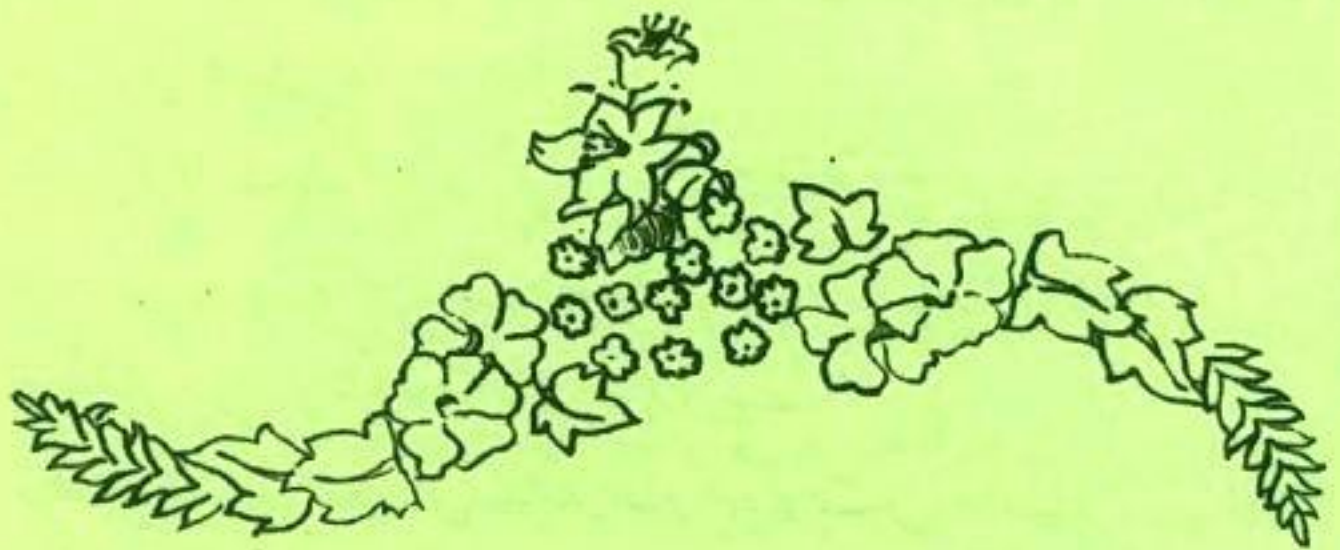
سر علی مسلم کلب

سر علی مسلم کلب (نیروبی۔ کینیا) میں مسلمانوں کی ایک عظیم الشان سپورٹس کلب ہے۔ جس کی شاندار عمارت اور شاندار گراؤنڈز اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ کلب مسلمان نوجوانوں کے لئے صرف تفریح کا موقع ہی دستیاب نہیں کرتی بلکہ مسلمانوں کی ہر بڑی تقریب کے موقع پر کام آتی ہے۔ عیدالفطر کے موقع پر اسی میدان میں وسیع پیمانے پر بچوں کی کھیلیں ہوتی ہیں۔ قومی دن منانے کے لئے بھی اسی عمارت اور گراؤنڈز کو استعمال کیا جاتا ہے۔ میلاد النبیؐ کا جلوس بھی اسی میدان سے ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کے تمام استقبالیہ مجالس اور دعوتوں کا یہی مرکز ہے۔ اس کلب کا سنگِ بنیاد سر علی بن سالم والی ممباسہ کے ہاتھوں رکھا گیا تھا جبکہ وہ جامع مسجد نیروبی کے افتتاح کے لئے نیروبی تشریف لائے تھے۔ چونکہ اس کلب میں زمانہ کی موجودہ روش کے لحاظ سے تاش اور شطرنج وغیرہ کے کھیل بھی جاری رہے۔ اس لئے قبلہ شاہ صاحب نے اس میں اتنی دلچسپی نہیں لی۔ جتنی کہ دوسرے اسلامی اداروں میں خاص طور پر آپ لیتے رہے۔ البتہ پھر بھی سال میں ایک دو بار عید کی نماز کے لئے جو اسی کلب کی گراؤنڈ میں ہوتی ہے تشریف لاتے رہے۔ اور ان موقعوں کے علاوہ جب کلب کے بعض ممبروں نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ کہ نماز کے لئے کلب میں مسجد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹی سی مسجد کے لئے عمارت کے قریب جگہ کا انتخاب کیا گیا اور بنیادیں کھود دی گئیں۔ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب سے سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے التماس کی گئی۔ شاہ صاحبؒ نے اپنے دستِ مبارک سے اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور حاضرین سے چندہ کی اپیل بھی کی۔ مگر افسوس کہ اس مسجد کو صرف ایک تھڑے کی صورت میں نامکمل چھوڑ دیا گیا۔ اردگرد منڈیر بنا کر ختم کر دیا گیا۔

یہ بھی سنا گیا ہے کہ جو رقم مسجد فنڈ میں جمع ہوئی تھی وہ بھی ممبرانِ کلب نے مسجد پر صرف نہیں کی۔ کاش منتظمانِ کلب اس کمی کو محسوس کریں اور نمازیوں کی سہولت کیلئے اس مسجد کو مکمل کر دیں!

مسجد نکورو

نیروبی سے کمپالا جانے والی ریلوے لائن پر نیروبی سے تقریباً ایک سو دس میل پر ایک بارونق اور چھوٹا سا قصبہ ہے جس کے بازار کھلے اور سڑکیں شاندار ہیں۔ یہ اس علاقہ کا ضلعی مقام بھی ہے۔ یہاں ڈپٹی کمشنر کے دفاتر اور مختلف بینکوں کی شاخیں بھی ہیں۔ اس کے اردگرد دور دور تک انگریزوں کی آبادی ہے اور میلوں تک چائے اور مکائی کے کھیت پھیلے ہوتے ہیں۔ یہاں پر ایک متمول تاجر حاجی ابراہیم کریم بخش صاحب شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے خاص معتمدوں میں سے تھے انہوں نے یہاں کی مسلم آبادی کے مطابق ایک مسجد تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا۔ اور اس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے دستِ مبارک سے رکھوایا۔ اس مسجد کی تعمیر پر تقریباً پینتیس ۳۵ ہزار شلنگ صرف ہوئے۔ اور یہ پوری رقم حاجی ابراہیم کریم بخش صاحب نے اپنی جیبِ خاص سے ادا کی۔

۱۹۳۴ء میں حضرت شاہ صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) کے دستِ مبارک سے بڑی دھوم دھام سے مسجد کی رسمِ افتتاح ادا ہوئی جس میں دور دراز کے مسلمانوں نے شرکت فرمائی۔ حاجی ابراہیم کریم بخش صاحب حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا اتنا احترام کیا کرتے تھے کہ حضرت رح کی زبانِ مبارک سے جو لفظ بھی نکل جاتا ہے۔ وہ اسے پورا کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے۔ کہ جامع مسجد نیروبی کا سائبان پھٹ گیا۔ جس پر نیروبی کی مستورات نے چھ ہزار کی رقم، مستورات میں سے جمع کر کے شاہ صاحب رح کی خدمت میں پیش کی۔ بعض حضرات نے کچھ اور رقم بھی اس فنڈ میں دی۔ مسجد کمیٹی نے شاہ صاحب رح کو اطلاع دی کہ ابھی مزید چار ہزار شلنگ کی ضرورت ہے۔ تب صحن پر سائبان پورا آسکے گا۔ اس پر آپ رح نے حاجی ابراہیم کریم بخش صاحب کو خط لکھا کہ سائبان چار ہزار شلنگ کی ضرورت ہے۔ اسے پورا کر کے اپنی زندگی میں عاقبت کے لیے توشہ اکٹھا کر لو ——— اس کے چھٹے روز آپ کے خط کے جواب میں حاجی صاحب موصوف کی طرف سے چار ہزار کا چیک حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کو موصول ہوا۔ موجودہ دور میں تعمیلِ ارشاد کی۔ اس سے بہتر مثال ملنی ناممکن ہے۔
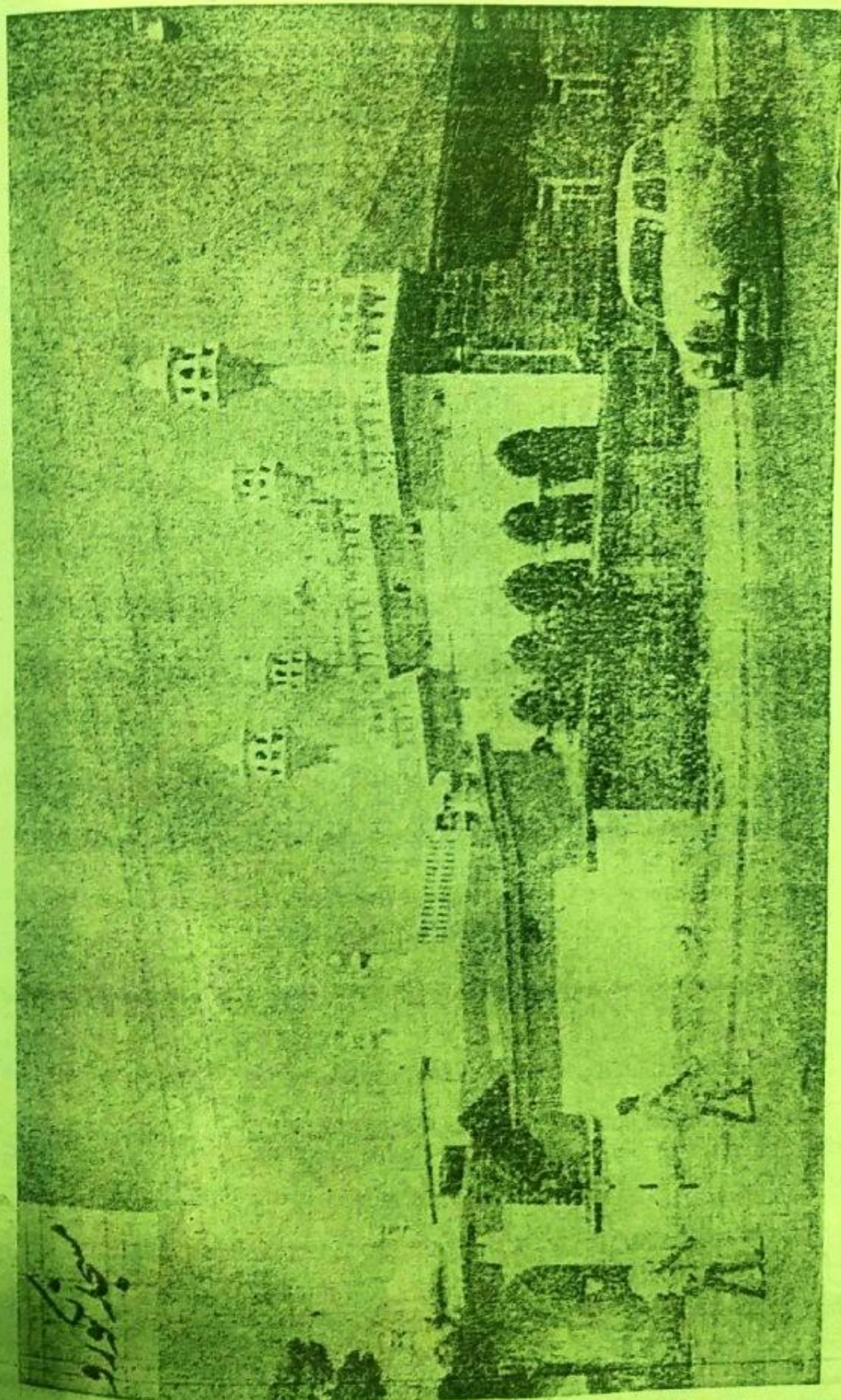
اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو آخرت میں بلند مقامات عطا فرمائے۔ آمین،

کوکنی مسلم لائبریری

نیروبی میں مسلمانوں کی یہ واحد پبلک لائبریری ہے جس کی اپنی شاندار بلڈنگ اور عظیم الشان کتب خانہ ہے۔ اس کتب خانہ میں مذہبی، ادبی اور تاریخی کتابوں کا قیمتی ذخیرہ موجود ہے جس سے ہر سال ہزار ہا بندگانِ خدا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لائبریری ہال کے ساتھ دار المطالعہ کا ایک وسیع ہال ہے۔ اس کے پیچھے مسافر خانہ کے کمرے اور دوسری منزل میں میٹنگ ہال اور کمیونٹی کے دفتر کا کمرہ ہے۔ اس لائبریری کے انتظام کی باگ ڈور کوکنی مسلم کمیونٹی کے ہاتھوں میں ہے۔ جو ہندی مسلمانوں میں انتظامی صلاحیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ یہ چھوٹی سی جماعت آج تک ہزاروں پونڈ اس پر صرف کر چکی ہے۔ جو بڑی جماعتوں کے لئے قابلِ عبرت ہے۔ ۱۹۲۵ء میں چند نفوس کی جدّ وجہد سے اس کمیونٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اور یہ اُن کی انتظامی صلاحیت ہی کا نتیجہ ہے کہ ترقی کرتے کرتے آج یہ اس مقام پر پہنچ چکی ہے۔

۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء کو کوکنی مسلم لائبریری کی پچیس سالہ جوبلی زیرِ صدارت حضرت الحاج مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب الغزنوی نقش بندی، قادری قدس سرہٗ العزیز بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ کوکنی مسلمانوں کے دلوں میں بزرگانِ دین کا بے حد احترام ہے اور وہ بزرگانِ دین کی خدمت کو اپنا سرمایہ دین و دُنیا سمجھتے ہیں اسی لحاظ سے اس ساری جماعت کے افراد کو حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بے حد عقیدت رہی ہے اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز بھی ہر ممکن طور پر جماعت کے ساتھ اعانت فرماتے رہے ہیں۔ سلور جوبلی کے اجلاس کے موقع پر آپ نے پانصد شلنگ کا گراں قدر عطیہ دینی کتابوں کے لئے عطا فرمایا تھا۔

کوکنی مسلمانوں کی جماعت حضرتِ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو کس نظریہ سے دیکھتی تھی۔ اس کے متعلق سلور جوبلی کی رپورٹ جو حضرتِ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے وصال کے بعد شائع ہوئی ہے اس کے چند اقتباس درج ذیل ہیں:-

سیکرٹری صاحب کوکنی کمیونٹی لائبریری تحریر فرماتے ہیں:-

سلور جوبلی کی رپورٹ پیش کرنے سے قبل ہم ایسٹ افریقہ کی برگزیدہ ہستی زبدۃ العارفین،

مسلم کولنی کمیونٹی دفری لائبریری کی چلیس سالہ جوبلی پر
حضرت مولانا سیّد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خطبۂ صدارت فرما رہے ہیں !

قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب غزنوی ثم المدنی قدس سرہٗ العزیز (جنہوں نے
سلور جوبلی کی صدارت کے فرائض انجام دیئے تھے اور آج ہم سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو کر اپنے مولائے حقیقی
کے پاس جا پہنچے ہیں) کے مختصر سوانح حیات بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت مولانا
علیہ الرحمۃ کے تعلقات اس ادارے اور کوکنی قوم سے ہمیشہ مربیانہ رہے ہیں۔ اس لئے ہم مختصر طور پر
حضرت مولانا کی سوانح حیات کو درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد رپورٹ میں آپ کے سوانح حیات پر نہایت اختصار اور جامع طور پر روشنی ڈال
کر تحریر فرماتے ہیں :-

"غرض کہ کہاں تک عرض کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فیوض و برکات کے ایک بحر
بیکراں تھے، آپ ولی کامل، عالم اکمل اور طبیب ماہر کی حیثیت سے دُنیا کو مالا مال کر گئے۔ جس کی یاد
رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ آخر میں یہ آفتاب رشد و ہدایت، مخزن علم و عرفان ۹۶ سال کی عمر میں ۱۳
اپریل ۱۹۵۲ء کو سرزمین افریقہ سے مع جسدِ اطہر کے رخصت ہو کر دُنیا بھر کے مقدس قطعہ زمین یعنی
مدینہ منورہ کی جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بلند درجات
عطا فرمائے۔ اور جمیع مسلمانوں کو توفیق دے۔ کہ وہ آپ کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر تبلیغ اسلام
کے فریضہ کو جاری رکھیں۔"

ہمیں یہ تحریر کرتے ہوئے مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ ہمیشہ کے لئے ہمارے
کتب خانے کے لئے دینی کتابیں عنایت کرتے رہے۔ اور سلور جوبلی کی صدارت کے موقع پہ پانچ
سو شلنگ کا گراں قدر عطیہ دینی کتابوں کے لئے مرحمت فرمایا۔"

مسجد پارک روڈ

نیروبی شہر سے باہر گورنمنٹ کوارٹرز اور ریلوے کوارٹروں کے قریب
چونکہ کوئی مسجد موجود نہ تھی اور یہ کمی بہت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی اس
لئے اس علاقہ میں مسجد کی تعمیر کا خیال رہ رہ کر مسلمانوں کے دل میں پیدا ہو رہا
تھا۔ اس علاقہ میں حاجی الحرمین چوہدری مولاداد صاحب ٹھیکیدار کی زمین تھی۔ آپ نے مسجد کے
لئے ایک قطعہ زمین وقف کر دیا۔ اور پھر خود اپنے خرچ سے مسجد کی ایک شان دار عمارت تعمیر کی
جس کے ساتھ بچوں کے درس کا کمرہ اور امام مسجد صاحب کی رہائش کے لئے ایک مکان بھی تعمیر

برائے افتتاح مسجد پارک روڈ
چوہدری مولا داد صاحب چاندی کی چابی شاہ صاحب کو دے رہے ہیں

مسجد نیواشہ
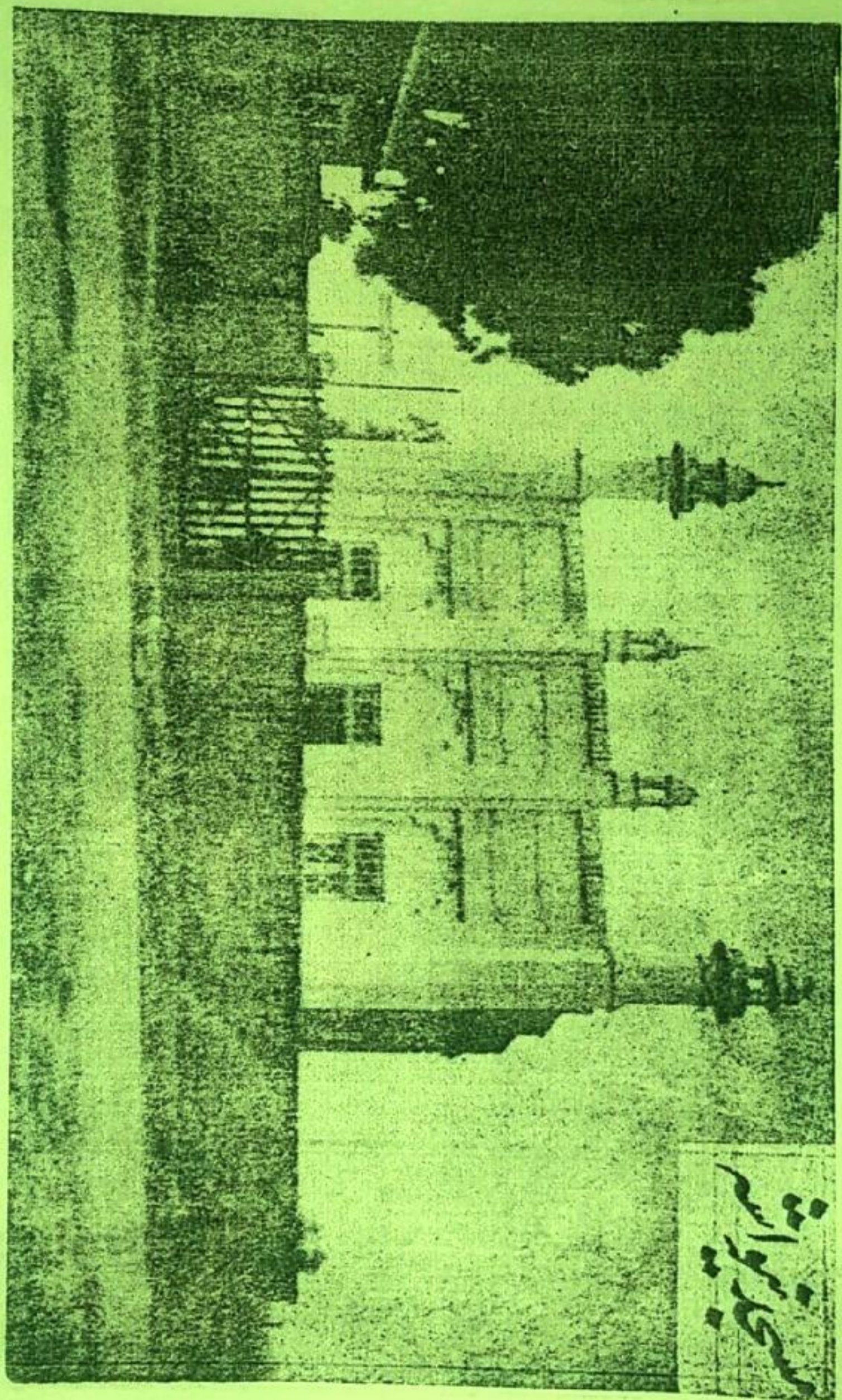
کروایا گیا۔ اس مسجد کے جملہ اخراجات چوہدری صاحب اپنی زندگی میں خود ہی برداشت کرتے رہے اور ان کے انتقال کے بعد مرحوم کے پس ماندگان برداشت کر رہے ہیں۔ اس مسجد کی بنیاد بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے دستِ مبارک سے رکھی گئی اور مسجد کی تکمیل کے بعد رسمِ افتتاح بھی حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہی نے ادا فرمائی۔

پنگانی، نیواشہ اور جینجہ کی مساجد

پنگانی، نیواشہ اور جینجہ کی مساجد کے سنگِ بنیاد بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے دستِ مبارک ہی سے رکھے گئے تھے۔

مسجد نیواشہ

نیواشہ، نیروبی سے قریباً ۶۰ میل دور نکورو جانے والی سڑک پر واقع ہے سڑک کے دونوں طرف آبادی ہے۔ ایک ہی بازار ہے جس میں ضروریاتِ زندگی کی ہر شے مل جاتی ہے۔ یہاں کے بیوپار کا سارا دارومدار اُن انگریز کاشت کاروں پر ہے جو میلوں دور دور اس علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۹۳۶ء میں یہاں کے پوسٹ ماسٹر بابو علی بہادر صاحب تھے جو ایک مخلص مسلمان ہیں اور اپنے دل میں اسلامی درد آشنا دل رکھتے ہیں یہاں افریقن مسلم آبادی میں ایک چھوٹی سی مسجد موجود جو سڑک سے ذرا ہٹ کر تھی نئی آبادی چونکہ سڑک کے دونوں طرف ہو رہی تھی اور آگے کو بڑھتی جاتی تھی اس لئے وہاں مسجد کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ بابو علی بہادر صاحب نے کمرہمت باندھی اور ڈپٹی کمشنر سے مسجد و سکول کے لئے سڑک سے متصل زمین حاصل کر لی۔ پھر انہی کی کوششوں سے مسجد کی تعمیر کا ابتدائی کام شروع ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے انجمن حمایتِ اسلام سے رجوع کر کے فرمایا کہ انجمن اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے کر پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کر لی۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو اس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔ اس موقع پر جناب حاجی اسلم چشتی صاحب (مرحوم) نے ایک نظم پڑھی جس کے صرف چند اشعار درج ذیل ہیں:-

نیواشہ میں مسجد کا تیار ہونا　　بتاتا ہے مسلم کا بیدار ہونا

سادات کی مے سے سرشار ہونا　　غریبوں فقیروں کا غمخوار ہونا

زمانے کو تنظیم کا گُر سکھانا

خدائے دو عالم کے آگے جھکانا

مساجد ہیں دراصل چشمے ہدیٰ کے　　یہیں سر جھکاتے ہیں بندے خدا کے

یہیں آکے مٹتے ہیں غم ماسوا کے　　یہیں درس ملتے ہیں اَبدی بقا کے

یہیں ایک ہوتے ہیں محکوم و افسر

کہ ہیں پیشِ ربّ علیٰ سب برابر

یہاں شاہ صاحب کا تشریف لانا　　یہ سنگِ بنا اپنے ہاتھوں لگانا

بصد شان، اللہ کا گھر بسانا　　خدا کی عبادت کا رستہ بتانا

یقیناً ہے پیغامِ اقبال مندی

قدم چومنے آئے گی سربلندی

مبارک تمہیں خادمانِ حمایت　　مبارک تمہیں اے عاشقانِ حمایت

مبارک تمہیں روح و جانِ حمایت　　مبارک تمہیں اے زبانِ حمایت

کہ تم نے یہاں دین زندہ کیا ہے

منظّم مسلمان کو کر دیا ہے

چناں چہ یہ مسجد بابو علی بہادر صاحب و انجمن حمایتِ اسلام کے کارکنوں کی کوششوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی اور مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۸ء کو اس کی رسمِ افتتاح بھی مجاہدِ افریقہ حضرت شاہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

مسجدِ پنگانی

نیروبی میونسپل حدود کے اندر یہ ایک نواحی آبادی ہے۔ جہاں مسلمان کثرت سے آباد ہیں۔ یہاں بھی ایک مسجد کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ حاجی اسماعیل اُدران کے برادر محمد ابراہیم صاحبان نے ایک قطعۂ زمین (پلاٹ) مسجد کیلئے عطا فرما دیا۔ جس پر تعمیرِ مسجد کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی کمیٹی نے سب سے پہلے مسجد والے پلاٹ سے ملحق ایک اور پلاٹ خرید لیا تاکہ سکول اور رہائشی مکان کے لئے کام آ سکے۔
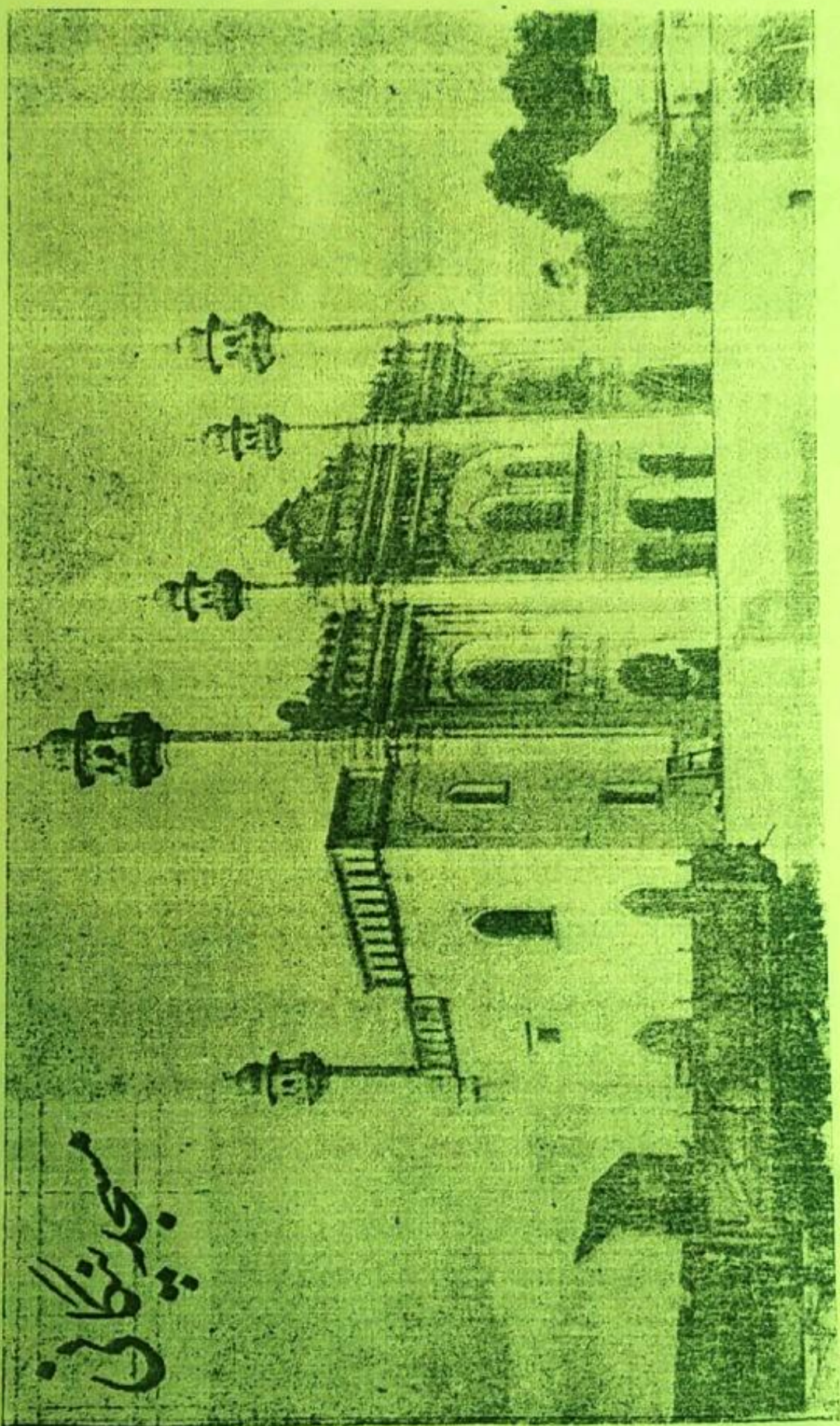
مسجد پنگانی

وقت نہ ہو۔ مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت شاہ صاحبؒ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔ اور مسلمانانِ بگان نے نہایت ہمت و کوشش سے چند ہی سالوں میں دو منزلہ مسجد تعمیر کرلی اور کچھ کوارٹر بھی تعمیر کر دیے۔ اس کے دیگر حالات بوجہِ تحریر میرے پاس محفوظ نہ رہ سکے۔ جہاں تک یادداشت کا تعلق ہے اس مسجد کی تکمیل میں سرگرم حصہ لینے والے حسب ذیل حضرات تھے:۔

- چوہدری ولی محمد صاحب اور ان کے برادران
- چوہدری غلام ربانی صاحب
- حاجی علم دین صاحب تین سیٹھ۔
- محمد صادق صاحب بٹ
- حاجی لال دین صاحب زرگر
- چوہدری سراج دین صاحب تین سیٹھ
- آدم نور محمد کے صاحبزادگان حاجی اسمعیل صاحب ــــ اور
- عبدالخلیل صاحب بھٹی۔

چونکہ سکول کی عمارت ابھی تک تعمیر نہیں ہو سکی۔ اس لئے سکول کے بچے ابھی مسجد کے صحن اور برآمدہ ہی میں تعلیم پا رہے ہیں۔

مسجد جلینجہ مسجد جلینجہ کی بنیاد بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے دست مبارک ہی سے رکھی گئی تھی۔ مگر اس کے حالات مجھے نہیں مل سکے۔

حج اور شاہ صاحبؒ کی علالت

مسلماں آں فقیرِ کج کلا ہے
رمید از سینۂ اُو سوز آہے

لہ حضرت الحاج سید عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز سے مراد انجمن حمایتِ اسلام نیروبی

دِلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے (اقبالؒ)

سرزمینِ حجاز مقدس میں دیارِ حبیبؐ ہونے کے باعث آپؒ کی محبت، عشق کے انتہائی مقام تک پہنچ چکی تھی۔ آپؒ کم و بیش چھبیس (٢٦) مرتبہ زیارتِ حرمین الشریفین سے مستفیض ہوئے۔ ایک مرتبہ آپ جدہ سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ موٹر اُچھلنے سے آپ کو چوٹ لگ گئی۔ جو وَرم کے بعد اندرونی طور پر مَواد کی صورت اختیار کر گئی اور کچھ عرصہ بعد تکلیف دِہ ثابت ہوئی۔

نیروبی کے (کے۔ اے۔ آر) ہسپتال میں آپؒ کا اپریشن ہوا جو کامیاب ثابت نہ ہونے کے باعث ناسور کی شکل اختیار کر گیا۔ اس کے بعد کافی علاج معالجہ ہوا۔ لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر احباب کے اصرار پر ٹانگانیکا کے پہاڑی علاقہ میں ممبولی کے ہسپتال میں تشریف لے گئے جہاں ان کے مشہور ڈاکٹر پریکٹس کرتے تھے اور وہاں دو مرتبہ آپ کا آپریشن ہوا مگر افاقہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ کمزوری زیادہ ہونے کے باعث اب تیسری مرتبہ اپریشن ناممکن تھا۔ لہٰذا آپ واپس تشریف لے آئے اور یہ تکلیف آخر وقت تک ساتھ رہی۔

شاہ صاحبؒ کے پاس ہمارے سامنے ناسور کے کئی مریض آئے اور مکمل طور پر شفایاب ہوئے مگر وہ دوائیں آپ پر کارگر نہ ہوتی تھیں۔ مدتوں آپؒ اسی صورت میں علاج معالجہ بھی کرتے رہے۔ اور دیارِ حبیبؐ کی حاضری بھی دیتے رہے۔ اِس صورت میں نقاہت روز بروز بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ ١٩٥١ء میں جب آپؒ اپنے آخری حج سے واپس تشریف لائے تو ہوائی جہاز سے اترنے کے بعد آپؒ بغیر سہارے کے چل بھی نہ سکتے تھے۔

ڈاکٹر اقبالؒ کیا خوب فرما گئے ہیں ؎

خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشتِ پیمائے حجاز
ہجرتِ مدفونِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز

اس کے بعد شاہ صاحبؒ کی علالت بڑھتی ہی گئی۔ نیروبی کے بڑے بڑے ڈاکٹروں

کے علاوہ ہندو پاکستان کے مشہور حکماء سے رجوع کیا گیا مگر سب بے سُود تھا اور آپؒ

یُحِبُّ اللّٰہِ فِی الدُّنْیَا سَقِیْم ؎
اللہ کے پیارے دُنیا میں اکثر بیمار رہتے ہیں

کی عملی تصویر تھے۔

راولپنڈی کی مشہور فرم حاجی میڈیسنز کے مالک حاجی الحرمین حکیم محمد یٰسین صاحب نقشبندی سے آپؒ کو بہت محبت تھی۔ آپؒ کی ملاقات حاجی صاحب سے حرمین الشریفین میں ہوئی تھی۔ اور شاہ صاحبؒ کو ان پر بہایت اعتماد تھا۔ چنانچہ آخر وقت تک آپؒ حکیم صاحب موصوف کے مشوروں کو دوسرے معالجوں کی رائے پر ترجیح دیتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چنانچہ بیماری اور نقاہت بڑھتی ہی چلی گئی۔

اس عرصہ میں آپ کی طبیعت پر حالتِ جذب طاری ہو گیا اور آپ اکثر وقت استغراق کی حالت میں گذارتے۔

خدمتِ دین میں انہماک

جامع مسجد نیریٰ کے سامنے باغیچہ کا ایک پلاٹ عرصہ بیس سال سے مسجد کی تحویل میں چلا آرہا تھا اور کمیٹی باقاعدہ اس کا کرایہ کارپوریشن کو ادا کر رہی تھی لیکن ۱۹۵۰ء میں کارپوریشن نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ پلاٹ مسجد سے واپس لے کر اُسے پارک میں تبدیل کر دیا جائے۔ جب مسجد کمیٹی کو پتہ چلا تو اس نے شاہ صاحبؒ کو اطلاع دی۔ آپؒ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہاں پارک بن گیا۔ تو اس سے ایک تو مسجد کی خوب صورتی میں فرق آئے گا۔ دوسرے یہاں موٹروں کے شور و غل سے نماز میں خلل پیدا ہو گا اس لئے ہم اس پلاٹ کو واپس نہیں دیں گے۔

اس کے بعد آپؒ نے آئینی طور پر کارپوریشن کے فیصلے کو چیلنج کر دیا۔ مقامی طور پر بارسوخ حضرات اور قومی راہنماؤں کو اس طرف توجہ دلائی۔ ان حضرات میں سے بعض ہستیاں ایسی بھی تھیں۔ جنہوں نے مسجد کی بہبودی کی بجائے کارپوریشن کی برسر اقتدار پارٹی کو ترجیح دی جس سے معاملہ کی کامیابی مشکوک نظر آنے لگی۔

شاہ صاحبؒ کی بیماری تشویشناک مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود ان کا قدمت

دین کا دلدادہ جوان تھا۔ ان کی دور رس نگاہوں نے اس کام کے لئے سمندر پار ایک ہستی کو تاڑا۔ اور اپریل ۱۹۵۱ء میں ہز ہائی نس سر محمد شاہ آغا خاں کو ایک خط لکھ کر ان سے تعاون حاصل کرنے کی سعی فرمائی۔ شاہ صاحبؒ کا خط ملتے ہی ہز ہائی نس آغا خان نے بذریعہ ٹیلی گرام کاغذات طلب کر لئے اور مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ انہوں نے لندن میں حکومت برطانیہ کے فارن آفس کے ذریعے اس الجھن کو سلجھا دیا اور مزید پچاس سال کے لئے یہ پلاٹ مسجد کو مل گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان تمام کوششوں کا سہرا حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہٗ العزیز کے سر ہے اور انہی کی کوششوں کی وجہ سے کارپوریشن کی خوشنودی حاصل کرنے والوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اس حقیقت سے شرقی افریقہ کے کسی فرد کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو مسجد سے تمام عمر بے حد وابستگی رہی۔ اور آپؒ ساری عمر مسجد کی اصلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہے اور آخر وقت میں اپنی پانچ چھ ہزار کتب کا قیمتی ذخیرہ مسجد کے نام وقف فرما دیا۔ دس ہزار شلنگ کا موٹر اور ۲۳ ہزار شلنگ کے پریس کے حصے بھی جامع مسجد کے نام کر دیئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے آخری ایام

باوجود ہر قسم کے علاج معالجہ کے بیماری سے کچھ افاقہ نہ ہوا بلکہ نقاہت دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی۔ متواتر علالت اور کمزوری کے پیش نظر آپؒ کے عقیدت مند اور خدام اب دن رات چوبیس گھنٹے آپؒ کے پاس حاضر رہنے لگے۔ اب دن رات دیارِ محبوبؐ کا تذکرہ زیادہ تھا۔ اس سوختہ عشقِ الٰہی کے دل میں یکایک عشق و محبت کی تڑپ نے کروٹ لی اور شمع رسالتؐ کے پروانے نے یہ اعلان فرما دیا کہ:

"اس سرزمین سے دل اچاٹ ہو رہا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اب اس سرزمین

شاہ صاحب کا آخری حج

بوجہ ضعف آپ کے دائیں بازو کو حاجی محمد عبدالعزیز صاحب چشتی
اور بائیں بازو کو حاجی چوھدری ولی محمد صاحب تھامے ہوئے ہیں۔
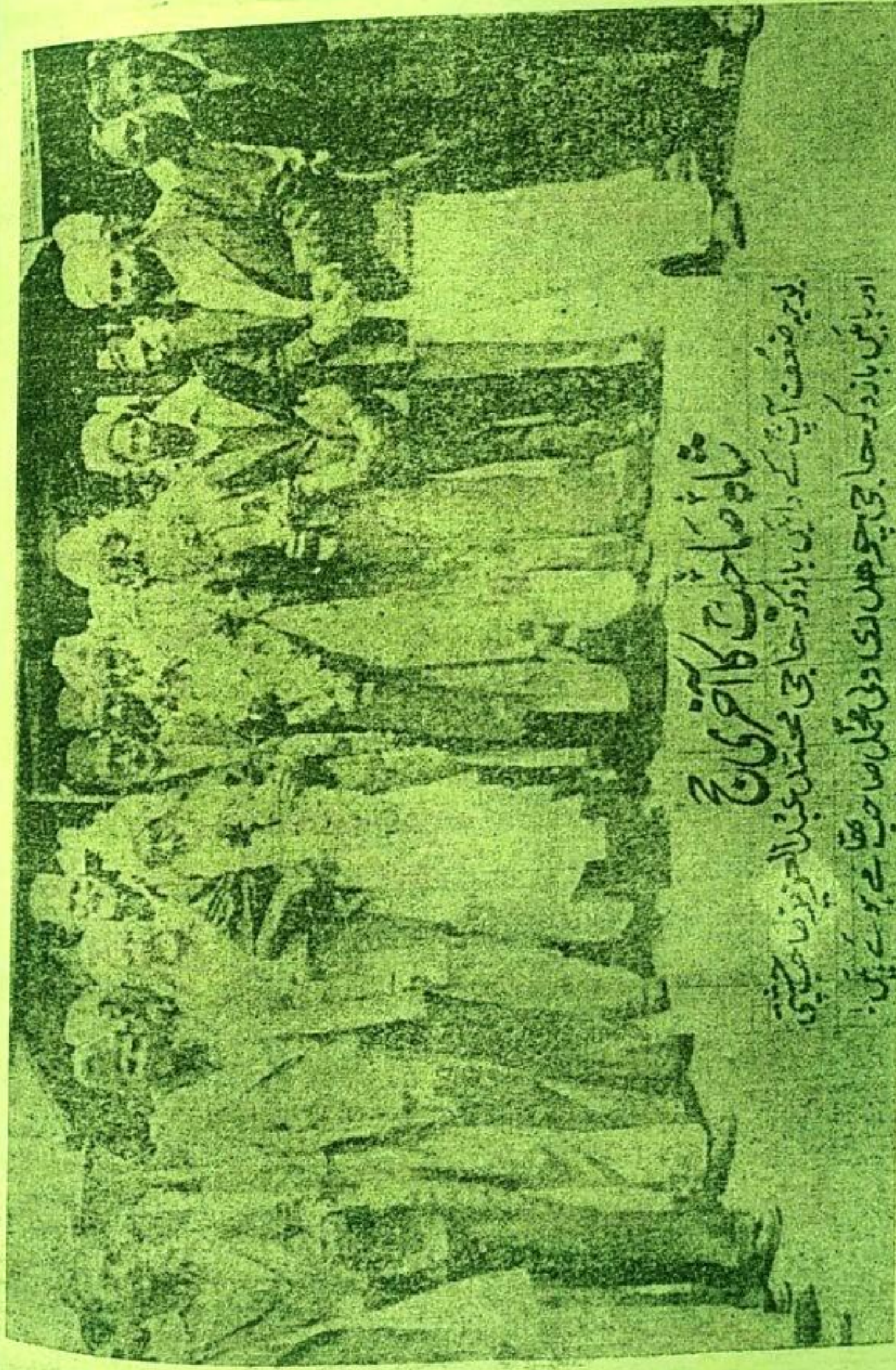
کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر باقی ماندہ ایام، دیارِ حبیب میں گذار دوں اور اس عمرِ ناپائیدار کے بقیہ ایام روضۂ محبوبؐ کے سامنے رہ کر تمام ہوں۔ آخری دم محبوبؐ کی چوکھٹ پر نکلے۔ اور آخری گھر اسی مقدس سرزمین میں ہے۔

آپؒ نے اپنے اس ارادے کا اظہار، اشتہار اور ریڈیو کے ذریعے بھی کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک وصیت نامہ بھی تحریر فرما دیا۔ چونکہ اعلان اور وصیت نامے کے مضمون کا مفہوم تقریباً ایک ہی تھا اس لئے یہاں پر صرف وصیت نامہ درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

وصیت نامہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ خاتم النبیین وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بعد

"میں مسمی سید عبداللہ شاہ ابنِ سید محمد شاہ صاحب بہ ہوش و حواس و ثباتِ عقل یہ تحریر کرتا ہوں کہ حیاتِ مستعار ناقابلِ اعتبار ہے۔ ہر انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت سفرِ آخرت کے لئے تیار رہے۔ ارادہ کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ پورا فرمائے، آمین) کہ جلد سے جلد مدینہ طیبہ حاضر ہوں اور بقیہ اوقاتِ زندگی اپنے جدِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پر گذار دوں جن لوگوں پر میرا کچھ قرض ہے اگر وہ ادا کر دیں۔ تو میرے کام آئے گا اور جن لوگوں کا کچھ میرے ذمہ واجب ہو۔ وہ میرے سفر سے پہلے مجھ پر ظاہر کر دیں۔ تاکہ ادا کر دوں اگر اس وقت ظاہر نہ کریں گے تو میرے بعد کوئی دعویٰ ان کا قبول نہ ہوگا۔ اگر کسی نے میرا دل دکھایا ہے تو میں نے اُسے للّٰہ معاف کر دیا۔ اگر مجھ سے کسی کا دل دکھا ہو تو وہ للّٰہ مجھے معاف کر دیں اس وقت میری ملک میں تین چار ہزار کتابیں ہیں۔ اور اعظم پریس لمیٹڈ کے حصوں میں میری کچھ رقم ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں اس وقت سے میری عدم موجودگی میں محمد عبدالعزیز چشتی اور چودھری ولی محمد صاحب ان کی نگرانی فرمائیں۔ اور میرے بعد کتب خانہ باقاعدہ صورت میں ترتیب دے کر جامع مسجد نیر دبی کے لئے وقف ہے تاکہ مسلمان اس سے مستفید ہوتے رہیں۔ پریس کے حصوں کی رقم بھی میرے بعد جامع مسجد نیر دبی کے لئے وقف ہے جو سامان وقتِ سفر میرے ساتھ ہو وہ میرے بعد فقراء اور مستحقین پر صدقہ کر دیا جائے۔

وَاللّٰهُ عَلٰی مَا اَقُوْلُ شَهِیْدٌ

(دستخط) عبداللہ شاہ

گواہ شد: مہدی خاں گواہ شد: ابراہیم اللہ دتہ

ریڈیو کا اعلان اور اشتہار دیکھ کر مقامی طور پر لوگوں کا ہجوم آپ کی خدمتِ اقدس میں پہنچنا شروع ہوگیا کوئی رو رو کر معافی مانگ رہا تھا تو کوئی آپ سے ارادہ ملتوی کرنے کے لئے عرض کر رہا تھا۔ بیرونجات سے بذریعہ ٹیلی گرام و خطوط آپ سے معافی مانگی جا رہی تھی اور آپ کے اس اظہار سے لوگوں میں ایک زبردست ہیجان پیدا ہوگیا۔ مقامی طور پر تمام اداروں نے اپنی کمیٹیوں کے اجلاس بلا کر اس پر غور فرمایا۔

رقت انگیز منظر

غالباً یہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے کہ انجمن حمایت اسلام نیروبی کی جنرل کونسل کے اراکین —— جامع مسجد کمیٹی نیروبی کی مجلس منتظمہ کے اراکین —— کوکنی مسلم کمیونٹی کی مجلس منتظمہ کے اراکین —— اور مسلم گرلز سکول نیروبی کی مجلس منتظمہ کے اراکین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ سے یہ استدعا کی کہ:-

"حضور! آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ سرزمینِ مشرقی افریقہ کے مسلمانوں میں گزارا ہے۔ اس عرصہ میں آپ نے سرزمینِ افریقہ پر اسلام کی تبلیغی صورت میں اور مسلم قوم کی اصلاحی معاشرتی و اقتصادی طور پر جو خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں جس طرح حضورؓ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ہم میں گزارا ہے، اب ان آخری ایام میں للہ ہمیں مفارقت نہ دیں، ہمیں موقع دیں کہ ہم بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہوسکیں، آخری وقت تک جو خدمت ہم سے ہو سکے گی، ہم ہر طرح سے حاضر ہیں۔ حضورؓ کا ارادہ بے شک بہت مبارک ہے۔ لیکن ہمارے لئے یہ صدمہ کسی صورت بھی قابلِ برداشت نہیں، اس لئے للہ ہماری حالت پر رحم فرمایئے اور اپنے ارادہ کو ملتوی فرما دیجئے"۔

ان التجاؤں کے ساتھ حاضرین کی اشکبار آنکھیں اور رقت انگیز حالات کو دیکھ کر حضرت شاہ صاحب رحکی آنکھوں سے آنسوؤں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ دیر تک یہی سماں جاری رہا۔ آخر

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے سر مبارک اُٹھایا اور زبان مُبارک سے اِرشاد فرمایا:-

"اچھا دوستو! آپ اگر مجبور کر رہے ہیں تو مَیں رُک جاتا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی یہی ہے۔ لیکن ایک وعدہ کریں کہ جب میری زندگی کا وقت پُورا ہو جائے تو مجھے مدینہ منورہ پہنچا دیا جائے۔ چاہے کسی صورت سے بھی ہو۔"

کِسے معلوم تھا کہ آپؒ کے ان الفاظ کی حقیقت کیا ہے؟ کِسے خبر تھی کہ حضُورؒ، نورِ فراست کے آئینہ میں کیا دیکھ رہے ہیں؟ کون جانتا تھا کہ حضُورؒ بہت جلد ہم سے رخصت ہو کر اس دُنیائے فانی کو خیر باد کہنے والے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اسی سفر کی تیاری کے لئے کیا جا رہا ہے۔

ہر ایک کا یہی خیال تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے، آپؒ کے ارادہ کو کسی طرح اس وقت ملتوی کرا لیا جائے۔ چُناں چہ حاضرین نے متفقہ طور پر حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ سے وعدہ کر لیا کہ حضُورؒ ہمیں منظور ہے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ حضُورؒ کے اِرشاد کے مطابق ہم عمل در آمد کریں گے۔ آپؒ نے اس وعدہ کو حاضرین سے تین بار دہرایا اور حاضرین نے تینوں بار ہی اس پر صاد کر دیا۔

اِس کے بعد آپؒ نے فرمایا:-

"مَیں آج صُبح کی مجلس میں بھی اِعلان کر چکا ہوں اور اب پھر دُہرائے دیتا ہوں:

یہ کہہ کر آپؒ نے راقم الحروف کو اشارہ سے اپنے قریب بُلایا اور اپنے پاس بٹھا لیا اور اس کے بعد اِس گنہگار کے سر پر اپنا دست مُبارک رکھ کر فرمایا:

"مَیں نے عبد العزیز چشتی کو اپنا نائب، جانشین و خلیفہ (جو کچھ بھی آپ حضرات سمجھیں) مقرر کر دیا ہے، آپ حضرات گواہ رہیں۔"

حاضرین نے اس پر صاد فرماتے ہوئے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور حضرتِ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی خاص ذرّہ نوازی تھی ورنہ مجھ ایسے گنہگار اور عاصی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس سیاہ کار پر حضُورؒ اس

قدر نوازشات فرمائیں گے۔

اِس کے بعد ½ ۱۱ بجے کے قریب یہ مجلس برخاست ہوئی اور اس کے چھ دن بعد حضرت شاہ صاحب قبلہ نے بوقتِ تہجد طلب فرما کر اس ناچیز کو سلسلۂ قادریہ میں خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا اور ضروری پند و نصائح کے ساتھ جو جاہا عطا فرمایا جس پر یہ عاصی جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔ اب اتنی دعا ہے کہ پروردگارِ عالم بطفیلِ سیّد الثقلین مجھے ان نصائح پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا ربّ العالمین!

حضرتِ شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی

انہی ایام میں زبدۃُ العارفین حضرتِ شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی القادری میرٹھی (بی اے) نیروبی میں تشریف فرما تھے۔ آپ موجودہ دور کے مقتدر علماء و مبلغین میں سے تھے۔ آپ نے دنیا کے کونے کونے میں پھر کر اسلام کے پیغام کو پہنچایا موصوف ۱۹۳۲ء سے کئی بار نیروبی تشریف لا چکے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جب آپ پہلی مرتبہ ممباسہ تشریف لائے تھے تو اس وقت یورپ کے بہت بڑے مفکر و ادیب جارج برنارڈ شا بھی آئے ہوئے تھے۔ چناں چہ جارج برنارڈ شا سے آپ کی قریباً ½ گھنٹہ "حقیقتِ اسلام" کے موضوع پر گفتگو ہوئی جس کے اختتام پر جارج برنارڈ شا نے یہ الفاظ کہے تھے :-

"حضرتِ مولانا! اگر اسلام حقیقت میں یہی ہے جو آپ نے میرے سامنے پیش کیا ہے تو میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آج سے سو سال بعد دنیا کا مذہب اسلام ہو گا۔"

مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی اور شاہ صاحب کی پہلی ملاقات!

انہی ایام میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز زنجبار تشریف لے گئے ہوئے تھے جب حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی زنجبار پہنچے تو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے

ے صبح کا اعلان حضرتِ شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے میری عدم موجودگی میں کیا تھا جس کی اطلاع مجھے الحاج شیخ فضلِ الٰہی صاحبؒ نے دکان پر جا کر دی تھی۔ (مصنف)

حضرت مولانا محمد عبد العلیم صاحب صدیقیؒ
کی شاہ صاحب سے آخری ملاقات

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: جب میں زمانہ طالب علمی میں حج کو گیا تھا تو اُس وقت آپ سے اس طرح ملاقات ہوئی کہ مَیں بیت اللہ شریف میں بیٹھا تھا کہ آپؒ میری تلاش میں وہاں تشریف لے آئے اور مجھے دیکھ کر فرمایا:

"تم سید عبداللہ شاہ ہو اور تمہارے والدِ محترم¹ کا اسم گرامی سید محمد شاہ ہے۔"

مَیں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے میرا بازو پکڑا اور مجھے بیت اللہ کے پاس ملتزم میں جا کھڑا کیا اور فرمایا: "تم میرے لئے دُعا کرو۔"

مَیں نے عرض کیا: حضرت! آپ ایک بزرگ ہستی ہیں۔ آپ میرے لئے دُعا فرمائیں نہ کہ مَیں آپ کے لئے دُعا کروں!

اس پر حضرت مولانا حاجی الطاف اللہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ "مجھے بشارت ہوئی ہے کہ تمہاری دُعا میرے حق میں قبول ہوگی۔"

مَیں نے اُن کے حکم کی تعمیل کی اور ان کے لئے دُعا کی۔ مگر مَیں نے آج تک کسی سے اس بات کا ذکر نہ کیا تھا۔

اتنا سُننا تھا کہ حضرت مولانا صدیقی صاحب فرطِ محبت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ ___ "حضرت جن آنکھوں نے حضرت مولانا حاجی الطاف اللہ صاحب کی زیارت کی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ مَیں اِنہیں بوسہ دے لوں۔"

یہ کہتے ہوئے مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی نے حضرت شاہ صاحبؒ کی دونوں آنکھوں کو چوم لیا اس کے بعد آخر عمر تک آپؒ سے رشتۂ اُنس و محبت اُستوار رکھا۔

حضرت مولانا صدیقی صاحب نے اس سفر میں بھی (یعنی حضرت شاہ صاحبؒ کے آخری ایّام میں) حضرت شاہ صاحب قدس سرہُ العزیز سے متعدد ملاقاتیں کیں اور اس کے بعد آپ ممباسہ تشریف لے گئے۔

---

¹ کیونکہ اُس وقت تک حضرت شاہ صاحبؒ زنجبار سے واپس تشریف نہیں لائے تھے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کی صحت روز بروز کمزور ہی ہوتی چلی گئی اور اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کا ہجوم بھی بڑھتا چلا گیا۔ مگر چند ایک سیاہ باطن کہ جن کے دل کینہ و بغض نے سیاہ کر رکھے تھے اور جن کی آنکھیں اس آفتاب رشد و ہدایت کے سامنے خیرہ ہو رہی تھیں، حاضر نہ ہوئے۔ حضورؒ نے تو عام معافی کا اعلان فرما ہی دیا تھا مگر وہ لوگ نہ آئے، اس میں حضورؒ کے وقار میں تو کوئی فرق نہ آسکتا تھا البتہ ان لوگوں کا سیاہ باطن آشکار ہو گیا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

دنیا نے دیکھ لیا کہ اس برگزیدہ ہستی کی مخالفت کرنے والوں کا آخر کیا حشر ہوا۔ اور کچھ آج بھی اپنے اعمال کی پاداش میں کس طرح ذلت و رسوائی کی زندگی گزار رہے ہیں ——! ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی سیاہی اب بھی دور کر دے اور راہِ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

یہ گنتی کے دن گذرتے گئے۔ اور ۱۱ اپریل ۱۹۵۳ء بروز جمعہ حضورؒ کی صحت بہت اچھی نظر آنے لگی۔ بلکہ اس روز آپ بغیر کسی سہارے کے خود مسجد میں تشریف لے گئے اور نمازِ جمعہ کے بعد خود ہی مسجد سے باہر تشریف لاکر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اور نمازِ جمعہ کے بعد تمام احباب نے آپ سے وہیں مصافحہ کیا اور شام تک مسلمانوں کا ہجوم آپ کے گرد شمع کے پروانوں کی طرح لگا رہا۔ دلوں کو ایک عجیب کشش تھی۔ جو قریب سے اُٹھنے ہی نہ دیتی تھی۔ مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس آفتابِ نورانی کے انوار کی یہ آخری کشش ہے۔ جو عنقریب اس سرزمین سے روپوش ہو جانے والا ہے۔ ——— کسے پتہ تھا کہ یہ ساقیٔ بزمِ عرفاں اپنے جسدِ اطہر کو واقعی بہت جلد اس سرزمین سے دور لے جائے گا۔ نمازِ مغرب تک ملاقاتیوں کا تانتا اسی طرح لگا رہا۔

۱۲ اپریل بروز ہفتہ آپ کی طبیعت اور بھی بشاشت تھی اور آپ کی صحت پہلے سے بہت بہتر نظر آنے لگی۔ بعد از نمازِ عصر آپ نے حاضرینِ مجلس سے چند اشخاص کے نام لے لے کر فرمایا کہ وہ ملنے کے لئے نہیں آئے، اگر آجاتے تو اُن کے لئے بہتر تھا۔ خیر نے تو دل کو صاف کر کے

سب کو معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہے کہ زندگی میں ان سے ملاقات ہو۔ ورنہ جب میں نے بغیر کسی تخصیص کے سب سے عام معافی مانگ لی ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ نہ آتے۔ لہٰذا مشیتِ ایزدی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان سے ملاقات نہ ہو۔

یہ سن کر کچھ آدمی اس مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے اور اُنہوں نے اُن حضرات سے مل کر ان پر زور دیا کہ وہ چل کر اس آخری وقت میں شاہ صاحبؒ سے ملاقات کر لیں۔ مگر وہ نہ مانے۔ گویا حضور کے الفاظ پتھر پر لکیر ثابت ہوئے اور اُنہوں نے نہ آنا تھا نہ آئے۔

شام کی نماز تک آپؒ معمول کے خلاف معتقدین، مُریدین اور جملہ حاضرین سے اَلوداعی قسم کے الفاظ کے ساتھ پند و نصائح فرماتے رہے۔ اکثر مریدین کو رُوحانی تحائف سے بھی نوازا پھر اپنے کتب خانہ کے متعلق اِرشاد فرمایا: "مجھے یہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، اِس میں نہایت قیمتی اور نایاب کتب ہیں جن کا ملنا آج بالکل محال ہے، ان کو ضائع نہ ہونے دینا۔ ان کی بے حد حفاظت کرنا، ان کو جامع مسجد سے باہر نہ لے جانا، تاکہ بعد میں آنے والے علماء اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد آپؒ لیٹ گئے اور اکثر احباب روزانہ معمول کے مطابق رُخصت ہو گئے۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ اب ان کے کان ان مُبارک کلمات کو پھر کبھی نہ سُن سکیں گے۔

اُسی دن محمد حسین صاحب پراچہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ تم لے لینا۔ اگر اس کی اشاعت کا خود انتظام کر سکو تو بہتر ورنہ اسے کسی ایسے ادارے کے سپرد کر دینا جو اس کی اشاعت کا بندوبست کر سکے۔

وصالِ حق

بعد از نمازِ عشاء آپؒ کی طبیعت میں گھبراہٹ بڑھ گئی۔ آدھی رات کے قریب آپؒ کو کثرت سے پسینہ آنے لگا۔ اِس حال میں آپؒ نے فرمایا: "میں اپنے مقام پر جانا چاہتا ہوں"۔

عرض کیا گیا: یہ آپؒ ہی کا مقام ہے۔! — فرمایا: "نہیں، یہ میرا مقام نہیں، کوئی ہے جو مجھے اِس وقت دیارِ حبیبؐ تک پہنچا دے؟"

عرض کیا گیا: "حضورؒ صبح ہونے پر سب انتظام ہو سکتے ہیں۔"

فرمایا: "صبح کو کون جانتا ہے؟"

اِس کے بعد آپؒ کلمۂ شہادت کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔ رات کا بقایا حِصّہ اسی ذکر میں مشغول رہے۔

صبح چھ بجے راقم الحروف نے حاضر ہو کر عرض کیا: "حضورؒ! اِس وقت طبیعت کا کیا حال ہے؟"

آپؒ نے سرِ مبارک اُٹھایا اور فرمایا: "**اَب دُعا کا وقت ہے**" یہ کہہ کر آپؒ پھر ذکر و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ آخر وقت تک پھر آپؒ نے کوئی کلام نہیں کی۔ صرف کلمۂ شہادت اور ذِکرِ اسمِ ذات میں مشغول رہے۔

اُسی وقت ڈاکٹر آیا اور حالت کا معائنہ کرنے کے بعد کہا: "اب حالت بہت کمزور ہے۔ بارہ بجے تک کوئی دوائی نہیں دینی بارہ بجے کے بعد پھر آکر دیکھوں گا۔"

نو بجے کے بعد نقاہت میں اور اِضافہ ہو گیا۔ دس بجے نقاہت بہت زیادہ ہو گئی نبض کی رفتار بھی پہلے سے سُست ہو گئی، اب حضورؒ بھی سوائے ذکر اذکار کے کچھ نہ فرما رہے تھے۔ چونکہ اتوار کا دن تھا، احباب کا مجمع کافی ہو چکا تھا اور اس میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا، اپنے محبوب رہنما کی رخصت کا اِحساس ہر دل پر چھا رہا تھا۔ اور اس کا اظہار ہر آنکھ اشکبار ہو کر رہی تھی —

ان کا وہ مربی جس نے دین و دنیا ان کی راہنمائی کی تھی، آج ان سے رخصت کی تیاریاں کر رہا تھا۔ جس کے سایۂ عاطفت نے انہیں ہمیشہ شادکام رکھا تھا، وُہ آج انہیں الوداع کہنے کی دعوت دے رہا تھا:

آپؒ کے اِرد گرد کلمۂ پاک کا ذکر و قرآن پاک کی تلاوت شروع ہو گئی اور آخر وُہ وقت آ گیا جس کے صدمہ کو برداشت کرنے کے لئے نیروبی کیا شرقی افریقہ کا کوئی مسلمان تیار نہ تھا چنانچہ:

"یہ عاشقِ ربانی، شہبازِ لا مکانی، آفتابِ ولایت، ماہتابِ رُشد و ہدایت ایک دُنیا کو فیض یاب کر کے مؤرخہ ۱۷ رجب المرجب ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء بروز اتوار ۱۲ بج کر دس منٹ پر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر، اِس دار فانی سے رخصت ہو کر داصلِ بحق ہو گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام

آپؒ کے وصال کی خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی اور تمام اہلِ شہر، کیا بچہ کیا جوان، کیا مرد، کیا عورت، کشاں کشاں مسجد کی طرف کھچا چلا آ رہا تھا، شہر اور نواحِ شہر کے ہر گلی کوچہ میں آپؒ کی مفارقت سے آہ و بکا بلند ہو رہی تھی۔ ایک بجے ریڈیو کی خبروں میں اس سانحہ رُوح فرسا کو نشر کرا دیا گیا۔ پھر کیا تھا، تھوڑے ہی عرصہ میں جامع مسجد میں مخلوق کا ایک انبوہِ کثیر جمع ہو گیا۔ اور ہر طرف یہی چرچا تھا۔ کہ حضورؒ کی آخری آرام گاہ کہاں بنائی جائے۔ بعض حضرات کی رائے تھی کہ آپ کے حُجرہ کے سامنے جو جگہ ہے حضورؒ کی آخری آرام گاہ بنائی جائے۔ بعض حضرات کی رائے تھی کہ آپؒ کے حُجرہ کے سامنے جو جگہ ہے حضورؒ کی تربت وہاں بنا دی جائے۔ بعض کہہ رہے تھے کہ یہاں اگر کارپوریشن نہ مانے تو آپؒ پرانے قبرستان کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ اِس لئے آپؒ کا مزار وہاں بنے۔ لیکن جب تمام حضرات کو آپؒ کی وصیت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ تو رائیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اکثریت ان حضرات کی تھی جن کا مطالبہ یہ تھا کہ: حضورؒ ظاہر طور پر تو ہم سے رخصت ہو گئے، اب آپؒ کے جسدِ اطہر کو مسلمانانِ افریقہ سے دُور نہ کیا جائے، یہ قطعاً ناقابلِ برداشت ہے کہ آپؒ کے جسدِ اطہر کو بھی سرزمینِ افریقہ سے جُدا کر دیا جائے۔ بلکہ حضورؒ کی فرقت کو دیکھتے ہوئے ان حضرات

کے قدموں میں بھی لغزش آ گئی جنہوں نے مجلس میں حضور رح کو مدینہ منورہ پہنچانے کا وعدہ کیا تھا وہ کہہ رہے تھے وہ تو ہم نے صرف اُس وقت حضور رح کے ارادہ کو ملتوی کرنے کے لیئے کہا تھا۔ لیکن اب اس پر عمل در آمد نا قابلِ برداشت ہو رہا ہے۔ مگر غلامانِ حضور رح کسی طرح بھی اس پر رضا مند نہ تھے کہ حضور رح کی وصیت کے خلاف عمل کیا جائے۔

آخر متفقہ طور پر طے پایا کہ حضور رح کی وصیت کے مطابق حضور رح کے جسدِ اطہر کو مدینہ منورہ پہنچایا جائے۔ لہٰذا شیخ محمد بشیر فضل الہٰی صاحب کی معرفت ہوائی جہاز کے انتظامات شروع کر دیئے گئے۔ ہوائی جہاز کے ذریعے اخراجات کا اندازہ لگایا گیا۔ کہ آپؒ کے ہمراہ کم از کم چار آدمی تو ضرور رہوں گے لہٰذا کُل خرچ کا اندازہ ۲۴ اور ۲۸ ہزار شلنگ کے درمیان ہو گا۔ اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے مختلف آراء سامنے آئیں کیونکہ حضور رح اپنا تمام اثاثہ جامع مسجد نیروبی کے نام وقف فرما گئے تھے۔ لیکن اسی وقت آپؒ کے چند احباب نے جملہ خرچ اپنے ذمّے لے لیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی (جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے) ابھی تک ممباسہ میں ہی قیام پذیر تھے۔ آپ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی۔ اِسی طرح افریقہ کے طول و عرض میں تمام مسلم اداروں کو اطلاع دی گئی۔

حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی القادری کو جس وقت اطلاع ملی وہ اسی وقت الحاج شیخ فضل الٰہی صاحب کی معرفت نیروبی روانہ ہو گئے۔ بعد از نمازِ مغرب جامع مسجد نیروبی میں رونق افروز ہوئے۔ بعد از تعزیت، حاضرین کو صبر و تحمل کی تلقین کی۔ اور حالاتِ حاضرہ پر غور فرمانے لگ گئے۔ دورانِ گفتگو غسل کا ذکر آیا اور حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی نے ارشاد فرمایا کہ ہم اولیاء اللہ کے ہاں غسل تہجد کے وقت دیا جاتا ہے۔ اِس لیئے حضرت کو بھی غسل تہجد کے وقت دیا جائے گا۔ چنانچہ مولانا ممدوح کے ارشاد کے مطابق آپ کے پاس قرآن خوانی جاری رہی۔ اور رات کو بوقت تہجد، حضرتؒ کے جسدِ مبارک کو راقم الحروف، حاجی شاہ محمد و حاجی علی نے چند احباب کی معاونت سے غسل دیا۔ اور جو لٹھا آپؒ آبِ زمزم سے تر کر کے لائے ہوئے تھے، اُسی کا آپؒ کو کفن پہنایا

گیا اور جنازہ تیار کر کے چارپائی پر لٹا دیا گیا۔ آپؒ کے چہرۂ انور کو کھلا رہنے دیا گیا تاکہ آپؒ کا دیدار کرنے والے آخر وقت تک دیدار کر سکیں۔

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی القادری چونکہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے جنازہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔ اور آپ نے اس سفر کے سارے حالات خود قلمبند فرمائے ہیں۔ لہٰذا وہ ذیل درج کئے جاتے ہیں:-

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یعنی

کیفیتِ تدفین، عاشقِ ربانی حکیم الامت الحاج حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

(از قلم فیض رقم زبدۃ العارفین حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی القادری)

یکشنبہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء (بعد مغرب)

میری نظر اپنے محبوب داعی الی اللہ حضرت الحاج السید عبد اللہ شاہ صاحب کی منور جبین پر ہے۔ جو اس دنیا کے دُوں کی تکالیف سے دست گاری پاکر، رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات فرما کر اس کے وصال کی لذت سے بہرہ اندوز ہوکر، ایک پیکرِ نور بنا ہوا ہے۔ سینکڑوں کا مجمع ہے ـــــ میں نظارۂ جمال و قرأت فاتحہ میں مشغول ہوں اور کانوں میں یہ صدائیں آ رہی ہیں کہ:-

"حضرت کی تمنا تھی، ہم نے وعدہ کر لیا تھا کہ جنازہ مبارکہ کو مدینہ منورہ لے جائیں گے اور وہیں دفن کریں گے"۔

میں سنتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ ان لوگوں کو جنازہ کو مدینہ منورہ لے جانا شاید ایسا

ہی آسان سمجھا ہوا ہے جیسے بیر دبی کے قبرستان تک پہنچانا حالاں کہ باعتبار اسباب ظاہر اگر اسے ناممکن نہیں کہا جا سکتا تو انتہائی دشوار ضرور ہے تیرہ سو برس کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں۔

میں نے یہ بھی سنا کہ ہوائی جہاز کا انتظام کر لیا گیا ہے ـــــ یقیناً ہوائی جہاز کے ذریعہ نقلِ جنازہ بسرعت ممکن ـــــ مگر:۔

(۱) بغیر اجازت سابقہ حکومتِ سعودیہ کسی اجنبی طیارہ کا مطار (جدہ) پر اترنا حکومتِ سعودیہ کے نزدیک خلافِ قانون۔

(۲) کسی نعش کا کسی بیرونی ملک سے حجاز لے جانا۔ نہایت مکمل طبی شہادتوں کے بغیر، قانون کے خلاف۔

(۳) جب تک نعش کے پیٹ کو صاف کر کے دواؤں کے ذریعے حفاظتِ نعش کی پوری تدبیر نہ کی جائے۔ اس کا محفوظ رہنا اور منزل تک پہنچنا مشکل۔

(۴) ان تمام کاموں کی تکمیل کے لئے کسی سمجھدار، با اثر آدمی کی رفاقت لازم۔

میرا دماغ انہی افکار میں مبتلا تھا اور میں مرحوم کی پرانی کرسی پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ شیخ فضل الٰہی کی زبان سے نکلا:

"میں ساتھ جا سکتا ہوں اور مولانا صاحب اگر قبول فرمائیں تو باقی دو آدمی اور سوچ لیجئے جن کے پاسپورٹ تیار ہوں"۔

یہ سنتے ہی میں چونکا اور یک لخت قلب سے آواز آئی ؎

دریں دریائے بے پایاں، دریں طوفانِ موج افزا
سر افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

میں نے کہا بہتر ہے میں تیار ہوں، اگرچہ میری حالت یہ ہے کہ سفر کی تکان سے چور ہوں اور تین دن سے پیچش میں مبتلا ہوں۔ بہر صورت:۔

۱۔ ڈاکٹر شہادت حاصل کیجئے۔

۲۔ صندوق میں نعش مبارک کی حفاظت کا معقول انتظام کیجئے۔

۳۔ جلد سے جلد پہنچ سکنے والے طیارے کی فکر فرمائیے۔

۴. مطار جدہ پر طیارہ اُترنے کی اجازت منگوایئے۔
۵. رُفقاء کے پاسپورٹ درست کرائیے۔
اور مجھے ایک گھنٹہ کی مہلت دیجئے کہ اس باب میں فکر اور استخارہ مسنونہ کرسکوں۔
جامع مسجد نیروبی میں ہجوم کثیر تھا۔ مجمع کو صبر و استقامت کی تلقین کی اور حاجی علم دین صاحب کے دولت خانہ پر (یعنی اپنی قیام گاہ پر آیا) اور بعد استخارہ مسنونہ، دو تار تیار کئے:۔
ایک صاحب العالی عبداللہ بن سلیمان وزیر مالیہ کے نام
دوسرا ان کے مستشار صاحب السمادہ شیخ محمد سرور کے نام جن کا مضمون یہ تھا:۔
"مشرقی افریقہ کے سب سے بڑے مبلغِ اسلام و رہبرِ اعظم صاحبُ الفضیلۃ سیدہ عبداللہ شاہ صاحب کے جنازہ کو ساتھ لے کر جدہ آرہے ہیں تاکہ انہیں مدینہ طیبہ میں دفن کریں۔ امید ہے کہ شام سہ شنبہ ۱۵ را پریل جدہ پر جملہ تسہیلات کا انتظام فرمائیں۔"

محمد عبدالعلیم صدیقی

ضرورت تھی کہ طیارہ کے جدہ اترنے کی اجازت قبل از سفر مل جائے بشیر بن فضل الٰہی نے بتایا کہ انہوں نے مدیر مطار جدہ کو تار کیا ہے۔ امید ہے کہ کل تک جواب آجائے متوکلاً علی اللہ ریڈیو پر اعلان کیا گیا کہ صبح ۹ بجے مسجد جامع نیروبی میں نماز جنازہ ہوگی۔ اور اس کے بعد جنازہ کاندھوں پر مطار قدیم نیروبی پر لے جایا گیا۔

صبح دوشنبہ ۱۴ را پریل سنہ ۱۹۵۲ء

۱۰ بجے ہزاروں مرد و زن پر مشتمل جم غفیر مسلمین نے جامع مسجد نیروبی میں نماز جنازہ ادا کی۔ میں نے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد مختصر تقریر میں صبر و استقامت کی تلقین کی اور مرحوم کی یادگار میں ترجمہ قرآن کریم بزبانِ سواحیلی کی اشاعت پر توجہ دلائی۔ کوکنی بھائیوں میں کچھ اختلاف تھے۔ ان میں مصالحت کرائی۔ نعش مبارک صندوق میں رکھی گئی۔ اور ہزاروں انسانوں

کا مجمع، جنازہ مبارک کو لے کر مطار (ہوائی اڈہ) نیروبی کی طرف روانہ ہوا۔
جہاز آج نہ مل سکا۔ بقیہ دن اور شب مطار (ہوائی اڈہ) پر ہی موجود رہے اور تلاوت
قرآن کریم اور کلمہ خوانی میں مشغول رہے۔
ریڈیو پر اعلان کیا گیا کہ جنازہ صبح سات بجے نیروبی (ہوائی اڈہ) سے روانہ ہوگا۔
جنازہ جدہ اُترنے کی اجازت اب تک نہ آئی تھی۔ رفاقتِ تابوت کے لیے چار افراد
پر مشتمل ایک ڈیپوٹیشن ترتیب دیا گیا: (۱) یہ فقیر (۲) شیخ فضلِ الٰہی صاحب (۳) سید
عمر الحداد صاحب (۴) محمد بشیر بن الحاج مولاداد صاحب۔
ان کے پاسپورٹ (قوانین صحت وغیرہ کے اعتبار سے درست تھے) محض متوکلاً
علی اللہ تیار ہوگئے۔

صبح سہ شنبہ ۱۵ اپریل ۱۹۵۲ء

۸ بجے مطار (ہوائی اڈہ) نیروبی سے جہاز کسوموں پہنچا۔ ایک جم غفیر مطار پر منتظر تھا
یہاں نمازِ جنازہ دوسری بار ادا کی گئی۔ اور اس کے بعد راہی سروٹی ہوئے۔
دو گھنٹے بعد سروٹی پہنچے، وہاں بھی جم غفیر مسلمانوں کا استقبال کے لیے موجود تھا۔ یہاں
تیسری بار نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ سیٹھ ہاشم سٹھا کے اصرار پر کھانا ان کے گھر جا کر جدید مسجد
میں نمازِ ظہر ادا کی۔ اور روانہ ہوگئے۔ چار بجے کے قریب جُبہ علاقہ سوڈان پہنچے۔ امیگریشن
والوں نے کہا کہ سعودی حکومت میں داخلہ کی اجازتِ سابقہ لازم ہے۔
ہم نے کہا کہ اس کے ہم خود ذمہ دار ہیں چنانچہ ضمانت نامہ لکھ کر دیا گیا۔ پھر بھی اس
نے خرطوم پر محول کیا۔ اور ہمارے پاسپورٹ پر لکھ دیا کہ خرطوم میں تصدیق ہوگا۔
پتہ چلانے پر معلوم ہوا کہ جُبہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معتقد
عمر بن محمد عمر تاجر سوڈانی ہیں۔ انہیں ٹیلی فون پر اطلاع دی وہ آئے اور اپنے گھر لے گئے
رات وہیں گذاری۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ:
یہاں اب تک قطعی برہنہ مرد شہر میں آتے ہیں۔ مزدوری

کرتے ہیں، زنانہ مکانوں میں جاتے ہیں اور آج تک کسی کو ہوش نہیں آیا کہ ان کو متمدن بنائے یا اسلام پہنچائے۔

ایک نہایت شاندار مسجد عمر صاحب کے مکان کے قریب ہی ہے، وہیں نماز مغرب ادا کی۔ بعد مغرب امام صاحب نے درس بھی دیا۔
عیسائی مشنری جنگلوں میں کام کر رہے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو تبلیغ کا ہوش نہیں۔

چہار شنبہ، ۱۶ / اپریل سنہ ۱۹۵۲ء

علی الصبح (بعد نماز فجر) راہی خرطوم ہوئے۔ راہ میں ملاکال (Malla kal) سے تیل لے کر بوقت عصر خرطوم پہنچے۔ جہاں پر مدیر مطار جدہ کی اطلاع ملی کہ طیارہ بغیر اجازتِ خاص وزیر خارجہ جدہ نہیں اتر سکتا۔

پوزیشن بہت نازک تھی۔ مگر ہم نے خرطوم کے امیگریشن کو اطمینان دلایا کہ ہم ذمہ دار ہیں۔ ابھی وزیر خارجہ سعودی کو تار کرتے ہیں۔ اور اجازت کا انتظار پورٹ سوڈان پر کریں گے۔

رات خرطوم میں گزاری۔ محمد بن چراغ دین پنجابی مرحوم حضرت شاہ صاحبؒ کا معتقد تھا، ان کا پتہ پوچھ کر ان کی دکان پر گئے ان کے صاحبزادے محمد نے بڑی خاطر و مدارات کی، رات گزاری۔

پنجشنبہ، ۱۷ / اپریل سنہ ۱۹۵۲ء

علی الصبح راہی پورٹ سوڈان ہوئے۔ المنۃ للہ ابھی طیارہ ہی میں تھے کہ خبر ملی کہ جدہ میں جہاز اترنے کی اجازت مل گئی ہے۔ راہ میں عتبرہ میں تیل لیا اور ۱۲½ بجے پورٹ سوڈان پہنچے۔
پورٹ سوڈان میں پندرہ بیس علماء اور اعیان منتظر تھے، نماز ظہر ادا کی اور بعد

نمازِ ظہر علماء سوڈان نے چوتھی بار نمازِ جنازہ ادا کی۔ تیل لیا اور راہی جدہ ہوئے ۳½ بجے جدہ پہنچے۔ ماشاء اللہ استقبال کے لئے مستشار مالیہ شیخ محمد سرور کے پرائیویٹ سیکرٹری شیخ محمد عنانی موٹر لئے ہوئے طیارہ کے قریب ہی آگئے۔ وزیر مالیہ شیخ محمد سرور وغیرہ کا پیغام تعزیت پہنچا۔ اور بتایا کہ جلالۃ الملک کی طرف سے خصوصی احکام صادر ہوئے ہیں۔ آپ حضرات جنازہ کو لے کر اسی طیارہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ مگر ہمارے طیارہ کے پچھلے پہیہ میں پنکچر ہو گیا جس کی اصلاح میں کم از کم دو گھنٹہ درکار تھے۔ اور اسی کے بعد روانگی ہوتی تو قبل غروبِ آفتاب مدینہ منورہ نہ پہنچ سکتے تھے۔ نظر بر آں رات کو وہیں قیام ضروری ہوا اور امیگریشن کی تکمیل کے بعد ہوٹل پہنچے، وزیر مالیات کا تعزیت کا تار ملا۔

حکومت کی طرف سے میزبانی کا خاص اہتمام کیا گیا نہ صرف ہم بلکہ ہمارے طیارہ کا کپتان بھی مہمان رہا۔

حسنِ اتفاق کہ وزیر مالیات شیخ عبداللہ بن سلیمان آج کل دار الخلافہ دولت سعودیہ ریاض میں ہیں۔ میرا تار جو نیروبی سے دیا گیا۔ انہیں ریاض ہی میں ملا۔ انہوں نے بر عنایت حکومت فوراً جلالۃ الملک کی خدمت میں پیش کیا۔ جلالۃ الملک نے فوراً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تمام متعلقہ حکام کے نام احکام صادر فرمائے کہ جنازہ کو پورے احترام کے ساتھ اسی طیارہ میں مدینہ منورہ پہنچایا جائے۔ اور جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ معلوم ہوا کہ ہم نے جتنے تار اِدھر اُدھر کئے وہ سب بے کار گئے۔ تمام امور جلالۃ الملک کے امر پر موقوف تھے۔ وزیر مالیہ کے نام جو تار دیا گیا اس نے کام کیا اور مولیٰ تعالیٰ کے فضل سے تمام مشکلات بلکہ بظاہر ناممکنات آسان ہو گئے۔

اسلام کی سیزدہ صد سالہ تاریخ میں یہ دوسرا جنازہ ہے جو خارجی ممالک سے مدینہ طیبہ لایا گیا۔

۴. مطار جدہ پر طیارہ اُترنے کی اجازت منگوائیے۔
۵. رُفقاء کے پاسپورٹ دُرست کرائیے۔
اور مجھے ایک گھنٹہ کی مہلت دیجئے کہ اِس باب میں فکر اور استخارہ مسنونہ کر سکوں۔
جامع مسجد نیروبی میں ہجوم کثیر تھا۔ مجمع کو صبر و استقامت کی تلقین کی اور حاجی علم دین صاحب
کے دولت خانہ پر (یعنی اپنی قیام گاہ پر آیا) اور بعد استخارہ مسنونہ، دو تار تیار کئے:۔
ایک صاحب المعالی عبد اللہ بن سلیمان وزیر مالیہ کے نام
دُوسرا ان کے مستشار صاحب اسمادہ شیخ محمد سرور کے نام جن کا مضمون
یہ تھا:۔
"مشرقی افریقہ کے سب سے بڑے مبلغ اسلام در ہبرِ اعظم صاحبُ الفضیلۃ
سید عبد اللہ شاہ صاحب کے جنازہ کو ساتھ لے کر جدہ آرہے ہیں تاکہ اُنہیں
مدینہ طیبہ میں دفن کریں۔ اُمید ہے کہ شام سہ شنبہ ۱۵ اپریل جدہ پر جملہ تسہیلات
کا انتظام فرمائیں۔"

محمد عبد العلیم صدیقی

ضرورت تھی کہ طیارہ کے جدہ اترنے کی اجازت قبل از سفر مل جائے۔ بشیر بن فضل الہٰی
نے بتایا کہ انہوں نے مدیر مطار جدہ کو تار کیا ہے۔ اُمید ہے کہ کل تک جواب آجائے متوکلاً
علی اللہ ریڈیو پر اعلان کیا گیا کہ صبح ۹ بجے مسجد جامع نیروبی میں نمازِ جنازہ ہوگی۔ اور اس
کے بعد جنازہ کاندھوں پر مطار قدیم نیروبی پر لے جایا گیا۔

صبح دوشنبہ ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۵۲ء

۱۰ بجے ہزاروں مرد و زن پر مشتمل جم غفیرِ مُسلمین نے جامع مسجد نیروبی میں نمازِ جنازہ
ادا کی۔ میں نے نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد مختصر تقریر میں صبر و استقامت کی تلقین کی اور
مرحوم کی یادگار میں ترجمہ قرآن کریم بزبانِ سواحیلی کی اشاعت پر توجہ دلائی۔ کوکنی بھائیوں میں کچھ
اختلافات تھے۔ ان میں مصالحت کرائی۔ نعش مُبارک صندوق میں رکھی گئی۔ اور ہزاروں انسانوں

کا مجمع، جنازہ مبارکہ کو لے کر مطار (ہوائی اڈہ) نیروبی کی طرف روانہ ہوا۔

جہاز آج نہ مل سکا۔ بقیہ دن اور شب مطار (ہوائی اڈہ) پر ہی موجود رہے اور تلاوت قرآن کریم اور کلمہ خوانی میں مشغول رہے۔

ریڈیو پر اعلان کیا گیا کہ جنازہ صبح سات بجے نیروبی (ہوائی اڈہ) سے روانہ ہو گا۔

جنازہ جدہ اُترنے کی اجازت اب تک نہ آئی تھی۔ رفاقت تابوت کے لیے چار افراد پر مشتمل ایک ڈیپوٹیشن ترتیب دیا گیا: (۱) یہ فقیر (۲) شیخ فضل الٰہی صاحب (۳) سید عمر الحداد صاحب (۴) محمد بشیر بن الحاج مولاداد صاحب۔

ان کے پاسپورٹ (قوانین صحت وغیرہ کے اعتبار سے درست تھے) محض متوکلاً علی اللہ تیار ہو گئے۔

صبح سہ شنبہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۵۲ء

۸ بجے مطار (ہوائی اڈہ) نیروبی سے جہاز کسوموں پہنچا۔ ایک جم غفیر مطار پر منتظر تھا یہاں نماز جنازہ دوسری بار ادا کی گئی۔ اور اس کے بعد راہی سرد ٹی ہوئے۔

دو گھنٹے بعد سرد ٹی پہنچے، وہاں بھی جم غفیر مسلمانوں کا استقبال کے لیے موجود تھا۔ یہاں تیسری بار نماز جنازہ ادا کی گئی۔ سیٹھ ہاشم مٹھا کے اصرار پر کھانا ان کے گھر جا کر جدید مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ اور روانہ ہو گئے۔ چار بجے کے قریب جُبہ علاقہ سوڈان پہنچے۔ امیگریشن والوں نے کہا کہ سعودی حکومت میں داخلہ کی اجازت سابقہ لازم ہے۔

ہم نے کہا کہ اس کے ہم خود ذمہ دار ہیں چنانچہ ضمانت نامہ لکھ کر دیا گیا۔ پھر بھی اس نے خرطوم پر محول کیا۔ اور ہمارے پاسپورٹ پر لکھ دیا کہ خرطوم میں تصدیق ہو گا۔

پتہ چلانے پر معلوم ہوا کہ جُبہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معتقد عمر بن محمد عمر تاجر سوڈانی ہیں۔ انہیں ٹیلی فون پر اطلاع دی وہ آئے اور اپنے گھر لے گئے رات وہیں گذاری۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ:

یہاں اب تک قطعی برہنہ مرد شہر میں آتے ہیں۔ مزدوری

کرتے ہیں، زنانہ مکانوں میں جاتے ہیں اور آج تک کسی کو ہوش نہیں آیا کہ اُن کو متمدّن بنائے یا اسلام پہنچائے۔

ایک نہایت شاندار مسجد عمر صاحب کے مکان کے قریب ہی ہے، وہیں نماز مغرب ادا کی۔ بعد مغرب امام صاحب نے درس بھی دیا۔

مسیحی مشنری جنگلوں میں کام کر رہے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو تبلیغ کا ہوش نہیں۔

چہار شنبہ، ۱۶ اپریل ۱۹۵۲ء

علی الصبح (بعد نماز فجر) راہی خرطوم ہوئے۔ راہ میں ملاکال (Malla kal) سے تیل لے کر بوقت عصر خرطوم پہنچے۔ جہاں پر مدیر مطار جدہ کی اطلاع ملی کہ طیارہ بغیر اجازتِ خاص وزیر خارجہ جدّہ نہیں اُتر سکتا۔

پوزیشن بہت نازک تھی۔ مگر ہم نے خرطوم کے امیگریشن کو اطمینان دلایا کہ ہم ذمہ دار ہیں۔ ابھی وزیر خارجہ سعودی کو تار کرتے ہیں۔ اور اجازت کا انتظار پورٹ سوڈان پر کریں گے۔

رات خرطوم میں گزاری۔ محمد بن چراغ دین پنجابی مرحوم حضرت شاہ صاحبؒ کا معتقد تھا، ان کا پتہ پوچھ کر ان کی دکان پر گئے ان کے صاحبزادے محمد نے بڑی خاطر و مدارات کی، رات گزاری۔

پنجشنبہ، ۱۷ اپریل ۱۹۵۲ء

علی الصبح راہی پورٹ سوڈان ہوئے۔ المنۃ للہ ابھی طیارہ رہ ہی میں تھے کہ خبر ملی کہ جدہ میں جہاز اُترنے کی اجازت مل گئی ہے۔ راہ میں عتبرہ میں تیل لیا اور ۱/۲-۱۲ بجے پورٹ سوڈان پہنچے۔

پورٹ سوڈان میں پندرہ بیس علماء اور اعیان منتظر تھے نماز ظہر ادا کی اور بعد

نمازِ ظہر علماء سوڈان نے چوتھی بار نمازِ جنازہ ادا کی۔ تبدیل کیا اور راہی جدہ ہوئے ۱/۲-۳ بجے جدہ پہنچے۔ ماشاء اللہ استقبال کے لئے مستشار مالیہ شیخ محمد سرور کے پرائیویٹ سیکرٹری شیخ محمد عثمانی موٹر لئے ہوئے طیارہ کے قریب ہی آگئے۔ وزیر مالیہ شیخ محمد سرور وغیرہ کا پیغام تعزیت پہنچایا۔ اور بتایا کہ جلالۃ الملک کی طرف سے خصوصی احکام صادر ہوئے ہیں۔ آپ حضرات جنازہ کو لے کر اسی طیارہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ مگر ہمارے طیارہ کے پچھلے پہیہ میں پنکچر ہو گیا جس کی اصلاح میں کم از کم دو گھنٹہ درکار تھے۔ اور اسی کے بعد روانگی ہوتی تو قبل غروبِ آفتاب مدینہ منورہ نہ پہنچ سکتے تھے۔ نظر بر آں رات کو وہیں قیام ضروری ہوا اور امیگریشن کی تکمیل کے بعد ہوٹل پہنچے، وزیر مالیات کا تعزیت کا تار ملا۔

حکومت کی طرف سے میزبانی کا خاص اہتمام کیا گیا نہ صرف ہم بلکہ ہمارے طیارہ کا کپتان بھی مہمان رہا۔

حسنِ اتفاق کہ وزیر مالیات شیخ عبداللہ بن سلیمان آج کل دار الخلافہ دولتِ سعودیہ ریاض میں ہیں۔ میرا تار جو نیروبی سے دیا گیا۔ انہیں ریاض ہی میں ملا۔ انہوں نے بر عنایت حکومت فوراً جلالۃ الملک کی خدمت میں پیش کیا۔ جلالۃ الملک نے فوراً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تمام متعلقہ حکام کے نام حکام صادر فرمائے کہ جنازہ کو پورے احترام کے ساتھ اسی طیارہ میں مدینہ منورہ پہنچایا جائے۔ اور جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ ہم نے جتنے تار اِدھر اُدھر کئے وہ سب بے کار گئے۔ تمام امور جلالۃ الملک کے امر پر موقوف تھے۔ وزیر مالیہ کے نام جو تار دیا گیا اُس نے کام کیا اور حق تعالیٰ کے فضل سے تمام مشکلات بلکہ بظاہر ناممکنات آسان ہو گئے۔

اسلام کی سیزدہ صد سالہ تاریخ میں یہ دوسرا جنازہ ہے جو خارجی ممالک سے مدینہ طیبہ لایا گیا۔

جمعہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۲ء

علی الصبح ۶ بج کر ۲۵ منٹ پر راہی مدینہ منورہ ہوئے۔ جدہ و مدینہ منورہ کی مسافت اوسط درجہ کے طیاروں پر صرف ایک گھنٹہ ۱۰ منٹ کی ہے ہم بعض اوقات ۵۵ منٹ میں بھی پہنچے ہیں۔ مگر ہمارے سست رفتار طیارہ کے لیے اندازہ یہ تھا کہ دو گھنٹہ میں پہنچ جائے گا۔ لیکن تین گھنٹے گذرے اور ہم ابھی فضا ہی میں تھے تشویش ہوئی، آخر کپتان نے بتایا کہ وہ رستہ بھول گیا ہے۔ مدینہ نظر نہیں آتا۔ لطف یہ کہ طیارہ چار گھنٹہ سے زیادہ مسافت کے لیے تیل ہی نہیں اٹھا سکتا۔ اندیشہ یہ بھی دامن گیر تھا کہ تمام پٹرول اسی سرگردانی میں ختم نہ ہو جائے۔ بظاہر اسباب، کوئی صورت سمجھ میں نہ آتی تھی کہ کیا کرنا چاہیے۔ بدقسمتی سے طیارہ پر لاسلکی بھی نہیں کہ جدہ یا کسی دوسرے مطار (ہوائی اڈہ) پر اطلاع دے سکے۔ اسباب سے انقطاع تمام کے باوجود الحمد للہ قلب پورے طور پر مطمئن تھا۔ کہ ہم ضرور مدینہ منورہ پہنچیں گے۔ ۳½ گھنٹہ کے بعد کپتان نے کہا کہ اسے زمین پر ایک ریلوے لائن کی جھلک سی معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ سیدھا شام کے رستہ پر جا رہا ہے۔ ہدایت کی گئی کہ اسی ریلوے لائن کے خط پر ہوتے اور غرب و جنوب کی سمت لیے ہوئے ریلوے لائن ہی کے نشان پر چلے، الحمد للہ ثم الحمد للہ اس ہدایت پر عمل کیا اور تقریباً آدھا گھنٹہ بعد سید عمر الحداد صاحب نے اپنی تیز نگاہوں سے مدینہ طیبہ کے شہر مبارک اور چند منٹ بعد گنبد خضریٰ کی بشارت دی۔ پونے گیارہ بجے ہوائی اڈہ پہنچے۔ حکومت کی طرف سے ہمارے استقبال کے مکمل انتظامات موجود تھے۔ جلالۃ الملک کا تار خاص امیر مدینہ (گورنر) کو پہنچ چکا تھا۔ اور اسی اطلاع پر چند احباب خاص بھی مطار پر موجود تھے۔

ہمارے طیارے کی تاخیر کے سبب دو طیارہ جدہ سے اور ایک مدینہ منورہ سے ہمارے طیارہ کی تلاش میں دو گھنٹہ سے فضا میں گھوم رہے تھے۔

تابوت کو اسی ساعت میں اتارا گیا۔ امیر مدینہ (گورنر) کا حکم تھا کہ تابوت کو کھول کر

جنازہ کو سجا کر حرم میں لایا جائے۔ مسافتِ مطار (ہوائی اڈہ) اور شہرِ مبارک کے لئے آدھ گھنٹہ سے زائد درکار تھا اور وقت جمعہ بالکل قریب تھا۔

آخر حسبِ حکمِ امیر تابوت شرشورہ (جہاں اموات کی تجہیز و تکفین کا انتظام ہوتا ہے۔) پہنچایا گیا اور ہم حرم کی طرف چلے تا کہ امیرِ مدینہ کی صحیح رائے معلوم کریں۔ وہ حرم نبوی میں آچکے تھے۔ اِدھر ہم نے باب السلام میں قدم رکھا۔ ادھر اذان جمعہ شروع ہوئی۔

رَوضۃ من ریاض الجنۃ میں امیر سے ملاقات کی وہ دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اوّل تعزیت اَدا کی۔ اور پھر فرمایا کہ ان کے نزدیک تابوت کھول کر جنازہ تیار کر کے حرم میں لانا چاہیئے۔

ہم نے حیدر رحید ری معلم حجاج پنجاب سے درخواست کی کہ وہ جائیں۔ اور حسبِ امر امیر تمام امور کی تکمیل کے بعد جلد سے جلد جنازہ حرم میں لائیں۔ ہم نے آداب مسجد مبارک کے مطابق تحیۃ المسجد ادا کی۔ پھر آستانۂ اقدس پر سلام اور ادائے سُنن خطبہ و نماز کے بعد ہم خود شرشورہ پہنچے۔ جنازہ تیار تھا۔ عطریات سے مزید معطر کیا اور حرمِ پاک میں جنازہ لائے۔ رجب کا مہینہ۔ مکہ معظمہ و اطراف مدینہ سے جوق در جوق لوگ آئے ہوئے ہیں کہ عید معراج مبارک مدینہ منورہ میں منائیں حرمِ نبوی میں جس قدر ہجوم حجاج کے زمانہ میں ہوتا ہے، اسی طرح آج کل بھی ہے۔ جنازہ نہایت اَدب و احترام کے ساتھ خاص محرابِ نبویؐ میں رکھا گیا۔

مَیں نے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی مہاجر مدنی سے کہا کہ وہ نماز پڑھائیں موصوف کو بھی حضرت مبرور سے بہت عقیدت تھی۔ اور حضرت مبرور بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک غیر معمولی جم غفیر نے جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے، نمازِ جنازہ ادا کی۔ چھٹی بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ جس میں مجمع نیروبی کے مجمع سے کم نہ تھا۔ بعد نمازِ جنازہ سیدِ عالم رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں لایا گیا۔ اور باب جبریل سے گزار کر جنت البقیع پہنچایا گیا۔ جنازہ کے ساتھ ایک جم غفیر نے مشایعت کی۔ خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے کی جانب تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر پگڈنڈی کی جنوبی سمت میں اِس امانت کو سپردِ لحد کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حسبِ سنت میں نے سرہانے کی جانب رکوعِ اول سورۂ بقر اور مولانا عبدالغفور نے پائیں میں رکوع آخر پڑھا۔ بعد فاتحہ میں نے تلقین مسنون ادا کی۔ اور رخصت ہوئے آخر وقت تک اعیان اکابر و صاغر مدینہ ہمارے پاس تعزیت کے لئے آتے رہے۔

دو روز مسلسل بعد مغرب مولانا ضیاء الدین صاحب قادری دامت برکاتہم کے دولت سرا پر قرآن خوانی ہوئی۔

یکشنبہ ۲۰ر اپریل ۱۹۵۲ء

بعد نماز ظہر تقریباً چھ سات سو فقراء و مساکین اور درویش و علماء و صالحین کو بہ نیت ایصال ثواب نہایت عمدہ لذیذ بریانی وغیرہ سے ضیافت کی گئی اور خاص خاص افراد کو حسبِ عادت حضرت مبرور مختصر سی نذر پیش کی گئی۔

ہمارا خیال تھا کہ اس قدر طویل سفر کے بعد کم از کم چار دن تو ستالیں۔ مگر کپتان طیارہ نے صبح یکشنبہ ہی کو یہ پیغام پہنچایا کہ اس کو معائنہ طیارہ کے لئے سہ شنبہ کو خرطوم پہنچنا لازمی ہے۔ ہم کو یہ بتایا گیا تھا۔ کہ ہم ایک ہفتہ بآسانی قیام کر سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد بھی حسبِ ضرورت مزید اُجرت دے کر طیارہ کو روک سکتے ہیں مگر اس نے کہا کہ اُسے یہ ہدایت ہے کہ ایک ہفتہ میں واپس ہو جائے۔ لہٰذا اب چہار شنبہ تک نیروبی پہنچنا لازمی تھا عجیب کش مکش کا عالم تھا۔ بالآخر اس کو اس امر پر راضی کیا کہ دو شنبہ کو روانہ ہو، اگر جدہ میں معائنہ ہو سکے تو فبہا ورنہ خرطوم کی راہ لیں۔

دو شنبہ ۲۱ر اپریل ۱۹۵۲ء

نظر برآں ۲۱ر اپریل کو بادلِ ناخواستہ علی الصبح راہی جدہ ہوئے۔ مطار (ہوائی اڈہ) جدہ پر مدیر مطار جدہ سے ملاقات کی۔ بقول کیپٹن پیرسن جدہ میں صرف ایک دن کی مسافت کے لئے تفتیش و امتحان طیارہ ہو سکتا ہے لیکن وہ تفتیش جو سات دن بعد ہونی چاہیئے۔ صرف خرطوم ہی میں ہو سکتی ہے۔ علی کل حال تہہ درویش بر جانِ درویش یہ

طے پایا کہ سہ شنبہ ۲۲ اپریل علی الصبح روانہ ہوں۔ تاکہ لیلۃ المعراج کم از کم مکہ
معظمہ میں باطمینان گذار سکیں۔

جدہ میں حکومت کی طرف سے ہوٹل میں انتظام تھا، وہیں پہنچے، ضروریات سے فارغ
ہو گئے۔ جو رقم نیروبی سے آنے والی تھی اس کی اطلاع بروز جمعہ ملی تھی۔ مگر وقت وصول نہ تھا

جدہ میں حکومت کی طرف سے ہوٹل میں انتظام تھا، وہیں پہنچے، ضروریات سے فارغ ہوئے جو رقم
نیروبی سے آنے والی تھی اس کی اطلاع بروز جمعہ ملی تھی۔ مگر وقت وصول نہ تھا۔ شیخ فضل الٰہی وغیرہ
اس کے وصول کی فکر میں لگے۔ میری ملاقات شیخ محمد سرور مستشار مالیہ، ہوٹل تشریف لائے۔ دیگر اعیان
سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا قبل عصر سب نے احرام باندھے اور بعد عصر حکومت کی خاص موٹر میں
راہی مکہ معظمہ ہوئے۔ مغرب کے پون گھنٹہ بعد مکہ معظمہ پہنچے۔ میرے کرم فرما حاجی جان محمد گھنڈوانی
کا مکان عین باب الصفا پر ہے اس لئے وہیں اترے۔ طواف و نماز عشاء و سعی دکھانے سے فارغ
احرام کھولا۔ اور لیلۃ المعراج میں اسی حطیم میں حاضر رہے جس حطیم سے بعد شق الصدر حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم، براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ اور ہفت سماوات طے ہوئے عرش بریں تک
گئے تھے۔ سبحان اللہ! عجیب برکات کا مقام اور عجیب تجلیات کی جگہ۔ عجیب کیفیت رہی۔ مولیٰ تعالیٰ
قبول فرمائے۔

سہ شنبہ، ۲۲ اپریل ۱۹۵۲ء

صبح بعد از نماز فجر، طواف وداع کیا اور بعد شروق نفلیں پڑھ کر راہی جدہ ہوئے
مگر شیخ فضل الٰہی نے ترک رفاقت فرمائی۔ بلکہ ہمیں جدہ تک پہنچانے بھی نہ آئے۔
۷½ بجے جدہ پہنچے۔ شیخ محمد عثمانی سے ملاقات کی، پاسپورٹ وغیرہ کے انتظامات کئے۔
اور ٹھیک دس بجے راہی پورٹ سوڈان ہوئے۔ منازل و مراحل کو طے کرتے ہوئے خرطوم پہنچے۔
اور پہلی رات خرطوم میں گزاری۔

چہارشنبہ ۲۳ر اپریل سنہ ۱۹۵۲ء

صُبح (نمازِ فجر سے فارغ ہوکر) دُوسری ضرورُیات سے فارغ ہوئے اور وہاں سے روانہ ہوکر شام کو کسوموں پہنچے۔ اور دُوسری رات کسوموں گزاری۔

بذریعہ ٹیلیفون نیروبی اطّلاع دی کہ پنجشنبہ کی صُبح کو نیروبی پہنچ رہے ہیں۔

پنجشنبہ ۲۴ر اپریل سنہ ۱۹۵۲ء

نمازِ فجر اور دیگر ضروریات سے فراغت حاصل کی اور ۹ بجے جانب نیروبی روانہ ہوئے اور دس بج کر ۴۰ منٹ پر مطار (ہوائی اڈہ) نیروبی پہنچے، احباب منتظر تھے۔ طیارہ سے اُترے، دُعا کی گئی۔

اخبار سینڈرڈ (الیسٹ افریقہ) کا رپورٹر موجود تھا۔ اُس نے رپورٹ لی اور وہاں سے جائے قیام کو روانہ ہوئے۔ اور یہ تاریخی سفر اختتام پذیر ہوا۔

هٰذا مِنْ فَضْلِ رَبِّی

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

محمد عبدالعلیم صدیقی القادری

جلسۂ تعزیت وطن کی واپسی کے بعد تعزیت کا عام اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ملک کے تمام اکابرین و رہنمایانِ نیروبی نے آپ کو خراجِ عقیدت کے پھول پیش کرتے ہوئے آپ کی ان تمام شاندار روایات کا اعتراف فرمایا جو آپ کی افریقہ کی ۴۵ سالہ زندگی میں رُوحانی فیض کی صورت میں تمام مسلموں و غیر مسلموں کو فیض یاب کرتی ہیں۔ اگر ان تقاریر کا (جو اس جلسۂ تعزیت میں مقررین نے فرمائیں) صرف خلاصہ بھی درج کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ باہر سے جو تعزیتی خطوط، تاریں، قراردادیں اور نظمیں موصول ہوئیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

یہاں صرف چند نظمیں درج کی جاتی ہیں :

تاریخہائے وفات

(از نتیجۂ فکر مولانا الحاج شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی القادری)

مادۂ تاریخ ہجری:

سید حل جنان البقیع

۷۰۴ + ۴۵۴ + ۲۱۳ = ۱۳۷۱ھ

مادہ تاریخ عیسوی:

حیف رخصت لے چکے الحاج عبداللہ شاہ

۹۸ + ۱۲۹ + ۷۳ + ۴۹۱ = ۱۹۵۲ء

قطعۂ تاریخ رحلت

الحاج سید عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

از نتیجۂ فکر مولانا الحاج شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی القادری

کس کی رحلت کی خبر آئی ہے اے میرے الٰہ

آنکھ میں آنسو ہیں، دل میں درد ہے اور لب پہ آہ!

چھپ گیا شمسِ ہدایت، بجھ گیا دیں کا چراغ

آج نیر دیں کا مطلع ہو رہا ہے کیوں سیاہ؟

ہے صفِ ماتم بچھی گھر گھر میں کس کے غم میں آج

رو رہے ہیں مرد و زن اور سال ہے سب کا تباہ

آج سے چوّن برس پہلے ہزارہ سے چلے

خدمتِ دیں کے لیئے لی شرقِ افریقہ کی راہ

ٹھیکہ داری اور مطب کو کرلیا وجہ معاش

اور لوجہہ اللہ دیتے دعوتِ حق بے پناہ

مسجدِ جامع بنائی شہر نیروبی میں خوب

اور کھولی انجمن، پھیلائے جو دینِ بقا

آپ کی ہیبت سے چکنا چور ہو کر رہ گئے

دشمنِ دیں جو بھی آئے سامنے لے کر سپاہ

پیکرِ اخلاص تھا وہ مردِ غازیؒ بالیقیں

دولتِ دنیا کی خواہش تھی نہ قصدِ عزّ و جاہ

کس سے پوچھیں جا کے اب دیں کے مسائل حسرتا

عالم و فاضل، فقیہہ بے بدل پہ تھی نگاہ

اس مصیبت میں الٰہی سب کو دے صبرِ جمیل!

اور رکھ ثابت قدم اس پہ کہ ہے جو سیدھی راہ

تھی یہ نیت جائیں طیبہ اور وہیں پر دفن ہوں

بعدِ مُردن پہنچے سوتے سیدِ عالم پناہ

تھے وُہ مقبولِ خُدا، محبُوبِ محبُوبِ خُدا

اِس لیے پہنچا جنازہ طیبہ میں باعزّ و جاہ

لے گیا طیارہ نیروبی سے نعشِ پاک کو

اور بقیعہ کی لحد میں پائی دُنیا سے پناہ

ہے یہ پہلا واقعہ اسلام کی تاریخ میں

دفن طیبہ میں ہو آکر نعشِ عبداللہ شاہ

تیرھویں اپریل یکشنبہ کے دن بارہ بجے

رُوحِ اقدس ہو گئی پرواز باحُکمِ اِلٰہ

مصرعِ تاریخ کہیئے حضرتِ عبدالعلیم

حیف رخصت لے چکے الحاج عبداللہ شاہ

١ ٩ ٦ ٥ ٢

قطعۂ تاریخ

ازمولینا عثمان عبدالکریم صاحب (نصر پوری)

حسرتا! دردا!! الٰہی! وقت کیسا آگیا

شہرِ نیروبی میں کیسا ہوگیا یہ حادثہ!

افریقہ کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک چار پارٹی دی گئی ۔

(سالانہ رپورٹ انجمن حمایتِ اسلام نیروبی سنہ ۵۳-۱۹۵۲ء)

حضرت صاحب کے وصال کے آٹھ ماہ بعد احقر ملک کو واپس آ گیا اور پھر سنہ ۱۹۵۸ء کو نیروبی پہنچا۔

اعترافِ حقیقت

آپؒ نے اپنے چوّن سالہ قیامِ افریقہ کے دوران، اہلِ افریقہ کو اپنے طبّی، علمی اور رُوحانی فیض سے جس طرح نوازا، آپ کے وصال کے بعد، اہلِ افریقہ نے صحیح معنوں میں اس کا اعتراف کیا۔ سب سے پہلے تمام مشرقی افریقہ میں ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی مجالس اور تعزیت کے جلسے منعقد ہُوئے۔ اگر صرف تعزیت کے پیغامات کو ہی یکجا کیا جائے۔ تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ نیروبی میں روزانہ قرآن خوانی کا سلسلہ چالیس یوم تک جاری رہا۔ ہر جمعرات کو سینکڑوں مساکین کو کھانا بھی کھلایا جاتا رہا۔ اور چالیسویں کے ختم پر کھانے کی تقریباً چالیس دیگیں ختم ہوئیں۔ اور اس کے بعد تادمِ تحریر آپؒ کے معتقدین کی طرف سے سالانہ ختم برابر ہو رہا ہے جس میں کم و بیش پندرہ سولہ دیگیں صرف ہوتی ہیں۔

سیّد عبداللہ شاہ فری ڈسپنسری

نیروبی کی نواحی آبادی ایسٹلے میں چند مخلص احباب نے اِس نام سے اسی سال ایک فری ڈسپنسری کی بنیاد رکھی۔ جو آج تک جاری ہے۔ اور آج تک لاکھوں مریض اِس سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ اِس ڈسپنسری کی بنیاد رکھنے والے مسٹر سعید مرزا قادری، مسٹر شمس الدین بٹ اور تیسرے صاحب کا نام میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ اِن حضرات کو شروع میں ڈسپنسری کی ترقی اور کامیابی کے لئے محنتِ شاقہ کرنی پڑی۔ جب کام ترقی پر ہوا تو انتظامیہ کمیٹی کے لئے انتخاب میں چوہدری محمد ابراہیم صاحب ٹھیکیدار کو صدر کمیٹی منتخب کیا گیا۔ اور آج تک چوہدری صاحب کی صدارت

ایسٹلے مسجد و عبداللہ شاہ فری ڈسپنسری
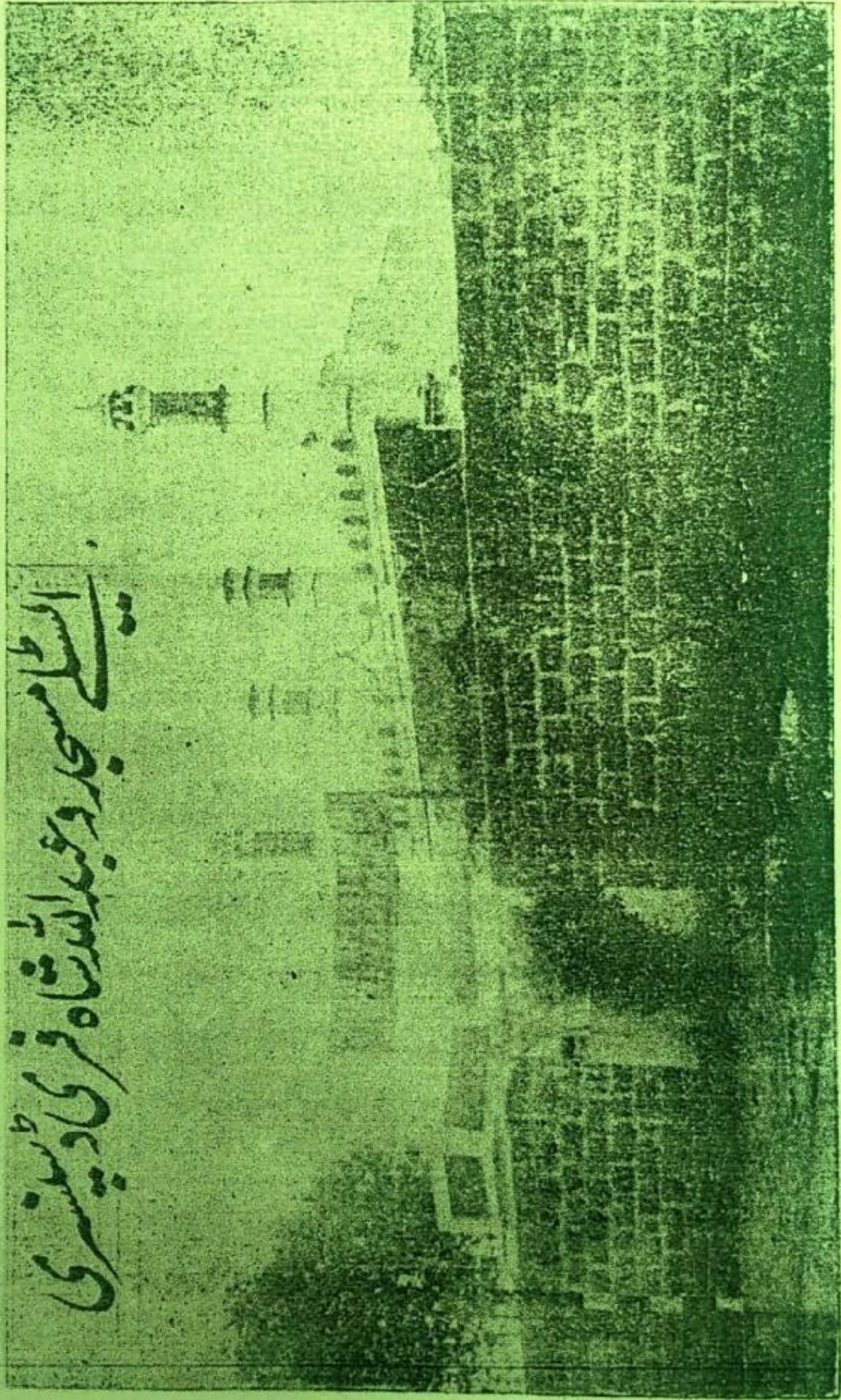
یوں ہی یہ کمیٹی کام کر رہی ہے۔ چوہدری صاحب کی ان تھک شبانہ روز محنت نے لائبریری کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن سب حضرات کو جزائے خیر دے اور اِس صدقۂ جاریہ کو ان کے لئے بھی آخرت کا سرمایہ بنا دے۔ آمین

سیّد عبداللہ شاہ میموریل لائبریری

حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ جب جنازہ کو مدینہ منورہ پہنچا کر واپس آئے تو جلسۂ تعزیت میں پاس ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی یاد میں یادگار ضرور قائم کی جائے۔ کمیٹی بنی، کام زور شور سے شروع ہوا۔ مگر چند ہی مہینوں میں جوش ختم ہوگیا۔ قعدۂ زر تقریباً ۳۲ ہزار نقد اور ستر ہزار کے وعدے تھے جو بعد میں اہلِ نیروبی کے مشورے سے مسجد کمیٹی کے سپرد کر دیئے گئے اور اُس وقت کی مسجد کمیٹی جس کے صدر خواجہ ظفر الدین صاحب اور سیکرٹری شیخ محمد صاحب برکار تھے۔ مسجد کے سابقہ مسافر خانہ کی جگہ ایک عالی شان دو منزلہ بلڈنگ تقریباً ۱½ لاکھ شلنگ سے مکمل کی۔ مَیں یہاں اِس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سالانہ ختم کو برقرار رکھنے، بلڈنگ کی تکمیل اور اُس دوران کتب خانہ کی کتابوں کی حفاظت میں حاجی شاہ محمد صاحب کی محنتِ شاقہ کو بہت دخل ہے۔ اِس بلڈنگ کی تیاری بھی چوہدری ابراہیم صاحب ٹھیکیدار کے انتظام ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو اور کمیٹی کے جملہ ممبران کو جزائے خیر دے۔

راقم الحروف ۱۹۵۶ء میں جب پھر افریقہ گیا۔ تو کتب خانہ کی کتب از سرِ نو ترتیب دے کر نئی فہرستِ کتب تیار کی گئی۔ اور نئے نمبر لگا دیئے گئے تھے۔ تمام کتب لائبریری ہال میں بہترین دیواری الماریوں میں محفوظ ہیں۔ جو علماء کرام باہر سے ملتے ہیں۔ جب وہ کتب کی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے کس محنتِ شاقہ سے اس کتب خانہ کو مکمل فرمایا ہے۔ اور اس میں بعض ایسی ایسی نایاب کتب ہیں جو آج کل کہیں سے بھی نہیں مل سکتیں۔

محمد امتیاز علی خوش نگار فیروز پور